COMPLIMENTARY
NOT FOR SALE.

گردِ کارواں

(ایک تاریخی ناول)

رئیس احمد جعفری

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز
لاہور ـــــ پشاور ـــــ حیدرآباد ـــــ کراچی

فہرست

	صفحہ
مجاہدین کا قافلہ	۹
اسلام سے پہلے	۱۰
لٹیرے حکمران	۱۵
زیارت اللہ	۱۷
امیر لشکر	۲۳
جب لنگر اٹھ رہا تھا	۲۶
رومیوں کی شکست	۲۸
شہادت	۳۰
مقابلہ	۳۱
پوپ نے جزیہ دینا منظور کر لیا	۳۴
مسلمانوں کا دارالحکومت	۳۷
دنیا میں جنت	۴۱
بہادر سپاہی	۴۳
نو گرفتار	۴۸
بہادر قیدی	۵۷
مباحثہ	۶۴
امبرٹو	۷۳
طلسم	۷۹
کردار	۸۵
ہائے مجبوریاں محبت کی	۹۰
دل گرفتہ اور مضمحل	۹۴
جانے سے پہلے	۱۰۱
اندھیرے کا چاند	۱۰۶
پایۂ تخت روم	۱۰۹
مگر وہ حکمران جس کا سکہ جان و دل پر تھا ،	۱۱۴
جشنِ تہنیت	۱۲۲
مصر و ینیت	۱۲۸
ماں اور بیٹا	۱۳۴
جنگ کی تیاری	۱۳۸
قاضی ابو عمر	۱۴۱
میدانِ جنگ کی طرف	۱۴۸

	صفحہ
...تم کیا گئے کہ ہم پر قیامت گذر گئی	۱۵۲
کشمکش	۱۵۶
امبرٹو ولیم کے پاس	۱۶۳
جولیانا	۱۶۹
لاٹ پادری صاحب	۱۷۳
کلیسا کی عدالت	۱۸۷
مقدس عدالت کا مقدس فیصلہ	۱۹۵
چراغاں	۱۹۸
ہنری کا عروج	۲۰۳
ہوس کا پھندہ	۲۰۹
نیا ساتھی	۲۱۷
جولیانا اور ہیلن	۲۲۱
مشکلات	۲۲۵
فرض کی یاد دہانی	۲۳۱
حق وفا	۲۳۷
ہو غم ہی جاں گداز تو غمخوار کیا کریں	۲۴۹
ہیلن	۲۵۳
دور فتح و کامرانی	۲۵۷
بطریق	۲۶۱

	صفحہ
راستے میں	۲۶۵
طوفان	۲۶۹
نئی زندگی	۲۷۴
امبرٹو آگیا	۲۸۴
بھولی ہوئی دنیا	۲۸۹
ہنری	۲۹۵
جنوا فتح ہو گیا	۳۰۱
بری خبر	۳۰۸
دھڑکن	۳۱۱
شیر کے سامنے بکری	۳۱۵
سزا	۳۱۹
ٹوٹی ہوئی تلوار	۳۲۴
انسان	۳۲۷
چراغاں	۳۳۲
وفاداری	۳۳۸
رشک	۳۴۱
راہ راست کی طرف	۳۴۵
بلرم میں	۳۵۱
گلستاں بیاباں بن گیا	۳۵۵
صلۂ وفا	۳۵۷

	صفحہ		صفحہ
ابن ثمنہ اور ابن حواس	۳۶۲	گرفتاری	۴۴۲
عذرا بن ثمنہ	۳۶۴	آخر وہ گھڑی آگئی	۴۵۰
عذرا کی باتیں	۳۶۸	قیدی کا جلوس	۴۵۶
مشکل	۳۷۲	کال کوٹھری	۴۶۵
افریقیہ کا دربار شاہی	۳۷۹	دربار شاہی	۴۷۰
وہ بیڑہ ڈوب گیا	۳۸۳	اشتیاقِ دید	۴۷۴
آخری مقابلہ	۳۸۶	قیدی کی للکار	۴۷۹
پرچم سرنگوں ہو گیا	۳۹۳	تڑپتی ہوئی لاشیں	۴۸۷
یہ ہے شہر کی کنجی	۳۹۷	فیصلہ	۴۹۳
چلتے چلتے	۴۰۱	راز	۴۹۹
دورِ تسخیر	۴۰۳	ایمان کی چنگاری	۵۰۴
ردی کاغذ کا پرزہ	۴۰۷	ہم بھی کیا یاد کرینگے	۵۰۷
جبری ارتداد	۴۱۱	دھڑکا	۵۱۱
امتحان و ابتلا	۴۲۳	صاف صاف	۵۱۸
شہید ملت	۴۱۷	ایک کشتی کے مسافر	۵۲۳
آخر کار	۴۲۵	وہ مسلمان تھا	۵۲۷
جوش و ہوش	۴۳۰	گرو کارشاں	۵۳۱

مجاہدین کا قافلہ

..... وادی یہ تمہاری ہے وہ صحرا بھی تمہارا

خدایا یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

کیا ان کی ٹھوکر نے دو نیم صحرا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

(۱)

اسلام سے پہلے

یہ صقلیہ ہے!

یورپ کے نقشے پر سسلی کے نام سے یہ آج بھی موجود ہے، عربوں نے اُسے فتح کیا، تو سسلی سے یہ صقلیہ بن گیا،!

یہ ایک جزیرہ تھا، اور وہ کون سی نعمت ہے جو قدرت نے فیاضی کے ساتھ اسے عطا نہیں کی تھی:

یہاں کی سرسبز و شاداب دل کشا، اور دلفریب وادیاں، یہاں کی بل کھاتی، لہراتی رقص کرتی ہوئی ندیاں، یہاں کے فلک رفعت اور آسماں بوس پہاڑ، یہاں کے گھنے جنگل، یہاں کی زرخیز زمین ——— آہ ہے یہی جی میں یہیں عمر بسر کی،

اس خوب صورت اور سحر طراز جزیرہ میں، جو اٹلی کا پڑوسی تھا، یہودی تھے، عیسائی تھے، بت پرست تھے، اور خود پرست بھی، جو نہ خدا کو مانتے تھے، نہ رسول کو، نہ بت کو، نہ دیوی اور نہ دیوتا کو، یہ قسطنطنیہ کے عیسائی فرمانروا کا ایک باج گزار

صوبہ تھا۔

لیکن باج گذار ہونے پر بھی آزاد، اور خود مختار، !

یہ آزادی اور خود مختاری، سیاسی حیثیت سے اتنی نہ تھی جتنی اخلاقی اعتبار سے تھی، اقدار انسانی نہایت بے پروائی کے ساتھ پامال کئے جا رہے تھے۔ سوسائٹی کسی اصول کی پابند نہ رہ گئی تھی معصیت ثواب بن گئی تھی، زنا کاری، فیشن میں داخل تھی، مرد اور عورت کا فحش اختلاط سماج کے آداب کا ایک جزو تھا، غریب حد سے زیادہ غریب تھے، امیر ضرورت سے بہت زیادہ امیر، جو کمزور تھے ان کی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ جور و ستم سہیں جو زور آور، طاقت ور، اور مضبوط تھے، ان کا مشغلہ حیات یہ تھا کہ مجبوروں کو ستائیں، ناچاروں پر ظلم کریں، تباہ حالوں سے نانِ شبینہ بھی چھین لیں، اور صرف یہی نہیں، یہاں کے بازاروں میں ہر چیز بکتی تھی، زر و جواہر بھی، لعل و گہر بھی، ریشم و کمخواب بھی ——— اور انسان بھی! خواہ مرد ہوں یا عورت، اس بازار میں ان کے دام لگتے تھے، اور جو بڑی بولی بولتا تھا، وہ انھیں خرید لیتا تھا، بکنے والا اگر مرد ہوتا تو اس سے وہ کام لئے جاتے جو جانوروں سے بھی نہیں لئے جا سکتے، بکنے والی اگر عورت ہوتی اور ساتھ ہی ساتھ حسین خواب رو، طرحدار اور طرار بھی، تو شبستان عیش میں پہنچ جاتی، اور ہوس کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھا دی جاتی، بدصورت، یا معمر ہوتی تو وہ بھی جانوروں کی صف میں شامل کر دی جاتی، اور اس سے بھی وہ کام لئے جاتے، جو انسان کی طاقت سے باہر ہیں، یہاں گرجا بھی تھے، کلیسا بھی، پادری بھی، اور اسقف بھی! راہب بھی اور راہبات بھی، لیکن یہ تقدس کے گھر، گمراہی! اور ہوس رانی کے اڈے بنے ہوئے تھے، آدم کے بیٹے اور حوا کی بیٹیاں لباس پارسائی میں معصیت اور ہوس کے سارے کھیل کھیل ڈالتے تھے، یہودی اقلیت میں تھے، لیکن سب پر

چھائے ہوئے تھے حسن اور دولت، یہ دونوں ہتھیار ان کے پاس تھے احکام و عمال اور امرا و روسا، کو حسن کی زلف گرہ گیر نے اسیر کر رکھا تھا، اور عوام پر دولت کی تلوار ——————— سود ——————— چمک رہی تھی، بندۂ مزدور بھی ان کا درم ناخریدہ غلام تھا، اور خواجۂ دوراں بھی ان کے ادب و احترام پر مجبور تھا۔

ہر سال یہاں کھیتیاں لہلہاتی تھیں، اور قدرت کی طرف سے ہر طرح کا اناج اور غلہ اتنا عطا ہوتا تھا کہ کوئی بھوکا نہ رہے، لیکن یہ حاکم، یہ امرا، یہ سرمایہ دار، اس اناج کو اپنے سر بہ فلک محلات میں قید کر دیتے تھے، خود کھاتے تھے، اپنے کتوں اور گھوڑوں کو کھلاتے تھے، اتنا کھاتے اور کھلاتے تھے کہ بدہضمی کا اندیشہ ہونے لگتا تھا، لیکن "دست دولت آفریں" یعنی مزدور اور کسان کو ترسا ترسا کر یہ اناج دیا جاتا اس کا سڑ جانا گوارا تھا، اسے کوڑے کرکٹ کی طرح پھینک دینا مرغوب تھا لیکن یہ گوارا نہ تھا کہ بھوکے اس سے اپنا پیٹ بھر لیں، ان کی قسمت میں صرف فاقہ تھا،

یہاں باغات تھے،

کون سا پھل تھا جو بافراط موجود نہ تھا، درختوں کی ڈالیاں پھلوں سے زیر بار ہونے کے باعث گو نیچی تھیں، لیکن اتنی اونچی تھیں کہ ہر کس و ناکس کا ہاتھ یہاں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

یہاں جیلخانے تھے، !

لیکن ان جیلخانوں میں ان لوگوں کی تعداد زیادہ تھی، جو بے گناہ تھے، بے خطا تھے، اور جو گناہگار تھے، خطا کار تھے، وہ آزادی اور اطمینان کے ساتھ سڑکوں پر گھوم رہے تھے آزادی اور اطمینان کے ساتھ جرائم کر رہے تھے،

یہاں عدالتیں تھیں، کچہریاں تھیں،

لیکن ان عدالتوں سے وہ لوگ معصوم ہونے کے باوجود، عبرتناک سزا کے مستحق قرار دیئے جاتے تھے، جن کی جیب خالی تھی، جو رشوت نہیں دے سکتے تھے اور وہ لوگ، قاتل، لٹیرے، ڈاکو اور سفاک ہونے کے باوجود باعزت طور پر بری کر دیئے جاتے، جن کی جیب میں سیم وزر کے سکے تھے ———— !

یہاں کی حکومت چند سر پھرے لٹیروں کے ہاتھ میں تھی، یہ لٹیرے بھی تھے اور لٹیروں کے سردار بھی!

یہ اپنی کشتیوں اور جہازوں کا بیڑا ہر وقت تیار رکھتے، جو بھولا بھٹکا جہاز ان کے ساحل کی طرف سے گزرتا اسے روک لیتے، جتنا مال ملتا اپنے قبضہ میں کر لیتے، اور جتنے لوگ دستیاب ہوتے ان کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈی بنا لیتے، جو مرد ناکارہ ہوتا، جو عورت بیکار ہوتی، اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔

اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے جب کسی بات پر یہ خفا ہوتے تو انہیں ایک بہت بڑے احاطے میں چھوڑ دیتے ———— تنہا اور نہتا!

اور اس احاطے کے چاروں طرف لوہے کے نکیلے تار پہرہ دیتے کہ مجرم نکلنے نہ پائے، اور پھر احتیاطاً شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے، تھوڑے تھوڑے فاصلے سے دوسرے غلام کھڑے رہتے کہ اگر اس آہنی حصار کو توڑ کر کوئی جیالا باہر نکل بھی آئے تو گردن قلم کر دی جائے۔

اور پھر اس تیاری کے بعد ایک بھوکا شیر اس احاطے میں داخل کر دیا جاتا ہے!

اور پھر اس معتوب و مقہور غلام سے کہا جاتا۔

بہادر، یہ تمہارا دشمن آرہا ہے اس سے لڑو۔ اس کے دانت توڑ دو، اس کی گردن مروڑ دو۔ اس کی دم کاٹ لو،

اور پھر بھوکے شیر سے کہا جاتا،

تیرا شکار وہ رہا، جا اور ایک ہی لقمہ میں چٹ کر جا،

وہ بھوکا شیر غلام کی طرف تیزی سے جھپٹا، اور آن کی آن میں اس کا ٹینٹوا دبا کر خون پی لیتا، اور پھر اس کے تڑپنے، پھڑکنے، اور بے جان جسم سے کھیلنے لگتا۔

اور حاضرین یہ دلچسپ تماشہ بڑی دلچسپی سے دیکھتے، ٹھٹھے لگاتے، ہنستے اور غلام کی لاش کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھ کر حسرت اور حیرت سے گویا ہوتے

"بس اتنی ہی ہڈیاں!!"

---

(۲)

لٹیرے حکمران

ان لٹیرے حکمرانوں کے حوصلے دن بدن بڑھتے جارہے تھے ——— !

اٹلی کی حکومت ان سے دبتی تھی، قسطنطنیہ کی بیزنطینی حکومت ان سے بے پرواہ تھی !

انھوں نے آس پاس کی حکومتوں کے ساحلوں پر چھاپے مارنا شروع کئے، پڑوسی حکومتوں کے جہازوں پر تاخت شروع کر دی، ہمسایہ حکومتوں کے آدمیوں کو پکڑ کر غلام بنانا شروع کر دیا۔

ان کے پڑوس میں ایک عرب حکومت بھی تھی !

مغرب اقصیٰ (افریقہ) کی حکومت جہاں اسلام کا پھریرا لہرا رہا تھا، جہاں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے، جہاں ظلم کرنے والے کو سزا ملتی تھی، جہاں مظلوم کے ساتھ پورا پورا انصاف ہوتا تھا، جہاں غلاموں کو وزارت کے منصب پر مامور کیا جاتا تھا، جہاں کے غلام سپہ سالاری کے فرائض انجام دیتے تھے، جہاں کی عدالتیں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیتی تھیں، جہاں کا قاضی اپنی

عدالت میں ایک ملزم کی حیثیت سے سلطان وقت کو بھی طلب کر لیتا تھا، اور اگر اسے مجرم پاتا تو سزا بھی دے دیتا تھا،

افریقہ کی حکومت نے صقلیہ کے لیڈروں کی یہ ترک تازیاں اور دست درازیاں دیکھیں تو ایک ہی جھٹکے میں ظلم اور شقاوت کی یہ عمارت منہدم کر کے رکھ دی،

---

(۳)

زیادۃ اللہ

افریقہ کے تختِ حکومت پر امیر زیادۃ اللہ متمکن تھا۔ یہ بڑا اولو العزم، اور باحوصلہ فرمانروا تھا، جب اُسے یہ اطلاع ملی کہ صقلیہ کے لیٹرے، اب منظم طور پر لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں، ایک طرف تو اُنھوں نے قلعے پر قلعے تعمیر کر لئے، ہیں یہاں تک کہ کوئی پہاڑی ایسی باقی نہیں رہی، جس پر ان کا ایک قلعہ موجود نہ ہو[۱]، اور دوسری طرف یہ اپنے جہازوں پر سوار ہو کر نکلتے ہیں، اور جب مسلمان تاجروں یا مسافروں کا کوئی جہاز نظر آجاتا ہے تو فوراً پیچھا کر کے اُسے گرفتار کر لیتے ہیں[۲]، اور جہاز کے تاجروں اور مسافروں کو قید کر لیتے ہیں، یا غلام بنا لیتے ہیں تو اس کے لئے خاموش بیٹھنا ممکن نہ رہا، وہ کسی نیت پر بھی اسے گوارا نہ کر سکتا تھا کہ مسلمانوں کو یوں ہدفِ ستم بنایا جائے، وہ خود بھی مسلمان تھا، اور ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کے لئے ناممکن تھا کہ مسلمانوں کو ہدفِ جور و ستم بنتے دیکھے اور ایک غیر جانبدار تماشائی کی حیثیت سے چپ چاپ بیٹھا رہے، اس کی اسلامی غیرت اور ملی حمیت نے اُسے اُکسایا، اور اس نے ان وحشیوں کو سبق دینے کا فیصلہ کر لیا

[۱] نہایۃ الارب ص ۲۶۴ بحوالہ تاریخ صقلیہ [۲] ابن اثیر ج ۵، ص ۲۳۱ بحوالہ تاریخ صقلیہ

(۴)

اسد بن فرات

افریقہ کے بربر اور عرب گو آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے، وطن اور قبائلی عصبیت بھی کبھی کبھی اُبھر آتی، تلواریں کھینچ جاتیں، کشت و خون کا سلسلہ شروع ہو جاتا، فتنے سر اُٹھاتے، بغاوتیں رونما ہوتیں، امن و امان خطرہ میں پڑ جاتا، لیکن اس باہمی آویزش کے باوجود ایک بارگاہ ایسی تھی، جہاں عرب اور بربر دونوں سر جھکا کر حاضر ہوتے تھے یہ بارگاہ تھی قاضی القضاۃ اسد بن فرات کی،

اسد بہت بڑے عالم، بہت بڑے فقیہ، اور بہت بڑے محدّث تھے، اُنھوں نے فقہ و حدیث کی تکمیل و تحصیل کے لئے مغرب (افریقہ) سے نکل کر عرب و عجم کا چپہ چپہ چھان مارا، عالم اسلام کے ایک ایک شہر میں گئے، کبھی حجاز میں ہیں، کبھی عراق میں، کبھی مصر میں، جیب خالی، لیکن دل شوقِ علم سے معمور، فقر و فاقہ، تنگ دستی، مصیبت، اذیت، تکلیف، کوئی چیز بھی راہِ عمل میں مزاحم نہ ہو سکی، اُنھوں نے امام مالک کے حلقۂ درس میں شرکت کی اور حدیث و روایت کی دولت سے مالا مال ہو کر عراق پہنچے، یہاں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کی مسندِ علم جمی ہوئی تھی، ان دونوں

بزرگوں سے، حدیث کے علاوہ فقہ کا فن حاصل کیا[1] اور بالآخر کامیاب و کامران ہوکر اپنے وطن واپس آئے، یہاں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے، ان کے علم اور کردار سیرت نے جہاں عوام کو حلقہ بگوش عقیدت مند اور شیدا کار بنا دیا، وہاں قصر سلطانی سے ان کی عظمت کے خراج عقیدت حاصل کیا، اور بہت جلد یہ قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہو گئے،

لیکن اس منصب بلند پر پہنچنے کے بعد بھی ان کی سادگی، اسلامیت، للہیت، اور زہد و تقویٰ میں کوئی فرق نہیں آیا، اتنے بڑے منصب پر فائز ہونے کے باوجود، علم سے اور عوام سے برابر ربط قائم رکھا اور یہی وجہ تھی کہ عوام میں بھی مقبول تھے خواص میں بھی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، اور دربار سلطانی میں بھی ان سے زیادہ سزاوار اکرام و احترام کوئی اور نہ تھا،

قاضی اسد بن فرات گو مسند قضا پر فائز ہونے کے بعد بہت زیادہ عدیم الفرصت ہو گئے تھے، یہ گراں بار ذمہ داری انھیں مصروف رکھتی تھی، لیکن اس بے پناہ مشغولیت کے باوجود، حلقۂ درس کا سلسلہ بھی قائم رکھا، ذہین اور شوقین طالب علموں کا انبوہ دروازے پر اکٹھا رہتا اور جس طرح بھی ہوتا وقت نکال کر ان تشنگان علم کو سیراب کرتے،

ایک روز قاضی صاحب مسند درس پر متمکن تھے، شاگردوں کا انبوہ حلقہ بنائے گرد بیٹھا تھا، "کتاب الجہاد" کی حدیثوں کی قرأت ہو رہی تھی اور قاضی صاحب ان کے حقائق و معارف بیان کر رہے تھے، دفعتًہ ان پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی، انھوں نے جوش و خروش کے عالم میں کہنا شروع کیا:-

---

[1] اسد کے مفصل حالات، "معالم الایمان" "دیباج المذہب" "احسن التقاسیم" "ریاض النفوس" "ترتیب المدارک" اور "التعلیق الممجد علی موطا محمد" وغیرہ سے معلوم ہو سکتے ہیں،

"تم میرے شاگرد ہو، میں تمہارا استاد ہوں، تم پڑھتے ہو، میں پڑھاتا ہوں، ہر سال حدیث کا دورہ ختم ہوتا ہے اور اس دورے کے ختم ہونے پر ہم خوشیاں مناتے ہیں، لیکن میرے عزیزو علم بیکار ہے، اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو، علم کی زندگی عمل ہی سے ہے، عمل کے بغیر علم کی مثال ایسی ہے، جیسے بے جان جسم!"

اور پھر انھوں نے ایک کیفیت کے عالم میں فرمایا:-

"اسلام سب سے زیادہ زور جہاد پر دیتا ہے، اور سب سے زیادہ جس چیز کو ہم نے فراموش کر رکھا ہے وہ جہاد ہی ہے، اسلاف کی تاریخ پر ایک نظر ڈالو وہ زندگی کے اتنے جویا نہ تھے، جتنے موت کے، انھیں زندگی کی دلچسپیاں اپنی طرف مائل نہ کر سکتی تھیں، ہاں حصول شہادت کے لئے وہ بے چین رہتے تھے!

میرے عزیزو!

یہ زندگی کے دن کی ہے؛ کتنے دن جیو گے؛ پچاس سال، سو سال چلو اور دو چار سال بھی!! اس کے بعد؛ موت!

موت سے پہلے کی زندگی فانی ہے، موت کے بعد کی زندگی غیر فانی ہے، بشرطیکہ تم اسے غیر فانی بنانا چاہو، کیڑے مکوڑے بھی مرتے ہیں، جانور بھی مرتے ہیں، آدمی بھی مرتے ہیں، سب کو مرنا پڑتا ہے، لیکن زندگی جاوید انھی کے حصہ میں آتی ہے، جو راہِ حق میں خندہ جبینی کے ساتھ موت کا خیر مقدم کریں، زندگی خدا کی امانت ہے، اُسے صرف خدا کے راستہ میں صرف ہونا چاہئے!

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

—— ۵ ——

قاضی صاحب کی اس تقریر نے عقیدت مندوں اور شاگردوں کے دل میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا، جہاد کی فضیلت میں انھوں نے قرآن کی آیتیں بھی پڑھی تھیں، رسولِ کریمؐ کی حدیثیں بھی اور فقہا کے بیان کردہ مسائل بھی، لیکن آج ایک ایسے عالم نے جو عالم ہی نہ تھا عمل کا رمز آشنا بھی تھا، جہاد پر تقریر کی، تو سب کے دل میں حق کے لئے اسلام کی سربلندی کے لیے کلمۃ اللہ کی تبلیغ کے لیے، مرنے کا جذبہ اور ولولہ پیدا ہو گیا، اب تک زندگی کے جو دن گزرے تھے، وہ ہیچ، ناکارہ اور بیکار نظر آتے تھے، زندگی کا مقصد اب سمجھ میں آیا، چہرے وفورِ تاثر سے تمتما اٹھے۔ قاضی صاحب کی تقریر ابھی جاری تھی کہ . . . . . .

والیٔ افریقہ زیادۃ اللہ کا حاجب حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا،

"ایک نہایت ہی اہم اور نازک مسئلہ پر مشورہ کرنے کے لئے امیر نے آپ کو ابھی اور اسی وقت یاد فرمایا ہے ——"

---

(۵)

امیرِ لشکر

قاضی صاحب نے تقریر یونہی تشنہ چھوڑی اور سیدھے امیر زیادت اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس نے کھڑے ہو کر سرو قد تعظیم کی، اور اس کے بعد صقلیہ کے لٹیروں کے ظلم و ستم اور مسلمان تاجروں اور مسافروں کی داستانِ درد سنائی پھر پوچھا:-

"بتائیے، آپ کیا فرماتے ہیں، ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؛ کیا خاموشی کے ساتھ بدعت اور شقاوت کا یہ ہولناک منظر دیکھتا رہوں، یا اپنی تلوار میان سے باہر نکالوں، اور نتائج سے بے پروا ہو کر اس فتنہ کا قلع قمع کرنے میں مصروف ہو جاؤں؟"

قاضی صاحب نے کسی تامل کے بغیر جواب دیا،

"اس صورت میں جہاد واجب ہے، اور سب سے پہلے جو شخص اپنا نام پیش کرتا ہے وہ میں ہوں!"

زیادت اللہ نے اٹھ کر قاضی صاحب کا ہاتھ چوم لیا، پھر گویا ہوا،

مجھے آپ سے اسی کی توقع تھی، آپ کی مبارک ہستی اگر ہمارے درمیان موجود ہے تو مجھے کوئی خطرہ بھی ہراساں نہیں کر سکتا، آپ کے اس ارشاد نے مجھ میں ایک نئی امنگ پیدا کر دی ہے، ایک نیا ولولہ اور حوصلہ پیدا کر دیا ہے، اب میں بغیر کسی تامل اور جھجک کے اس طاغوتی قوت سے ٹکر لینے کو تیار ہوں ——
لیکن میرے قابل صد احترام بزرگ میری ایک بات آپ کو ماننی پڑے گی!

قاضی صاحب نے نظر اٹھا کر زیادت اللہ کو دیکھا اور پوچھا:-

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

زیادت اللہ نے عرض کیا،

"میں چاہتا ہوں کہ اس لشکر کی سپہ سالاری کے فرائض آپ انجام دیں، جو صقلیہ کو فتح کرنے کے لئے میں بھیج رہا ہوں، اور مجھے امید ہے، میری یہ درخواست رد نہ ہوگی —————— !

قاضی صاحب نے تھوڑی دیر کچھ سوچا، پھر فرمایا:-

"اگر کوئی اور منصب مجھے سونپا جاتا تو قطعاً انکار کر دیتا، مجھے اپنی مسند قضا بڑے سے بڑے دنیاوی منصب سے زیادہ عزیز ہے، لیکن یہ جہاد کا معاملہ ہے، اسلام کی راہ میں سر کٹا دینے کا معاملہ، اس سے میں انکار نہیں کر سکتا، مجھے آپ کی یہ پیشکش منظور ہے۔

زیادت اللہ خوش ہو گیا، اس نے اسی وقت سند امارت لکھ کر قاضی صاحب کے حوالے کی،

اسد بن فرات کے سپہ سالار مقرر ہونے پر علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے جہاد میں عملی حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا، علماء کے اس جوش و خروش کو دیکھ کر عوام میں بھی ایک عجیب سرفروشانہ اور مجنونانہ جذبہ پیدا ہو گیا، دیکھتے دیکھتے

ایک اچھا خاصا لشکر تیار ہو گیا ——— تاریخ میں ایسے لشکر کی مثالیں کم ملیں گی جو عوام اور علماء پر مشتمل ہو، اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جذبۂ سرفروشی میں سبقت لے جانے پر مصر اور بضد ہوں[1]۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معالم الایمان، ج ۲ ص ۱۴۱
نیز "ریاض النفوس" صفحہ ۱۸۳ (بحوالہ تاریخ صقلیہ)

(۶)

جب لنگر اُٹھ رہا تھا

افریقہ کے ساحلی شہر سوسہ سے :

"جب جہازوں کے لنگر اُٹھانے کا وقت آیا تو جوش وخروش کا ایک عجیب عالم پیدا ہو گیا ، فوجی باجے بجنے لگے ، جہازوں کے پھریرے کھول دیئے گئے ، دس ہزار سربکف مجاہدین عزوشان کے ساتھ عرشۂ جہاز پر کھڑے اپنی تلواروں کو بار بار جنبش دیتے ، ساحل پر امراء و اعیان حکومت اپنے زرق برق ملبوسات میں ایستادہ تھے ، اور عوام کا انبوہ کثیر فلک شگاف نعرے لگا رہا تھا ، عین اس عالم میں امیر عسکر ، قاضی اسد بن فرات ، عرشۂ جہاز کے سامنے آئے اور ایک الوداعی تقریر کی ، جو اظہار فخر و غرور اور شان و شوکت کے بجائے پند و نصائح اور عجز و نیاز سے لبریز تھی ، الوداعی تقریر کے بعد جہازوں نے لنگر اُٹھایا ، اور سنیچر کے دن ، ۱۵ ربیع الاول ۲۱۲ھ (۸۲۷ء) کو یہ اسلامی بیڑا ، جو سو جنگی جہازوں پر مشتمل تھا ، صقلیہ کو دار الاسلام بنانے کے لئے روانہ ہو گیا

اسد کی فوج دشمن سے ٹکر لیتی ، اس کی مزاحمت کو توڑتی ، اور اس کی قوت کو

پارہ پارہ کرتی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھتی رہی،

حکومت بیزنطینی (قسطنطنیہ کی مرکزی حکومت) نے صقلیہ کی حکومت کو مسلمانوں سے بچانے کی پوری جد و جہد کی اور ایک بہت بڑا لشکر مقابلہ کے لئے بھیج دیا۔

ایک طرف صقلیہ اور قسطنطنیہ کی ڈیڑھ لاکھ فوج کا سیلاب اُمنڈ رہا تھا، دوسری طرف دس ہزار بے وطن سپاہی صف در صف کھڑے تھے، اسد سامنے آئے انھوں نے سورہ لیسین کی تلاوت کی، پھر ایک ولولہ انگیز تقریر کرتے ہوئے فرمایا،

"مجاہدو!"

یہ ساحل کے وہی عجم ہیں جو تم سے روپوش ہو کر یہاں جمع ہو گئے ہیں، یہ تمہارے بھاگے ہوئے غلام ہیں، ان سے کہیں خائف نہ ہو جانا!"

پھر تقریر ختم کرتے ہی، رجز خوانی کرتے ہوئے رومیوں پر ٹوٹ پڑے، مجاہدین نے بھی تلواریں سنبھال لیں۔ اور دشمن فوج کے اس جنگل میں گھس گئے، اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی [1]

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱

(۷)

رومیوں کی شکست

آخر رومیوں کے پائے ثبات میں لغزش آئی، ان کی ٹڈی دل فوج درہم برہم ہونے لگی اور وہ خیمہ و خرگاہ چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے، رومی فوج کا ایک بہت بڑا حصہ کام آگیا، میدانِ کارزار میں بہت سے رومی پڑے دم توڑتے نظر آئے، بہت سے قیدی گرفتار ہوئے، بے شمار مالِ غنیمت جس میں مویشیوں اور سامانِ رسد کا وافر حصہ تھا، اسلامی لشکر کے ہاتھ آیا،

زیادت اللہ نے اسد کی فتح و ظفر کا مژدہ خلیفۂ وقت مامون الرشید کو بھیجا اور اس کی شہرت تمام عالمِ اسلامی میں پہنچ گئی،

رومی اپنی ڈیڑھ لاکھ کی جمعیت لے کر آگے بڑھے تھے اور انہیں یقین کامل تھا، کہ مٹھی بھر اسلامی لشکر کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپ سے کچل دیں گے، اسی غرور و پندار میں پورے ساز و سامان اور مکمل فوجی طاقت کے ساتھ میدانِ جنگ میں اتر پڑے تھے، لہٰذا جب شکست ہوئی تو یہ کسی ایک معرکہ میں شکست نہیں تھی، بلکہ رومیوں کی پوری فوجی قوت کی تباہی و بربادی تھی، یہاں تک کہ گورنر صقلیہ، بلاطہ اس

جنگ سے ہراساں اور دل برداشتہ ہو کر صقلیہ کی سرزمین چھوڑ بیٹھا اور قلوریہ میں جا کر پناہ گزیں ہوا![1]

اسپین کے بعد یورپ کی سرزمین پر یہ مسلمانوں کا دوسرا بہت بڑا اور کامیاب حملہ تھا۔ یہ ایسی یلغار تھی، جس نے مسلمانوں کو یورپ میں حکمران اور آقا بنا دیا۔ ان کے دبدبے اور طنطنے سے یورپ کے بڑے بڑے تاجدار کانپنے لگے۔ سارے یورپ میں ان کی دھاک بیٹھ گئی،

اب تک مسلمانوں کی یلغار اور فتوحات کا تعلق زیادہ تر افریقہ اور ایشیا کے میدانوں اور صحراؤں سے تھا، یورپ کی سفید فام قومیں ان کی دست برد سے محفوظ تھیں، لیکن اسپین کا کانٹا ابھی یورپ کے سینے میں کھٹک ہی رہا تھا کہ ایک اور کاری زخم لگا، یہ صقلیہ کا زخم تھا، اس سے جو خون رس رہا تھا، یورپ کا ہر باشندہ اسے محسوس کر رہا تھا، جیسے یہ زخم اسی کے دل پر لگا ہو، جیسے یہ خون اسی کے دل سے ٹپک رہا ہو، جیسے مسلمانوں کی آقائی اور شہریاری کے سامنے وہ سر جھکانے، گھٹنے ٹیکنے اور خراج ادا کرنے پر مجبور ہو گیا ہو۔

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۱۳۵، ۱۳۶

(۸)

شہادت

صقلیہ فتح ہو گیا تھا!

لیکن مزاحمت اور کشمکش جاری تھی، رومی فوجیں کمک حاصل کر کر کے آگے بڑھ رہی تھیں اور مسلمانوں کو صقلیہ کی سرزمین سے نکالنے کی تدبیروں میں جوش و خروش کے ساتھ منہمک تھیں،

اسی جنگ میں اسد بن فرات نے شجاعت اور دلیری کا حق ادا کر دیا، وہ سپاہی نہیں تھے، انھوں نے تلوار سے شاید ہی کبھی کام لیا ہو، لیکن سپہ سالار بن کر انھوں نے شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن بھی لوہا مان گیا، وہ زخمی ہو تے، لیکن تلوار ان کے ہاتھ سے نہ چھوٹی، طاقت جواب دیتی رہی، خون بہتا رہا، دشمن کے وار ہوتے رہے، لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی، یہاں تک کہ سرقوسہ کے میدانِ جنگ میں وہ سُرخ رو ہو کر جام شہادت نوش کر کے اپنے رب سے جا ملے،

اسد کے جانشین محمد بن ابی الجواری منتخب ہوئے ۔!

(۹)

مقابلہ

امیر محمد بن ابی الجواری کا انتخاب اصحاب حل و عقد اور عام اسلامی لشکر کے اتفاق سے عمل میں آیا، ابن ابی الجواری نہایت خوش تدبیری سے دشمن کا محاصرہ کامیاب بنانے میں مصروف ہو گیا، اور ایسی ساعت آپہنچی، کہ اہل سرقومہ سخت پریشان حال ہو گئے اور محاصرہ کی سختیاں ان کے لئے ناقابل برداشت ہو گئیں، لیکن بخت و اتفاق کہ اسلامی لشکر میں خود بے چینی شروع ہوئی، اور ایسا اختلال و انتشار پھیلا کہ ابن ابی الجواری کے لئے اس کا مقابلہ کرنا دشوار ہو گیا، کیونکہ اسد کی وفات سے فوج میں ایسی ابتری پیدا ہو گئی تھی کہ اس کا سارا انتظام درہم برہم ہو گیا اور وہ اپنے مشاغل سے ایسی غافل ہو گئی تھی کہ مفتوحہ شہروں کے وہ تمام معززین و امرا و سپہ سالار جو اسلامی لشکر میں بطور یرغمال نظر بند تھے، موقع پا کر فرار ہو گئے، اور اسلامی لشکر کی بدنظمی اور انتشار کا چرچا ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا، اور اتنے دنوں میں جو کچھ رعب و داب اور اثر پیدا ہوا تھا، وہ بالکل زائل ہو گیا،

اسلامی لشکر ابھی اپنی انہی پریشانیوں میں مبتلا تھا کہ آسے یہ وحشت انگیز

خبر ملی کہ حکومت بیزنطینی قسطنطنیہ کا ایک نہایت عظیم الشان لشکر جو متعدد جنگی بیڑوں اور آزمودہ کار بری فوج پر مشتمل ہے مسلمانوں سے جزیرہ کو خالی کرانے کے لئے یہاں آپہنچا ہے، اور وہ عنقریب اسلامی لشکر پر ٹوٹنے والا ہے، ان سب واقعات نے مل کر مسلمانوں کو دل شکستہ کر دیا اور ان میں افریقہ کی واپسی کا خیال پیدا ہو گیا۔

یکایک بیزنطینی جہاز سامنے سے نمودار ہوئے اور مجاہدین کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے، اور اس صورتِ حال سے ان کے لئے بجز موت کے کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہا، اور یہ واقعہ ان کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ثابت ہوا اور ذلت و رسوائی کا ایسا احساس ہوا کہ یکایک ایک حیاتِ تازہ پیدا ہوئی، اور تمام مجاہدین جوش و خروش سے دیوانہ وار جہازوں سے کود پڑے، اب انھیں حیات و ممات کا مستقل فیصلہ کرنا تھا، چنانچہ چند لمحہ توقف کے بعد نہایت گرمجوشی سے آگے بڑھے اور اپنے جہازوں پر جھپٹ پڑے اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے تمام جہازوں کو آگ لگا دی[1]

یہ واقعہ اسلامی تاریخ صقلیہ کا یادگار واقعہ ہے، جہازوں کے شعلہ زن تختے سمندر میں اِدھر اُدھر تیر رہے تھے، اور ساحل پر مجاہدین اور سطح سمندر پر رومی کھڑے ہوئے اس نظارہ کو دیکھ رہے تھے۔ مجاہدین صقلیہ نہایت خاموشی سے جہاز کے ایک ایک تختہ کی بربادی کا تماشہ دیکھتے جاتے اور افریقہ کی واپسی کی آخری سے آخری موہوم امید کو منقطع کرتے جاتے، یہاں تک کہ ساحل کا ایک ایک اسلامی جہاز غرقاب ہو گیا، اور افریقہ کے مجاہدین مرنے مارنے پر تیار ہو کر صقلیہ کو مادرِ وطن سمجھ کر اس کے آغوش میں بیٹھ گئے، اب یہ جزیرہ نہ رومی نہ بیزنطینی تھا اور نہ اصطلاحی طور پر

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۳۷؛ ابن خلدون ومالکی صفحہ ۲۶؛ ونہایۃ الارب نویری صفحہ ۴۲۶ و تاریخ عرب مؤید سید صفحہ ۲۴۳

دارالاسلام بلکہ حقیقی معنوں میں ایک اسلامی جزیرہ تھا، اس کی حفاظت وطن کی حفاظت تھی، اس کی ترقی وطن کی ترقی تھی، اس کی فلاح وطن کی فلاح تھی، اور اس کی بہبودی وطن کی بہبودی تھی، افریقہ کی مجلس مشاورت نے اس کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا تھا، وہ اصحاب حل وعقد کا فیصلہ تھا، اور صقلیہ میں آکر ان جانفروشوں نے وطن بنانے کا فیصلہ کیا تھا، بسنے والوں کا اپنے گھر کے متعلق فیصلہ تھا، اب یہ چند نفوس مسلمانانِ عرب وافریقہ نہیں بلکہ صقلیہ کے مسلمان تھے اور حقیقی معنوں میں آج کی تاریخ سے وہ صحیح طور پر مسلمانانِ صقلیہ کے نام سے موسوم کئے جائیں گے،

اس کے بعد مجاہدین نے فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے فوری پیشقدمی شروع کردی اور ساحل سے اسی جوش وخروش میں شہر میناؤ (MINEON) کی طرف کوچ کیا اور پہنچتے ہی تین دن کی معمولی لڑائی کے بعد قلعہ پر قبضہ کرلیا۔

اس کے بعد فوج کا ایک بڑا دستہ جرجنت روانہ ہوا، یہاں بھی معمولی لڑائی کے بعد تسلط ہوگیا، اور مسلمانوں نے ان دونوں شہروں میں سکونت اختیار کرلی، گویا اس وقت صقلیہ کے بڑے شہروں میں سے تین اہم شہر مازر، جرجنت اور میناؤ میں اسلامی آبادیاں قائم ہوگئیں [1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۳۷ و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۲ بحوالہ تاریخ صقلیہ

(۱۰)

پوپ نے جزیہ دینا منظور کر لیا

زمانہ کروٹیں لیتا رہا،!

تقویم ماہ وسال میں تبدیلی ہوتی رہی،

افریقہ کے والی اور صقلیہ کے عمال مرتے رہے،

لیکن مسلمان زندہ تھے، ان کی فاتحانہ یلغار اور پیشقدمی کا سلسلہ جاری تھا، انھوں نے صرف صقلیہ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی نگاہیں اٹلی کی طرف اٹھ رہی تھیں، ان کا پرچم ظفر روم کے عالیشان محلات پر لہرانے کے لئے مچل رہا تھا،

صقلیہ کے والی باحوصلہ ابو العباس اپنے بیڑے کی کمان کرتا ہوا جنوبی اٹلی کی طرف بڑھا اور مینا میں لنگر انداز ہوا، اور یہاں سے آگے بڑھ کر ریو کا محاصرہ کر لیا ریو میں عیسائیوں کی ٹڈی دل فوج مقابلہ کے لئے موجود تھی، چنانچہ شہر کے دروازہ پر نہایت خونریز جنگ ہوئی جس میں مسلمان کامیاب ہوئے، اور ماہ رجب ۲۵۸ھ / ۹ء میں شہر میں فاتحانہ داخل ہو گئے اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا چونکہ شہر پر بزور شمشیر قبضہ ہوا تھا اس لئے قدیم اصولِ جنگ کے مطابق سارے

شہر میں سلب و نہب کا بازار گرم ہو گیا جس میں بے شمار دولت ہاتھ آئی، اسلامی لشکر میں سونے چاندی کا ایک انبار لگ گیا شہر سے روانگی کے وقت ابوالعباس نے شہر کو غیر مسلح کرنے کے لئے فصیل کو منہدم کر دیا۔

اس عہد میں اٹلی کی داخلی سیاسیات ویسے ہی پراگندہ حالات میں تھی جس کا تذکرہ گذر چکا ہے، ابوالعباس نے یہاں کی طوائف الملوکی سے فائدہ اٹھایا، اور ان سے صلح اور جنگ کے جداگانہ معاہدے کئے، اور اس کے مطابق اپنی پیشقدمی اندرون ملک میں جاری کی اور انہیں معاہدوں کے مطابق نیپلس المفی اور سالرنو سے صلح قرار پائی، اور پاپائے روما کے حدود حکومت اسلامی لشکر کی تاخت و تاراج کی جولانگاہ بنے[1]

چنانچہ ابوالعباس پیشقدمی کرتا ہوا کلیسائے روما کی حدود میں داخل ہوا، جو مقدس شہر روما کے ارد گرد کے چند میلوں پر مشتمل تھا، تمام علاقہ عربی گھوڑوں کی ٹاپ سے روندڈالا گیا، یہ دوسرا موقع تھا کہ عرب حدود سلطنت کلیسا میں داخل ہوئے تھے، لیکن اس مرتبہ شہر روما کی شہر پناہ کے دروازے تک پہنچ گئے، اور قریب تھا کہ روما کا محاصرہ شروع کردیں کہ پوپ نے دست مصالحت بڑھایا۔

ابوالعباس نے سلطنت کلیسا کے فرمانروا پوپ یوحنا کے دست مصالحت کے جواب میں جزیہ کی شرط پیش کی، جس کو اس نے خوشی سے قبول کر لیا، اور جزیرہ میں پچیس ہزار طل چاندی دینے کا وعدہ کیا،

اس طرح جنوبی اٹلی کی اس تاخت میں مجاہدین اسلام مسیحی دنیا کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کو اپنا باجگذار بنا کر سینا لوٹ آئے۔

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۳۵ (تاریخ صقلیہ ج ۱) تاریخ عرب موسیو سدیو صفحہ ۲۴۶

ابوالعباس نے واپسی کے بعد اپنے قدیم حریف حکومت بیزنطینی کے ایک بیڑے کو آبنائے مسینا میں منڈلاتے دیکھا، اسلامی بیڑا بڑھ کر حملہ آور ہوا۔ رومیوں کو ہزیمت ہوئی اور ان کے تیس جہاز مجاہدین کے قبضہ میں آگئے، ابوالعباس اس مہم کے بعد دارالحکومت بلرم لوٹ آیا[1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۳۵ اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۴۹، ۵۰ تاریخ عرب نوسیو سدیو صفحہ ۲۴۶ (تاریخ صقلیہ ج ۱)

(۱۱)

مُسلمانوں کا دارالحکومت

اب صقلیہ پورے طور پر مسلمانوں کے زیر نگین تھا، عیسائی حوصلہ ہار چکے تھے، بیزنطینی حکومت شکست کھا کر امنگوں سے محروم ہو چکی تھی، روم (اٹلی) کی حکومت مسلمانوں کی قوت و حشمت سے لرز رہی تھی، پوپ نے مسلمانوں کا باج گزار بننے میں عافیت دیکھی تھی اور عیسائیوں کا روحانی تاجدار پوری نیازمندی کے ساتھ "جزیہ" ادا کر رہا تھا عیسائی تاریخ کا اس سے بڑا المیہ کوئی نہیں۔

مسلمان نہایت اطمینان سے حکومت کر رہے تھے، اب بلرم اسلامی حکومت کا پایۂ تخت قرار پایا، اس لئے والیٔ صقلیہ کا یہی مستقل مستقر بن گیا، بلرم کے ماتحت ایک نہایت زرخیز و وسیع علاقہ تھا، وہ سب اس وقت اسلامی حکومت کے ماتحت تھا، اسی طرح مازر اور اس کے مضافات پر بھی اسلامی اقتدار تھا، اب اسلامی حکومت کے قیام و بقا میں انہی دونوں مقامات کے زرخیز علاقے معاون ثابت ہوئے، والیٔ صقلیہ نے قدیم اصول کے ماتحت یہ پورا علاقہ مجاہدین اور قائدین فوج کو دے دیا، فوج کے قائد اور سپاہی اس کی زمینداریوں اور کاشتکاریوں کے مالک بن گئے، اور

یہی اُن کی فوجی خدمت کا صلہ قرار پایا، یعنی اُن کی تنخواہیں بصورت نقد ادا کرنے کے بجائے بصورت زمین دی گئیں" اور جب فوجی خدمت کی ضرورت پیش آتی، قائدین لشکر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق فوجیں لئے ہوئے دارالحکومت میں حاضر ہو جاتے۔

چنانچہ صقلیہ میں جب تک اسلامی حکومت قائم رہی، تنخواہوں کی ادائی اور حسب ضرورت فوج جمع ہو جانے کا یہی طریقہ جاری رہا،

والئ صقلیہ کے پیش نظر اس فوجی نظم و نسق کے سوا اسلامی دارالحکومت کی تمدنی ترقی بھی تھی، چنانچہ بلرم جب سے دارالحکومت قرار دیا گیا، اس کی آبادی میں بھی نمایاں تغیر ہوگیا، بلرم اسلامی دور حکومت میں بڑی شان و شوکت کا عظیم الشان شہر تھا[1]

"مسلمانوں نے دینی رسم کے مطابق ہر ایک مذہب والوں کے لئے الگ الگ محلے مخصوص کر دیئے، اور مختلف قسم کی تجارت کے لئے بازار جدا جدا کر دیئے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ بلرم یورپ کا شہر نہیں ایشیا کا ہے، اٹلی اور یورپ کے نقلی بے ڈھنگے بدصورت لباس کی جگہ ڈھیلے ڈھالے ہوا میں اڑتے ہوئے لباس اور اونچے اونچے عمامے نظر آنے لگے، حرم سراؤں کی برقعہ پوش خواتین پُر تکلف لباس پہنے ہوئے خواجہ سراؤں کے ساتھ بازاروں میں چلتی پھرتی دکھائی دیتی تھیں، یا جھروکوں میں سے نہایت شرمگیں آنکھوں سے جھانکتی نظر پڑ جاتی تھیں، وہ بارکش جانور جو صرف ایشیا ہی میں نظر آتے تھے، قطار در قطار شہر میں دکھائی دیتے تھے، اور صحراء کے قافلوں کا نظارہ پیش کرتے تھے، یہ نظارے اب کچھ ایسے عام ہو گئے تھے کہ کوئی ان کی طرف اعتنا بھی نہ کرتا تھا، ہر جگہ نہریں، پل، فوارے پھیل گئے، کھجوروں کے درخت اتنے

---

[1] اسکاٹ، عیسائی مؤرخ کا بیان

بڑھ گئے کہ پلرمو کے مضافات وادیٔ نیل و فرات کی تصویر بن گئے، افسرانِ فوج کے مکانات، اور دولت مند تاجروں کے محلات اور پائین باغوں کو دیکھ کر دمشق و اشبیلیہ یاد آجاتے تھے، عربی جوہر قابل کو اپنی تہذیب پھیلانے اور اپنی قابلیت دکھانے کے لئے پلرمو سے بہتر کوئی میدان نہیں ملا تھا،

چند مہینوں کے قبضہ کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا کہ پلرمو ہمیشہ ہی سے مسلمانوں کے قبضہ میں چلا آتا ہے، وقت و موقع کے لحاظ سے پلرمو ایک طاقت ور اسلامی دارالسلطنت بننے کے لئے نہایت موزوں تھا۔ یہیں ایسی سلطنت کی داغ بیل پڑی کہ جس سے زمانہ آئندہ میں دنیائے مسیحی کی سب سے بڑی سلطنتوں کی تہذیب متاثر و مستفیض ہونے والی تھی [1]

یہ مسلمانوں کے قدم کی برکت تھی کہ پلرمو (بلرم) پلرمو بن گیا، اس کی آبادی میں اضافہ ہوگیا، اس کے وسائل و ذرائع پیداوار بڑھ گئے، وہاں صنعت و حرفت کے مراکز قائم ہوگئے، وہاں ایک نئی تہذیب، ایک نئے تمدن، ایک نئی ثقافت کی داغ بیل پڑ گئی، وہ ایک نئی قوم کا پایہ تخت بن گیا، لیکن یہ نئی قوم اتنی عالی ظرف، بلند حوصلہ اور رواداری تھی کہ ہر طرح کے اقتدار و تسلط کے اور قوت و طاقت کے باوجود اس نے کسی پر ظلم نہیں کیا، زیادتی نہیں کی، کسی کا حق نہیں مارا، کسی کو جلا وطن نہیں کیا، بلکہ خود جن لوگوں نے ترک وطن کرنا چاہا انھیں ہر طرح کی سہولتیں دیں، نہ ان کا مال و اسباب چھینا نہ اُن کی دولت و ثروت پر قبضہ کیا، تاریخ میں بہت سے کشور کشاؤں کی داستانیں ملتی ہیں، لیکن کیا کوئی ایسی کشور کشا قوم بھی گذری ہے، جیسی مسلمان؟

اور کیا تاریخ میں کوئی ایسی ناشناس قوم بھی گذری ہے جیسی مسلمانوں کی یہ مفتوح و مغلوب قوم؛

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۱۶۴ - ۱۶۵

مسلمان چاہتے تو اپنے دورِ اقتدار میں اس سارے خطہ کو اسلامستان بنا سکتے تھے،
یہاں ایک بھی غیر مسلم نہ ٹک سکتا ـــــــــ جیسا بعد میں آنے والوں نے کیا کہ
ایک مسلمان کو بھی ٹکنے نہ دیا ـــــــــ لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، اور
وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے تھے، ان کی کشور کشائی نہ تو توسیع مملکت کے لئے تھی نہ اپنے
جاہ و جلال کے لئے وہ جو کچھ کر رہے تھے خدا کے لئے کر رہے تھے، اور خدا کے سامنے
انھیں جواب دینا تھا!

دُنیا میں جنّت . . . .

صحرا کو مسکرا کے گلستاں بنا دیا!

[1] مسلمانوں نے یہاں کے ان قدیم مذاہب کے ساتھ نہایت رواداری کا سلوک کیا، اور ان غیر مسلموں کو کامل مذہبی آزادی دی جس کی شہادت یورپ کے مصنفین دیتے ہیں، صقلیہ کی اسلامی تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی بُت پرست یا یہودی یا عیسائی، مذہب کے لئے قتل کیا گیا ہو، تبدیل مذہب کے لئے حکومت نے کوئی جبر واکراہ نہیں کیا یونانیوں کے مندر، یہودیوں کی قربانگاہیں اور عیسائیوں کے کلیسے بدستور قائم رہے، چنانچہ ہیکل بلرم اور کنیسہ قطانیہ کی وہی عظمت اسلامی دور میں بھی برقرار رہی جو اسے پہلے سے حاصل تھی، اگرچہ ایک دو مثالیں ایسی بھی ہیں کہ بعض ایسے کلیساؤں کو جو پہلے بت پرستوں کے مندر تھے مسجد بنالیا گیا، لیکن عام طور پر صقلیہ کے قدیم معابد بدستور قائم رہے، اور ان معابد پر پہلے سے جو اوقاف چلے آتے تھے، اسلامی حکومت نے ان سب کو برقرار رکھا۔

---

[1] انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا جلد ۲۵ (سسلی) طبع یازدہم، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۴۲، اسٹوری آف دی نیشنس جلد ۳۰ ص ۲۵۰، نہایت الارب نویری در اماری ۴۴۴؛ رحلہ ابن جبیر ۳۲۵ (بحوالہ تاریخ صقلیہ ج ۲ ص ۴۳، ۴۴

(۱)

بہادر سپاہی

عربوں نے صقلیہ پر قبضہ کر لیا، اور یہ قطعۂ ارض جو مسلمانوں کی آمد سے پہلے انسانیت کا مقتل، اور سعادت انسانی کا مذبح تھا، جہاں اخلاق کے گلے پر کند چھری پھیری جاتی تھی، اور جہاں شرافت دم توڑتی نظر آتی تھی، دیکھتے دیکھتے تہذیب و تمدن کا مرکز بن گیا، مسلمانوں نے یہاں کے وسائل و ذرائع سے کام لیا، اور اس بیاباں کو گلستاں بنا دیا، ان کی ذہانت، فراست، علم اور ذہنی و دماغی ارتقاء نے اس خطۂ زمین میں وہ گل بوٹے کھلائے کہ سارا یورپ، اسے رشک و حسد کی نظر سے دیکھنے لگا،

اگرچہ مسلمانوں کے عہد میں عیسائیوں اور غیر مسلموں کو ہر طرح کی سہولتیں اور آسائشیں حاصل تھیں، نہ صرف یہ کہ انھیں اپنے مسلمان حکمرانوں سے کوئی شکایت نہیں تھی، بلکہ انھیں وہ اپنے ہم قوم اور ہم مذہب عیسائیوں پر ہر اعتبار سے ترجیح دیتے اور پسند کرتے تھے، لیکن باہر کے عیسائی فرمانرواؤں کے دل پر سانپ لوٹ رہا تھا، وہ یورپ کی سرزمین پر اتنی بڑی اور اتنی مضبوط و مستحکم اسلامی حکومت کا وجود برداشت نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ گو اندرونی طور پر صقلیہ میں کامل امن و امان

تھا، لیکن خارجی طور پر یورپ کی حکومتیں کبھی انفرادی طور پر، کبھی اجتماعی طور پر تاخت و تاراج کا سلسلہ جاری رکھتی تھیں اور صقلیہ کی سرزمین سے مسلمانوں کا نام حرف غلط کی طرح مٹا دینے کا تہیہ کر چکی تھیں، مسلمان بھی ان کی ترک تازیوں سے غافل نہیں تھے ہمیشہ چوکنے اور چوکس رہتے، جہاں دشمن کی خبر پاتے تیرِ قضا بن کر پہنچ جاتے اور اس وقت تک واپس نہ آتے، جب تک پورے طور پر اس کا قلع قمع نہ کر دیتے۔

حکومت نے متعدد چھوٹے چھوٹے دستے اس مہم پر مامور کر رکھے تھے کہ وہ ساحلی مقامات کا گشت کرتے رہیں اور جہاں دشمن سرگرم نظر آئے، اس سے ڈٹ کر مقابلہ کریں، حسب طلب و ضرورت کمک بھی پہنچتی رہتی تھی،

اسی طرح کا ایک دستہ صہیب کی قیادت میں گشت کر رہا تھا کہ ایک ساحلی مقام زبراعہ پر دشمن کے جہاز گشت کرتے نظر آئے، صہیب کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ دشمن کو اُلجھائے رکھنا چاہیئے، اور دارالحکومت بلرم سے کمک طلب کرنی چاہیئے پھر مقابلہ کرنا چاہیئے، اس لئے کہ دشمن کی تعداد بھی زیادہ ہے، اور وہ بہت زیادہ طاقت ور بھی ہے، ہمارے پاس صرف چند کشتیاں ہیں، اور ہماری تعداد بھی بہت کم ہے، اگر ہم مقابلہ پر ڈٹ گئے تو شکست یقینی ہے، لیکن صہیب کی عزیمت و شجاعت نے ان دلائل کو تسلیم نہیں کیا، اس نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔

"ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے ——————— اس وقت تک، جب تک ہماری رگوں میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے، لیکن اگر کسی کو اپنی جان عزیز ہو تو اُسے واپس جانے کی پوری آزادی ہے!"

پھر صہیب نے اپنے ساتھیوں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، سب نے جوش و خروش کے ساتھ جواب دیا۔

"ہم آپ کے ساتھ ہیں!"

اس کے بعد صہیب نے ان ساتھیوں پر ایک نظر ڈالی جو حملہ کی مخالفت کر رہے تھے، انھوں نے کہا،

"ہم نے اپنی رائے پیش کر دی، اگر قائد عسکر کو اس سے اختلاف ہے تو ہم اپنا اختلاف واپس لیتے ہیں، انشاء اللہ قائد ہمیں دوسروں سے کم فداکار اور جاں نثار نہیں پائے گا،!"

اس جواب سے صہیب خوش ہو گیا اس نے کہا،

میرے دوستو!

"میں ہوں یا تم ہم سب ایک ہی . . . . مقصد لے کر گھر سے نکلے ہیں، اور وہ مقصد ہے خدا کی راہ میں گردن کٹانا، جان دینا، آج اگر ہم دشمن کے سامنے سے پسپا ہو جائیں، تو وہ سمجھے گا ہم اس سے ڈر گئے، ہمیں موت نہیں جان عزیز ہے، لیکن اگر ہم نے کمی تعداد اور قلت وسائل کے باوجود اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہم میں سے ایک ایک آدمی راہِ حق میں کام آگیا تو بھی دشمن پر ہماری دھاک بیٹھ جائے گی، اور وہ سمجھ لے گا کہ جس حریف سے اسے پالا پڑا ہے وہ زندگی کے مقابلہ میں موت کا زیادہ شائق ہے۔ اور تم ان کی کثرت تعداد سے کیوں خائف ہو؛ تمھاری تلواروں نے بارہا اپنے سے کئی گنا دشمن کا مقابلہ کیا ہے اور سرخ رو رہے ہو، مت ڈرو، ڈرنا تو حضرت خدا سے چاہیئے، آؤ حورانِ جنت ہمارا انتظار کر رہی ہیں، فرشتے ہمارے لئے دست بدعا ہیں، خدا کی رحمت ہماری رفیق ہے!

اور پھر سر فروشوں کا یہ چھوٹا سا گروہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا، دشمن پر ٹوٹ پڑا، یہ لوگ کشتیوں میں تھے، دشمن جہازوں پر، ان کی تعداد کم تھی، دشمن کی

سپاہ بہت زیادہ تھی،

لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو قیامت کا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا، مسلمان بحری جنگ کے ماہر تھے، وہ کاوے دے دے کر دشمن کے بڑے بڑے جہازوں کو تگنی کا ناچ نچا رہے تھے، انھوں نے آتشبازمادے سے کام لے کر کئی جہازوں میں آگ لگا دی، دشمن کی سپاہ نے بیتابانہ سمندر میں چھلانگ لگائی، تلواریں سونتے ہوئے مسلمان مجاہد سمندر کی لہروں سے کھیلتے ہوئے ان کا خیر مقدم کر رہے تھے، جو گرا، یا ڈوبا یا لقمۂ شمشیر آبدار ہوا، چند گھنٹوں کی جنگ میں دشمن کے کئی سو سپاہی نذر اجل ہوئے، آخر دشمن جہازوں نے ان کشتیوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا، دو تین جہازوں کے جلنے اور ڈوبنے، کئی سو سپاہیوں کے غرق ہونے اور قتل ہونے کے باوجود اب بھی اس بیڑے میں ایک درجن سے زیادہ جہاز صحیح سلامت موجود تھے، اور دو ہزار سے زیادہ مسلح سپاہی مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے

مسلمانوں کے پاس صرف چار کشتیاں تھیں، ان میں سے دو ڈوب گئیں، ایک ناکارہ ہو گئی، صہیب کے ساتھ صرف ڈیڑھ سو آدمی تھے، کچھ کشتیوں پر کچھ ساحل پر، دشمن نے ان تمام آدمیوں کو قتل کر دیا، جو کشتیوں میں سوار تھے، صرف اس کشتی کے چند نفوس باقی رہ گئے جس پر صہیب موجود تھا، شاید یہ کشتی بھی غرق ہو جاتی اور اس کے سوار بھی قتل کر دیئے جاتے، لیکن دشمن سالارِ لشکر نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ان مٹھی بھر سرفروشوں کے سردار کو ہر قیمت پر زندہ گرفتار کرے گا، اور اسے ایک عجیب تحفے کے طور پر اپنے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے گا، چنانچہ اس آخری کشتی پر اپنے نو سپاہیوں کی مزید جانیں گنوا چکنے کے بعد اس نے قبضہ کر لیا، صہیب اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا، ساحل پر جو چند مسلمان اب تک موجود تھے، ان کے پائے ثبات میں اب بھی لغزش نہیں آئی تھی، لیکن دشمن

بیڑا ساحل پر اُترتے ہوئے ہچکچاتا تھا کہ مبادا کوئی بڑی جنگ پیش آجائے۔ اور اس کے لئے فی الحال وہ تیار نہیں تھا، وہ درحقیقت صرف کمزور پہلوؤں کا پتہ چلانے، اور آس پاس کے مقامات پر جھڑپیں کرنے کے لئے آیا تھا تاکہ اپنے بادشاہ کو جاکر رپورٹ دے، اور بعد میں ایک بڑا لشکر آکر ٹوٹ پڑے، یہ جنگ بھی اس نے نہیں چھیڑی تھی، بلکہ صہیب کی اولوالعزمی اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی تھی، اس نے اپنی طرف سے اس جنگ کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب رال سے بھری ہوئی آتشیں پچکاریاں، اس کے جہازوں پر پڑنے لگیں، اور دیکھتے دیکھتے اس کے کئی جہاز نذرِ آتش ہو گئے، اور کئی سو سپاہی لقمۂ اجل، تب وہ لڑنے پر تیار ہوا، پھر بھی اگر یہ اندازہ ہوتا کہ یہ چند کشتیاں اور مٹھی بھر سرفروش اس طرح اسے جانی و مالی نقصان پہنچائیں گے تو شاید وہ فرار کو ترجیح دیتا، لیکن جب جنگ مسلط ہو گئی، اور بھاگنے کا کوئی راستہ نہ رہا تو اس نے بھی پوری قوت صرف کر دی، اور بہت زیادہ نقصان اُٹھا کر آخر صہیب اور اس کے جانباز سپاہیوں کو زندہ گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

---

(۲)

نوگرفتار

نارمن بادشاہ رابرٹ کے سامنے صہیب پیش کیا گیا، رابرٹ نے نفرت اور حقارت سے بھرپور ایک نظر اس پر ڈالی اور اپنے سالار عسکر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا،

"تم نے اس ناپاک شخص کو قتل کیوں نہیں کر دیا؟ ہمارے سامنے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ابھی اس کی گردن اڑا دو۔"

سپہ سالار نے دست بستہ عرض کیا،

"جہاں پناہ اسے وہیں محاذ جنگ پر قتل کیا جا سکتا تھا، اور اب بھی ایک اشارہ میں اس کی گردن قلم کی جا سکتی ہے، لیکن میں نے اُسے زندہ گرفتار کیا، اگر یہ جہاں پناہ کا حلقۂ غلامی اپنی گردن میں ڈال لے، تو ہمیں دو فائدے ہوں گے ایک تو یہ کہ مسلمانوں کے اندرونی حالات معلوم ہو جائیں گے، دوسرے ایک بہادر آدمی ہمارے ساتھ ہو جائے گا جس سے ہم پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے ———

جہاں پناہ، یہ شخص ہمت و جرأت میں اپنا جواب نہیں رکھتا، میں خود بھی بہادر ہوں

لیکن مجھے تسلیم ہے کہ یہ مجھ سے بھی زیادہ بہادر ہے!

"رابرٹ نے ایک نظر صہیب پر ڈالی اور گویا ہوا،

"قیدی اگر تم ہمارے بن جاؤ تو ہم تمھیں وہ سب کچھ دیں گے جس کی کوئی انسان آرزو کر سکتا ہے، سیم وزر، اقتدار و اختیار (مسکرا کر) شراب اور عیش بلے کر ان سب کچھ! بتاؤ کیا تم ہماری یہ پیش کش منظور کرتے ہو؟

صہیب نے اکڑی ہوئی گردن کے ساتھ جواب دیا۔

"نہیں!"

رابرٹ نے اُسے گھور کر دیکھا،

"بے وقوف انسان، تم ہماری پیش کش ٹھکرا رہے ہو؟ —— ہم تمھیں غور کرنے کا موقع دیتے ہیں، ایک مرتبہ پھر سوچ لو —— !

صہیب بے پروائی کے ساتھ گویا ہوا،

"نہایت حقارت کے ساتھ میں آپ کی پیشکش ٹھکراتا ہوں، نہ میں اپنی قوم کے ساتھ غداری کر سکتا ہوں، نہ مال و دولت اور اختیار و اقتدار اور عیش و نشاط کا لالچ مجھے جادۂ حق سے منحرف کر سکتا ہے، میری زندگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ جب تک زندہ رہوں، اسلام کے راستہ میں جہاد کرتا رہوں، اور یا پھر اسی مقصد کی خاطر اپنی جان قربان کر دوں"

رابرٹ کو غصہ آگیا، اس نے اپنے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،

"قلم کر دو اس کی گردن!"

اتنے میں رابرٹ کا سالا ولیم دربار میں حاضر ہوا، رابرٹ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا، اسی لئے اپنے بیوی کی زیادہ سے زیادہ خاطر مدارات کرتا تھا ولیم کو دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا، اور تخت شاہی پر اپنے قریب ہی اُسے بٹھا لیا

اور صہیب کی طرف سے غافل ہو کر یکسوئی اور انہماک کے ساتھ باتیں کرنے لگا
یہ ولیم ایک چھوٹے سے علاقہ کا سردار تھا، یہ علاقہ سپہ گروں کا علاقہ کہا جاتا تھا،
جیونو اس کے صدر مقام کا نام تھا، یہاں کے باشندے دلیر، بہادر اور فنونِ جنگ
کے ماہر تسلیم کئے جاتے تھے، آڑے وقتوں میں ولیم اور اس کے منچلے ساتھی سپاہی
رابرٹ کے لئے سپر کا کام دیتے تھے اس لئے وہ اور زیادہ اس کا لحاظ اور
ادب کرتا تھا، رابرٹ نے ولیم سے باتیں کرتے ہوئے پوچھا۔
"آپ یکایک کیسے تشریف لے آئے؛ پہلے سے معلوم ہوتا تو آپ کا

شایانِ شان استقبال کیا جاتا!"

ولیم نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
"میرے اور آپ کے تعلقات رسمیات اور تکلفات سے بالا ہیں، کیا آپ کا محل

میرا گھر نہیں ہے؟"

رابرٹ نے جوشِ مسرت کے ساتھ کہا،
"کیوں نہیں، یہ محل آپ کا ہے، میں آپ کا ہوں، یہاں کی ہر چیز آپ کی ہے!"
ولیم رابرٹ کے اس جواب سے خوش ہو گیا، اس نے کہا،
"میرا بھی یہی خیال ہے ———— دراصل ایک عجیب پریشانی

میں گرفتار ہوں کئی روز سے!"
"وہ کیا؟" رابرٹ نے پوچھا "اگر میں کوئی خدمت کرسکوں تو بڑی خوشی ہوگی مجھے!"
"بات یہ ہے!" ولیم نے کہا "کہ میں اپنے قلعہ کی صفائی کرا رہا تھا، وہ
بہت پرانا قلعہ ہے، بہت سی عمارتیں منہدم ہو چکی ہیں، کئی ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں،
میرا مقصد یہ تھا کہ ان ٹوٹی پھوٹی اور منہدم عمارتوں کو زمین کے برابر کر دیا جائے
اور پھر جدید نئی عمارتیں بنوائی جائیں، میری لڑکی جو کیاناکو فنِ تعمیر سے بڑی دلچسپی

ہے، یہ سارا کھکھیڑ میں نے اسی کے لئے برداشت کیا تھا، وہ خود اپنی مرضی سے قلعہ کے اندر ایک نیا اور شاندار محل تعمیر کرانا چاہتی ہے ————————

"ضرور ضرور" رابرٹ نے کہا، جولیانا بڑی پیاری لڑکی ہے۔ اس کی خواہش ضرور پوری ہونی چاہیئے، جتنے مزدور درکار ہوں، سامان تعمیر کی ضرورت ہو، میری طرف سے قبول فرمایئے، جولیانا جس طرح آپ کی بیٹی ہے اسی طرح میری بیٹی بھی تو ہے!"

"ہاں کیوں نہیں؛ ولیم نے کہا "خیر یہ تو ہوتا رہے گا، لیکن اس طرف جو سوال درپیش ہے اس نے مجھے اور جولیانا دونوں کو سخت پریشان کر رکھا ہے"

"وہ کیا؟" رابرٹ نے بے تابی اور بیقراری کے ساتھ پوچھا "ضرور کوئی خاص بات ہوگی؟"

"ہاں" ولیم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ایک کھنڈر میں؟ ایک مورت ملی ہے جو سنگ مرمر کے ستون پر نصب ہے، اور اس پر یہ الفاظ کندہ ہیں کہ کل غروب آفتاب کے وقت میرے سر پر سونے کا تاج ہوگا!" میں نے اہل قلعہ سے بوڑھے اور عمر رسیدہ لوگوں سے ان الفاظ کا مطلب پوچھا، مگر کوئی بتا نہ سکا، لیکن یہ الفاظ بے معنی نہیں ہوسکتے!"

"بے معنی کیسے ہوسکتے ہیں؛ رابرٹ نے فکرمند لہجہ میں کہا، لیکن ان کا مطلب بھی کچھ سمجھ میں آیا نہیں!"

"اسی لئے تو میں یہاں آیا ہوں!" ولیم نے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ مسلمان قیدی گرفتار ہو کر آپ کے پاس آئے ہیں!"

"آپ کی اطلاع صحیح ہے!" رابرٹ نے صہیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جو چند لوگ گرفتار ہو کر آئے ہیں یہ ان کا سردار ہے، لیکن مورت کے ناقابلِ فہم الفاظ سے اور مسلمان قیدیوں سے کیا تعلق ہے، میں ذرا بھی نہیں

سمجھ سکا

"بہت گہرا تعلق ہے!" ولیم نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "یہ مسلمان عجیب چیز ہیں، لڑائی کے میدان میں مرد میدان، علم کے دیوان میں عالم و عاقل رزم گاہ میں ان کی تلوار بجلی کی طرح چمکتی ہے، بزم میں ان کی ذہانت اور فراست عجیب عجیب کرشمے دکھاتی ہے، مجھے معلوم ہے، یہ مسلمان کہانت، نجوم اور جادو کے فن میں بھی طاق ہوتے ہیں، یہ راز جس نے مجھے اور جولیانا کو پریشان کر رکھا ہے اگر حل ہو سکتا ہے تو کسی مسلمان ہی کے ذریعہ سے!"

"اگر یہ بات ہے!" رابرٹ نے صہیب کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا، "تو اس سے پوچھئے، شاید یہ کچھ مدد کر سکے!"

ولیم نے صہیب کی طرف دیکھا، جو ہتکڑی اور بیڑی میں جکڑا نہایت بے خوفی اور بے پروائی کے ساتھ ایک گوشہ میں کھڑا ہوا تھا، ولیم نے اس سے پوچھا:-

"کیوں اے مسلمان کیا تو ہماری مدد کر سکتا ہے؛ کیا تیرے علم میں کوئی ایسا مسلمان عالم ہے، جو اس راز کے چہرے سے پردہ اٹھا سکے ـــــــــ؟"

"اتنی معمولی سی بات کے لئے کسی مسلمان عالم کو زحمت دینے کی کیا ضرورت ہے؟"

ولیم حیران و ششدر ہو کر صہیب کا منہ تکنے لگا، پھر اس نے کہا،

"کیا تم ان الفاظ کا مطلب سمجھ گئے؟"

صہیب نے جواب دیا،

"بہت اچھی طرح!"

رابرٹ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا،

"تو پھر بتاؤ کیا مطلب ہے ؟"

صہیب نے کہا،

"یہ تو میں وہیں قلعہ میں جا کر بتا سکتا ہوں کہ ان الفاظ کا مطلب کیا ہے؟ میرا یہ دعویٰ بھی ہے کہ جو مطلب میں بتاؤں گا، اسے ثابت بھی کر دوں گا!"

ولیم نے بڑی آمادگی اور مستعدی کے ساتھ کہا،

"تو چلو میرے ساتھ!"

صہیب نے زہرخند کرتے ہوئے کہا،

"یوں نہیں میری ایک شرط ماننی پڑے گی آپ کو!"

ولیم نے اور زیادہ آمادگی اور جوش کے ساتھ کہا،

"تمھاری ہر شرط منظور ہے، میں تمھیں انعام دوں گا، منہ مانگا انعام!"

صہیب نے رابرٹ کی طرف دیکھتے ہوئے ولیم سے کہا،

"لیکن یہ تو کچھ بولتے ہی نہیں جنھوں نے میرے قتل کا فرمان ابھی ذرا دیر پہلے صادر کیا تھا!"

رابرٹ شرمندہ ہو گیا، اس نے کہا،

"اگر تم ان الفاظ کا صحیح مطلب بتا دو گے، اور جیسا کہ تمھارا دعویٰ ہے اسے ثابت بھی کر دو گے، تو میں بھی تمھیں منہ مانگا انعام دوں گا، اپنے مقربین بارگاہ میں شامل کروں گا، اور تمھاری زیادہ سے زیادہ قدردانی اور عزت افزائی کروں گا!"

صہیب خاموشی سے رابرٹ کی باتیں سنتا رہا، پھر گویا ہوا،

"آپ کی اس عنایت کا شکریہ، لیکن اصل قدردانی اور عزت افزائی وہ ہے جو کسی آدمی کو اس کی قوم کی طرف سے ہو، غیروں کی طرف سے جو قدردانی

اور عزت افزائی کی جاتی ہے وہ غداری کا صلہ ہوتی ہے، اور میں ایسا صلہ نہیں چاہتا!"

رابرٹ کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا، اس نے کہا،

"تم گستاخ ہو، بدتمیز ہو، بے ادب ہو، تم دو مرتبہ میری پیشکش ٹھکرا چکے ہو، میری توہین کر چکے ہو، میں پھر نہیں معاف کرتا ہوں، بتاؤ تمہاری شرط کیا ہے؛ تم کیا چاہتے ہو؟"

صہیب نے جواب دیا۔

"یہ کہ اگر میرا دعویٰ سچا ثابت ہو تو آپ مجھے رہا کر دیں اور جس جگہ میں گرفتار کیا گیا ہوں وہیں پہنچا دیں۔ ———— ————"

ولیم بڑے غور اور توجہ سے صہیب کی باتیں سنتا رہا، اس نے کہا،

"تمہاری گفتگو اور انداز کلام سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ تم بہادر اور جیالے شخص ہو لیکن میری یہ رائے بھی ہے کہ تم اول درجے کے بے وقوف بھی ہو ———— بہرحال اگر انعام میں تم صرف رہائی چاہتے ہو تو مجھے یا میرے بھائی (رابرٹ) کو کیا تامل ہو سکتا ہے، ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تم رہا کر دیئے جاؤ گے، اور وہیں پہنچا دیئے جاؤ گے، جہاں گرفتار کر کے لائے گئے تھے ————"

صہیب نے جواب میں کہا،

"تو پھر میں تیار ہوں!"

رابرٹ نے اپنے آدمیوں کی طرف دیکھا اور کہا،

"قیدی کی ہتھکڑی اور بیڑی کھول دی جائے!"

صہیب آزاد ہو گیا، ولیم نے کہا،

"تمھیں ابھی ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا!"

پھر وہ رابرٹ سے مخاطب ہوا،

"میری دلی آرزو اور تمنا یہ ہے کہ آپ بھی قلعہ تک چلے چلیں، ضرور یہ الفاظ کسی اہم راز کے آئینہ دار ہیں، کتنا اچھا ہو اگر آپ کے سامنے یہ راز بے نقاب ہو!"

رابرٹ کے دل میں خود ہی یہ آرزو کروٹ لے رہی تھی، جب سے اس نے مورت اور ان طلسمی الفاظ کا ذکر سنا تھا، اس کے دل میں تجسس کا جذبہ پیدا ہوتا تھا، پھر جب صہیب نے دعوے کے ساتھ اس راز کو حل کر دینے کا وعدہ کیا تو اور زیادہ اشتیاق پیدا ہوا کہ دیکھنا چاہیئے، ماجرا کیا ہے؟ پھر جب ولیم نے دعوت دی تو وہ رد نہ کر سکا، اس نے کہا۔

"اگر آپ کی یہ مرضی ہے تو میں بسر و چشم چلوں گا، لیکن آج آپ کو یہیں رہ کر میری دعوت قبول کرنی ہوگی، صبح ہم یہاں سے چلیں گے!"

تھوڑے سے تامل کے بعد ولیم نے یہ بات مان لی، رابرٹ نے حکم دیا۔ کہ قیدی کو نہلا دھلا کر نئے لباس سے آراستہ کیا جائے، اچھا کھانا کھلایا جائے اور صبح جب ہم ولیم کے ساتھ جو رہی جائیں، تو یہ بھی ہمارے ہم رکاب چلے، یہ کہہ کر ولیم کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر وہ محل سرا میں جانے کے لئے اٹھا،

صہیب نے کہا،

"جس سلوک کا آپ نے میرے لئے حکم دیا ہے، وہی سلوک میرے ساتھیوں کے ساتھ بھی ہونا چاہیئے، میں تنہا آپ کے ساتھ نہ جاؤں گا، میرے ساتھی بھی ساتھ ہی ہوں گے، میں ان سے بے وفائی نہیں کر سکتا، اور میرے ساتھ وہ بھی رہا ہوں گے اور جس طرح میں صقلیہ کے حدود میں واپس پہنچ جاؤں گا اسی طرح میرے ساتھی بھی

ولیم نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے صہیب کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا،

"قیدی تم دلچسپ آدمی ہو ——— بہادر، بے وقوف اور دلچسپ ———"

پھر اس نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے رابرٹ سے کہا،

"بھائی صاحب قیدی کی یہ شرط بھی مان لیجئے ——— میری خاطر سے!"

رابرٹ نے ناگواری سے لیکن مصنوعی تبسم کے ساتھ جواب دیا،

"یہ شرط بھی منظور!"

اور پھر وہ ولیم کے ساتھ محلسرا میں چلا گیا!

(۳)

بہادر قیدی

دوسرے روز تزک و احتشام کے ساتھ رابرٹ اپنے بہنوئی ولیم کے ساتھ جبونی روانہ ہوا، تیس چالیس میل کے فاصلہ پر برلبِ ساحل، یہ ایک خوبصورت اور دلفریب مقام تھا، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا، ہوا معطر اور نکہت بیز، طرح طرح کے پھول ایک طرف، اپنی خوبروئی سے جنت نگاہ بنے ہوئے تھے تو دوسری طرف آن کی نکہت بیزیاں، مشامِ جان کو معطر کر رہی تھیں، یہ ایک مختصر سی آبادی تھی۔ ولیم کے حسنِ انتظام نے اس قطعۂ ارض کو واقعی جنت کا نمونہ بنا دیا تھا، البرٹ کی رعایا ظلم کی چکی میں پس رہی تھی، نت نئے محصول، طرح طرح کی پابندیاں، اور زیادتیاں، حکام راشی اور عیش پرست، عوام مجبور اور تنگ دست، اس کے برعکس جبونی میں ہر شخص شاد اور مسرور نظر آتا تھا، کیونکہ ہر شخص اپنی شکایات لے کر ولیم کے پاس پہنچ سکتا تھا، اور ولیم کسی چیز کا اتنا دشمن نہیں تھا، جتنا ظلم کا اس کی رعایا نہ صرف اس سے خوش تھی، بلکہ اس پر فخر کرتی تھی، جب کبھی کوئی معرکہ درپیش ہوتا تو ایک اشارے پر جبونی کا ہر باشندہ اپنے فرمانروا کے

لئے جان کی بازی لگانے پر تیار ہو جاتا،

رابرٹ بست دنوں کے بعد جبونی گیا تھا، ولیم نے پہلے ہی سے ایک تیز رو قاصد کے ذریعہ اطلاع کرادی تھی، کہ اس کا شایان شان استقبال کیا جائے، چنانچہ جب رابرٹ اور ولیم کی سواری حدود شہر میں داخل ہوئی تو جبونی کے باشندوں نے دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے اتنی گرم جوشی اور تپاک کے ساتھ استقبال کیا کہ رابرٹ کے دل کی کلی کھل گئی، شہر پناہ کے دروازے پر رابرٹ کی بہن اور بھانجی، یعنی ولیم کی بیوی اور بیٹی جولیانا اور میری استقبال کے لئے موجود تھیں، جبونی کی ریاست کوئی بڑی ریاست نہ تھی، اور رابرٹ کی حکومت کے مقابلہ میں تو اس کی کوئی حیثیت نہ تھی، لیکن صدیوں سے چلی آرہی تھی، اور ولیم کا خاندان شروع ہی سے سرداری اور حکومت کے فرائض انجام دیتا چلا آرہا تھا، اس طرح ایک چھوٹی سی ریاست ہونے کے باوجود، اپنی تہذیب، اپنے رکھ رکھاؤ، اور اپنی شان کے اعتبار سے اسے آس پاس کی چھوٹی ریاستوں اور بڑی حکومتوں پر ایک گونہ تفوق حاصل تھا، پاس ہی ایک اور ریاست جنوا[1] تھی یہ جبونی پر ہر لحاظ سے فوقیت رکھتی تھی، قدامت کے اعتبار سے بھی تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بھی دولت و ثروت جاہ و جلال، خدم و حشم عظمت و شکوہ، ساز و سامان، جنگ اور حربی حیثیت سے بھی جبونی اور جنوا کے تعلقات بہت خوشگوار تھے، یہاں کا ولی عہد امبرٹو بھی رابرٹ کی آمد کا حال سنکر میری اور جولیانا کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھا

امبرٹو سے مل کر رابرٹ بہت خوش ہوا، کیونکہ اس نے صقلیہ کی اسلامی حکومت کے خلاف جو اسکیم بنائی تھی، اس کی کامیابی اور زیادہ یقینی ہو جاتی، اگر جبونی

---

[1] فرانس اور اٹلی کے بیچ میں یہ خوب صورت شہر پوری شان و شوکت کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔

اور جنوا کی چھوٹی سی، لیکن مضبوط ریاستیں اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتیں، رابرٹ نے امبر کو کو سینہ سے لگا لیا، اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا،

"تمہیں یہاں پا کر میں بہت خوش ہوا!"

امبرٹو نے ادب کے ساتھ جواب دیا،

"آپ کے استقبال کے لئے یہاں حاضر ہونا میرے لئے باعثِ فخر ہے!"

پھر البرٹ بسن کی طرف مخاطب ہوا، اس سے دو چار باتیں کر کے جولیانہ کی طرف متوجہ ہوا، اور حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوا،

"ارے جولیانا یہ تو ہے! —————— (میری سے مخاطب ہو کر) یہ ننھی سی چھوکری اتنی بڑی ہو گئی،؟"

میری ہنسنے لگی، جولیانا نے شرما کر سر جھکا لیا،

محل سرا میں پہنچنے کے بعد ولیم نے جولیانا سے صہیب اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹی یہ ہمارے مہمان ہیں، گو مسلمان ہیں، لیکن ان کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہیئے جو ایک شریف میزبان ایک شریف مہمان کے ساتھ روا رکھتا ہے!"

جولیانا کو مسلمانوں کے نام سے نفرت تھی، اس نے چڑھی ہوئی تیوری سے صہیب کی طرف دیکھا، پھر باپ سے مخاطب ہوئی،

"یہ بات ہمارے خاندانی روایات میں داخل ہے کہ مہمان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے، خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو!"

البرٹ اس فقرے پر پھڑک اٹھا، اس نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے تحسین آمیز نظروں سے جولیانا کی طرف دیکھا، پھر ولیم سے مخاطب ہوا۔

"اس شخص سے کہو کہ اپنا دعویٰ ثابت کرے، ورنہ میری تلوار یہاں بھی اس کی

گردن قلم کر سکتی ہے!"

صہیب اس موقع پر خاموش نہ رہ سکا، اس نے کہا،

"آپ میری گردن قلم کرنے پر اگر تلے ہوئے ہیں تو بسم اللہ لیکن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دھمکی اور تخویف کا یہ انداز نہ ایک فرمانروا کے شایان شان ہے، نہ میرے لئے قابل برداشت ہے آپ کے سپہ سالار صاحب اس بات کے بہترین گواہ ہیں کہ میں موت سے نہیں ڈرتا، اور اس کی گواہی بھی دیں گے کہ اگر تلوار میرے ہاتھ میں ہو تو بہت سی گردنیں آن کی آن میں قلم کرنے کا جوہر دکھانے کے فن میں میں بھی طاق ہوں!"

رابرٹ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، چہرہ تمتما اٹھا، اس کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی، ———

"گستاخ ———"

اور پھر اس کا ہاتھ قبضہ شمشیر پر پہنچ گیا، امبرٹو نے اس سے بھی زیادہ تیزی دکھائی، دفعتہً اس کی تلوار بجلی کی طرح چمکتی نظر آئی، اور قبل اس کے کہ ولیم اور دوسرے لوگ صورت حالات کا صحیح اندازہ کر سکیں، بڑی تیزی اور پھرتی سے صہیب نے امبرٹو کا پنجہ مروڑا اور تلوار چھین لی، اور اب امبرٹو کی تلوار خود اس کے سر پر شمشیر تنہا بن کر چمک رہی تھی، ایک اشارہ میں اس کی گردن قطع ہو سکتی تھی، امبرٹو اب اپنے آپ کو بالکل بے بس محسوس کر رہا تھا، موت اس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھی، اس کے شگفتہ اور شاداب چہرے پر ہراس اور دہشت کی ویرانی نظر آ رہی تھی، صہیب نے تلوار زمین پر پٹکی اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے، پھر ان ٹکڑوں کو زمین پر اس نے پھینکتے ہوئے امبرٹو سے کہا،

"مجھے بہرحال قتل ہونا ہے، اور اپنے قتل ہونے سے پہلے بڑی آسانی سے

تمھیں موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا، لیکن میں تمھیں معاف کرتا ہوں اس لئے کہ تم بزدل ہو اور تمھارا بادشاہ (البرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بھی بزدل ہے" ایک نہتے آدمی کو موت کی دھمکی دینا، ایک نہتے آدمی پر تلوار سونت لینا، بزدلی کی بدترین قسم ہے، لیکن میں ایک شریف اور بہادر (ولیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) شخص کا مہمان ہوں، مجھے اپنا قتل ہو جانا منظور ہے، لیکن اس کے گھر پر میں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتا۔ جو اس کے لئے سبکی یا شرمندگی اور ندامت کا سبب ہو!

پھر وہ البرٹ سے مخاطب ہوا،

بادشاہ سلامت صاحب میری گردن حاضر ہے، اپنے دستِ نازک کو جنبش دیجئے، اور اسے قطع کر دیجئے، آپ کا دامن بے گناہوں کے خون سے لالہ زار ہے، چند چھینٹے اور سہی!"

صہیب کا امبرٹو کے ہاتھ سے تلوار چھیننا، پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور پھر امبرٹو اور البرٹ سے اتنی بے خوفی اور جرأت کے ساتھ گفتگو کرنا، ایسا حادثہ تھا جو جیوری کے اہلِ دربار کے لئے بالکل نیا تھا وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ البرٹ جیسے باجبروت بادشاہ کو سرِ دربار اس طرح ٹوکا جا سکتا ہے، اور امبرٹو جیسے سلطان ابن سلطان کی گردن ایک دیوانے کے ہاتھ میں اس طرح آ سکتی ہے، اور ولیم جیسے آن اور شان کے سردار اور والی ریاست کے حضور میں ایک سرپھرا اجنبی یوں اپنی گستاخی اور جرأت کا مظاہرہ کر سکتا ہے، سب پر سکتہ سا طاری تھا، سب پر موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا، سب زندہ کھڑے تھے لیکن ایک بے جان مجسمہ کی طرح بے حس و حرکت،

امبرٹو کی گردن جھکی ہوئی تھی، اسے اپنی شجاعت پر، دلیری پر، سپہ گری

پر بڑا ناز تھا لیکن آج بھرے دربار میں جس طرح ایک نہتے شخص نے اس کا بھرم کھول دیا، یہ حادثہ ڈوب مرنے کے لئے کافی تھا،

البرٹ کا غصہ ابھی تک نہیں اترا تھا، وہ ہونٹ چباب رہا تھا، اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، اس کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا لیکن چہرے پر شرمندگی خفت اور ندامت کے آثار بھی موجود تھے، وہ بھی خاموش تھا ——— جیسے ہارا ہوا جواری،

نسیم آگے بڑھا، اس نے جولیانا سے ذرا درشت لہجہ میں کہا،

"اس نے تم سے کیا کہا تھا؟ ——— یہ ہمارا مہمان ہے لے جاؤ اسے!"

جولیانا نے صہیب کو اور اس کے ساتھیوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا، اور ان سب کو لئے ہوئے ہال سے نکل گئی، اس کے جانے کے بعد امبرٹو نے غصہ اور برہمی کے عالم میں کہا،

"آپ کے اس مسلمان نے میری زبردست توہین کی ہے، میں اسے معاف نہیں کر سکتا!"

البرٹ کا غصہ گو کسی حد تک دھیما ہو چکا تھا، پھر بھی اس نے کہا،

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، موت اس کے سر پر کھیل رہی ہے،

نسیم ہنسنے لگا

"بھائی صاحب ایک بار نہیں دس بار اسے قتل کیجئے، لیکن جو معاہدہ ہم کر چکے ہیں اس سے منحرف نہ ہونا چاہیئے۔!"

امبرٹو نے تیوری پر بل ڈال کر پوچھا:-

"معاہدہ؟ ——— کیا آپ نے اس بدمعاش سے کوئی معاہدہ

بھی کیا ہے ؛"

ولیم نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ،

"ہاں بیٹے ——————— اس شخص نے وعدہ کیا ہے کہ موروت کا طلسم ہم پر فاش کر دے گا ، اور ہم نے وعدہ کیا ہے کہ اسے رہا کر کے اس کے حلقہ ملک میں پہنچا دیں گے ، اگر یہ وعدہ کا سچا ثابت ہوا تو ضرور ہم بھی اپنا قول پورا کریںگے اور اگر جھوٹا ثابت ہوا تو اس کے سر پر بیک وقت تین تلواریں پڑیں گی ، تمہاری میری اور (البرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بھائی صاحب کی ——————— ! آؤ !"

اور پھر ولیم کے ساتھ یہ لوگ دربار ہال سے نکل کر محلسرا میں داخل ہو گئے !

---

(۴)

مباحثہ

جولیانا نے ایک وسیع اور کشادہ، اور آراستہ کمرہ میں صہیب کو ٹھہرایا، پاس ہی ایک دوسرا نسبتہً بڑا کمرہ تھا، اس کے ساتھیوں کے لئے مخصوص کر دیا، جہاں یہ لوگ آرام و آسائش کے ساتھ ٹھہرائے گئے،

صہیب اور اس کے ساتھیوں کو اپنے اپنے کمرہ میں چھوڑ کر جولیانا واپس چلی گئی، سہ پہر کے وقت جولیانا، گلاب کا ایک تر و تازہ پھول ہاتھ میں لئے اُسے گھماتی اور ذرا ذرا دیر کے بعد سونگھتی، صہیب کے کمرہ میں آئی، اسے دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا، ایک دل نواز تبسم کے ساتھ، جولیانا نے کہا،

"تشریف رکھیے!"

وہ بیٹھ گیا قریب ہی، جولیانا بھی ایک زر کار اور مرصع تپائی پر بیٹھ گئی، اس نے کہا،

"آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

صہیب نے جواب دیا۔

"بالکل نہیں، یہاں تو گھر سے زیادہ آرام مل رہا ہے ہم اجل رسیدہ لوگوں کو!"
جولیانا نے ایک قیامت خیز نظر سے اُسے دیکھا، پھر بولی،
"آپ جیسے لوگ کبھی نہیں مر سکتے ——————— مرنے کے بعد بھی نہیں مر سکتے، اگر مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں تو مجھے ان کے متعلق رائے بدلنی پڑے گی!"
صہیب دلچسپی کے ساتھ جولیانا کی باتیں سنتا رہا، پھر گویا ہوا،
"اب تک مسلمانوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے تھی؟"
بے پروائی کے ساتھ جولیانا نے کہا،
"بہت بری!"
صہیب نے پوچھا،
"اور اب؟"
وہ مسکرائی،
"بہت اچھی!"
صہیب نے پھر سوال کیا،
"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کیوں؟"
وہ ایک انداز دلبری کے ساتھ گویا ہوئی،
"اس لئے کہ آپ بہادر ہیں اور جو بہادر ہوتے ہیں وہ بہت اچھے ہوتے ہیں!"
"اور جو بزدل ہوتے ہیں؟"
"کم از کم میں تو ان کی عزت نہیں کر سکتی!"
"پھر پرنس امبرٹو اور کنگ البرٹ کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟"
جولیانا کا چہرہ اس سوال پر سرخ ہو گیا، اس نے کہا،
"وہ دونوں بہادر ہیں، لیکن نہ جانے کیوں آج ان سے ایک ایسی حرکت

سرزد ہوگئی جو نہ ہونی چاہیئے تھی، لیکن آپ نے بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی!"

صہیب ہنسنے لگا،

"کسر ہی تو اٹھا رکھی، ہاں اگر میں بہادر رنہ لیم کا مہمان نہ ہوتا تو واقعی کوئی کسر نہ اٹھا رکھتا!"

جولیانا نے ذرا کے ذرا نظر اٹھائی، پھر جھکا لی، اس نے کہا،

"آپ کی دلیری اور جرأت کا جو منظر میں نے آج دیکھا ہے، وہ میرے دل پر نقش ہوگیا ہے!"

صہیب نے انکسار کرتے ہوئے کہا،

"یہ آپ کی نوازش ہے!"

جولیانا بولی

"کاش آپ مسلمان نہ ہوتے!"

صہیب کھلکھلا کر ہنس پڑا،

"اگر میں مسلمان نہ ہوتا تو بہادر بھی نہ ہوتا، پھر آپ کی تحسین و تعریف کا مستحق بھی نہ ٹھہرتا!"

جولیانا نے سوال کیا،

"کیا سب مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں؟"

صہیب نے جواب دیا۔

"اس میں آپ کو شبہ کیوں ہے؟ ——————— میں تو اپنی قوم کا ایک معمولی فرد ہوں"

جولیانا ہنسنے لگی،

"اوہ اب میں سمجھی، آپ ایک قوم کے ایک معمولی فرد ہیں، اسی لئے اچھے

ہیں۔ اگر غیر معمولی یعنی بڑے فرد ہوتے تو آپ بھی لٹیرے ہوتے، قزاق ہوتے، ظالم ہوتے جیسے مسلمان ہیں"

یہ الفاظ سُنکر وفورِ غضب سے صہیب کا چہرہ تمتما اُٹھا، لیکن جولیانا، اس کے تاثرات سے بیگانہ اپنی رو میں کہے چلی جا رہی تھی؛

"میں تو جب اُن کی درندگی اور خوں آشامی کے واقعات سنتی ہوں تو لرز جاتی ہوں، یہ لوگوں کی دولت لوٹ لیتے ہیں، جس شہر کو فتح کرتے ہیں، وہاں غارت گری کا بازار گرم کر دیتے ہیں، حسین اور خوبصورت عورتوں کو گرفتار کر کے انھیں اپنے گھر میں باندی بنا کر رکھتے ہیں، یا بازاروں میں فروخت کر دیتے ہیں، غیر مسلموں پر اور خاص کر عیسائیوں پر اندھا دھند ظلم کرتے ہیں، نہ انھیں عبادت کرنے دیتے ہیں، نہ اُن کے شعائرِ مذہبی کا احترام کرتے ہیں ———— سچ کہیے گا، ایسے لوگ انسان کہے جانے کے مستحق ہیں؟"

سوال کا جواب پانے کیلئے جولیانا نے صہیب کی طرف دیکھا، تو اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ دیکھ کر وہ سہم سی گئی، اس نے دل داری کے لہجہ میں کہا

"آپ میرے مہمان ہیں، مجھے ایسی باتیں نہ کرنا چاہیے تھیں مجھے افسوس ہے!"

صہیب نے اپنی کیفیت پر غالب آتے ہوئے کہا،

"میں آپ کو قابلِ معافی سمجھتا ہوں، اس لئے کہ آپ ناواقف ہیں، جو کچھ آپ نے سُنا یاد کر لیا!"

شاید جولیانا اس وقت بحث پر تلی ہوئی تھی،

"تو کیا میں نے جو کچھ کہا وہ غلط ہے؟"

"قطعاً غلط، ایک ایک لفظ، اور ایک ایک حرف غلط!"

صہیب نے جواب دیا۔

"وہ کیونکر؟" جولیانا نے پھر سوال کیا،

صہیب نے ایک تاثر کے عالم میں کہا،

"جنھیں آپ لیٹرا، ڈاکو اور قزاق سمجھتی ہیں، وہ انسانیت کے محسن ہیں، انھوں نے آپ کی قوم پر بھی وہ احسانات کئے ہیں، جو ان کے زندہ جاوید کارنامے کی طرح ہمیشہ باقی رہیں گے۔"

جیسے کسی نہایت ہی عجیب لطیفے پر کوئی شخص بے ساختہ ہنس پڑے جولیانا اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی، پھر یہ سوچکر کہ اس طرح ہنسنا آئین تہذیب اور آداب شائستگی کے خلاف ہے اس نے دفعتہً اسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا،

"آپ داستان گو تو بڑے اچھے معلوم ہوتے ہیں!"

صہیب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا،

"اگر واقعات اور حقائق کا نام داستان ہے، تو مجھے اپنے داستان گو ہونے کا اعتراف ہے!"

جولیانا نے تبسم کی بجلیاں گراتے ہوئے کہا،

"آپ تو خفا ہوئے جاتے ہیں، اچھا آپ کی خاطر سے مانے لیتی ہوں کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں!"

صہیب قدرے جوش کے ساتھ گویا ہوا،

"شہزادی صاحبہ آپ کے اخلاق کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں، لیکن واقعات کی دنیا میں خاطر اور لحاظ سے کام نہیں چلتا، کیا آپ اس سے انکار کر سکتی ہیں کہ کئی مرتبہ مسلمانوں کے دس پندرہ ہزار کے لشکر نے عیسائیوں کی ڈیڑھ پونے دو لاکھ کی فوجوں کو شکست دی ہے"

"نہیں یہ واقعہ ہے!"

"کیا لیٹرے اور قزاق، اور ڈاکو اتنے بہادر ہوتے ہیں کہ میدان میں آ کر اپنے سے کئی گنا لشکر کو شکست فاش دیں؟ لیٹرے اور ڈاکو تو چھپ چھپ کر حملہ کرتے ہیں، اور جب موقع دیکھتے ہیں بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، کیا آپ کوئی ایک مثال بھی ایسی دے سکتی ہیں کہ مسلمان تعداد میں بے انتہا کم ہونے کے باوجود حریف کے ٹڈی دل سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوتے ہوں؟ دور کیوں جائیے، کیا خود میری گرفتاری ابھی میرے اس دعوے کا ثبوت نہیں ہے؟"

بے ساختہ جولیانا کے منہ سے نکلا،

"آپ کی گرفتاری؟"

صہیب نے کہا،

"جی ہاں ——————"

اور پھر اس نے اپنی چند کشتیوں، اور البرٹ کے بحری بیڑے کی معرکہ آرائی اور اپنی گرفتاری کی داستان از اوّل تا آخر سنا ڈالی، جولیانا ان انکشافات سے بہت متاثر نظر آ رہی تھی، بڑی توجہ سے وہ صہیب کی باتیں سن رہی تھی،

صہیب نے یہ داستان ختم کرنے کے بعد کہا،

"اگر میری گفتگو بارِ خاطر ہو رہی ہو تو خاموش ہو جاؤں، ورنہ ایک سوال کی اجازت چاہتا ہوں،؟"

جولیانا کچھ سوچتے سوچتے چونک سی پڑی، اس نے کہا،

"بڑی دلچسپی سے آپ کی باتیں سن رہی ہوں، فرمائیے کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

صہیب نے سوال کیا،

"آپ کے دیس میں یعنی سسلی کے جزیرہ میں اجیت تک مسلمانوں نے قدم نہیں

رکھا تھا، یہاں کا کیا حال تھا؟ ——— کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ غریب زیادہ سے زیادہ غریب تھے، اور امیر زیادہ سے زیادہ امیر ——— بتایئے!

وہ بولی،

"ہاں تھا ——— اور اب بھی ہے!"

صہیب نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا،

"جمنی میں اب بھی ہے جنوا میں اب بھی ہوگا اٹلی کے دوسرے شہروں میں یہی حال ہے، البرٹ کی حکومت میں یہی ہو رہا ہے، لیکن صقلیہ کے اس حصہ میں جس پر مسلمان قابض ہیں دنیا بدل چکی ہے، وہی کسان جو دن رات محنت کرنے اور اناج پیدا کرنے کے باوجود بھوکے رہتے تھے، اب اپنے کھیتوں کے مالک ہیں وہی مزدور جن سے بیگار لینا قانون کی رُو سے جائز تھا، اب اپنی محنت کا پورا پورا معاوضہ پاتے ہیں، اور وہ بھی پسینہ خشک ہونے سے پہلے، وہی عوام جو طرح طرح کے ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے، اب فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، وہی شاہی خزانہ جس کا مصرف، صرف حکمران طبقہ کے لئے تنعمات اور تعیشات کی خریداری تھا، جس کے بل پر شراب خریدی جاتی تھی، عورتیں خریدی جاتی تھیں، عیش و نشاط کے سامان فراہم کئے جاتے تھے، ہمارے ہاں بیت المال کہلاتا ہے، جس کا مالک بادشاہ نہیں، والی نہیں، عوام ہیں، جس کا ایک ایک پیسہ انہی لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کر دیا جاتا ہے، جن سے وصول کیا جاتا ہے، آپ کے ہاں بادشاہ اور سردار اور والئی ریاست کو ٹوکا نہیں جا سکتا، اس کو کسی خطا پر سزا نہیں دی جا سکتی، وہ ہر قانون سے بالا ہے، ہمارے ہاں والی، گورنر، عمال اور فرماں روا کی حیثیت صرف ایک معزز شہری کی ہے

اسے عوام ٹوک سکتے ہیں، اسے قاضی کی عدالت میں طلب کیا جا سکتا ہے، اور اگر وہ خاطی ثابت ہو تو اسے سزا بھی دی جا سکتی ہے، آپ کے ہاں کے حکام و عمال رشوت لیتے ہیں، خدا کے بجائے اپنے افسر بالا سے ڈرتے ہیں، عدل و انصاف کی مٹی پلید کرتے ہوئے اس کے اشارے پر فیصلے کرتے ہیں، ہمارے ہاں انصاف خریدا نہیں جا سکتا، ہوا اور پانی کی طرح مفت ملتا ہے، ہمارے ہاں انصاف دبایا نہیں جا سکتا، وہ سب پر بالا ہے، آپ کے ہاں امراء، رؤسا، حکام، شہزادے آزاد ہیں، جو چاہیں کریں، وہ کوئی قتل کر دیں تو ان سے باز پرس نہیں کی جا سکتی، کسی کی لڑکی، بہن یا بیوی چھین لیں، تو ان سے سرزنش کی نہیں جا سکتی، کسی کا مال لوٹ لیں تو انھیں سزا نہیں دی جا سکتی، لیکن ہمارے ہاں قانون کی نظر میں ہر شخص مساوی ہے، ہمارے آئین و قانون کی نظر میں ظالم سے بڑھ کر کوئی کمزور نہیں، اور مظلوم سے بڑھ کر کوئی طاقت ور نہیں، آپ کے ہاں معاف کیجئے گا عورتیں جائداد اور املاک کی حیثیت رکھتی ہیں، انھیں فروخت کیا جا سکتا ہے خریدا جا سکتا ہے، اسباب منقولہ کی طرح منتقل کیا جا سکتا ہے، ان کی رائے کسی حالت میں بھی ضروری نہیں، حد یہ ہے کہ انھیں نہ باپ کے ترکہ میں حصہ ملتا ہے نہ شوہر کی وراثت میں اس کا کوئی حق ہے، وہ زندہ ہیں لیکن بے جان، مگر ہمارے ہاں عورت کو وہی حقوق حاصل ہیں جو مردوں کو، وہ اپنی آپ مالک ہے، وہ خود مختار ہے، باپ، بھائی، ماں، بادشاہ قاضی اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا، وہ جس سے چاہے شادی کر سکتی ہے، جب چاہے طلاق لے سکتی ہے، باپ کے ترکہ میں بھی اس کا حصہ ہے اور شوہر کی وراثت پر بھی اس کو حق پہنچتا ہے، وہ اپنی چیز کی خود مالک ہے، جو چاہے خریدے جو چاہے بیچے، آپ کے ہاں ان لوگوں کی زندگی، جو عیسائی نہیں ہیں، موت سے بدتر ہے، کون سی بدسلوکی ہے جو ان کے ساتھ روا نہیں رکھی جاتی، کون سا ظلم ہے جو

ان پر نہیں ہوتا! ——— لیکن ہمارے ہاں غیر مسلموں کو ایک شہری کی حیثیت سے وہی حقوق حاصل ہیں، جو مسلمانوں کو، ان کے گرجا اور کلیسا آباد ہیں ان کے مذہبی معاملات میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کی جا سکتی، وہ نکاح و طلاق، اور ترکہ و میراث وغیرہ کے معاملات میں ہمارے قانون کے نہیں اپنے مذہبی قانون کے پابند ہیں، ان کے تمام معاملات انہی کے قانون کے ماتحت فیصل کئے جاتے ہیں ——— بتائیے کیا ہم پھر بھی قزاق اور لٹیرے ہیں؛ اور اگر ہیں تو دعا کیجئے ساری دنیا ہماری طرح قزاق اور ڈاکو بن جائے!"

یہ کہہ کر صہیب ہنسنے لگا، لیکن جولیانا پر اس وقت سنجیدگی طاری تھی، وہ کھوئی ہوئی سی نظر آ رہی تھی، اس نے صہیب کے قہقہے کے جواب میں کچھ ندامت اور کچھ شرمندگی کے ساتھ کہا،

"آپ نے تو آج پردہ اٹھا دیا میری آنکھوں کے سامنے سے ——— واقعی اگر مسلمان ایسے نہ ہوتے تو اتنی ذرا سی تعداد کے باوجود اتنے بڑے ملک پر کیسے قابض رہ سکتے تھے، میرا دل مجھے ملامت کر رہا ہے کہ اب تک میں نے کس درجہ غلط خیالات قائم کر رکھے تھے، اس قابلِ عزت قوم کے لئے!"

صہیب نے مسکراتے ہوئے کہا،

"بہرحال آپ کی غلط فہمی اگر میری گفتگو سے رفع ہو گئی ہے تو میں اسے اپنا ایک کارنامہ سمجھوں گا!"

جولیانا ابھی کوئی جواب نہیں دے پائی تھی کہ آہٹ ہوئی، امبرٹو سامنے کھڑا تھا، اس نے تلخ اور ترش لہجہ میں جولیانا سے کہا۔

"تم یہاں ہو؛ میں کتنی دیر سے تمہیں ڈھونڈھ رہا ہوں! ——— آؤ چلیں!"

جولیانا نے کوئی جواب نہ دیا، چپ چاپ اس کے ساتھ ہولی۔

(۵)

امبرٹو

امبرٹو جنوا کا شہزادہ تھا، بلند و بالا قد، خوب صورت ناک نقشہ پیکر اور غیور لیکن نہایت مغرور اور متکبر اپنے سامنے کسی کو خاطر میں نہ لاتا، پاس پڑوس کے کئی رجواڑے تھے، جن کی شاہزادیاں اس سے شادی کی متمنی تھیں، لیکن اس کی نخوت کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی، لیکن جولیانا کو جب پہلی مرتبہ اس نے دیکھا، تو اس کا سر پر غرور خود بخود جھک گیا، اس کا حسن و جمال، اس کا وقار، اور طرز کی دلفریب دائیں، اس کا جاں ستاں تبسم، اس کی چشم غزال، اس کا پیکر سیمیں، اس کا ناز و عشوہ، اس کا شکوہ، اس کا جلال، اس کا جمال، یہ سب چیزیں اس کے دل پر نقش ہو گئیں، وہ دل و جان سے اسے چاہنے لگا، لیکن نخوت کا جہاں تک تعلق ہے خود جولیانا بھی کسی سے کم نہیں تھی، امبرٹو کی نخوت نے اگر کسی سے ہار مانی تھی تو وہ جولیانا تھی، وہ کون ساحربہ تھا، جو اس بت پرفن کو رام کرنے کے لئے امبرٹو نے نہیں استعمال کیا، جاہ و جلال، شوکت و حشمت، دولت و ثروت، اور پھر تھک ہار کر اظہار نیاز و انکسار، لیکن جولیانا کو جیتنے میں وہ کامیاب نہ ہو سکا،

لیکن ولیم اور میری امبرٹو کو دوسری نگاہ سے دیکھتے تھے، جولیانا ان کی اکلوتی لڑکی تھی، نہایت لاڈلی اور چہیتی، اسکے مستقبل اور راحت و آسائش کا جتنا خیال انھیں ہو سکتا تھا، اور کسے ہو سکتا تھا، آس پاس کی ریاستوں کے دوسرے شاہزادوں میں وہ بات نہ تھی جو امبرٹو میں تھی، ایک تو یہ کہ اس کی ریاست اور رجبونی کی سرحدیں ملی ہوئی تھیں، دوسرے ولیم اور امبرٹو کے والد کنگ رابرٹ میں بڑے گہرے تعلقات تھے، اور ان دونوں کی یہ خواہش تھی کہ امبرٹو اور جولیانا کی شادی ہو جائے تاکہ جنوا اور رجبونی میں ناقابلِ انفصال رشتہ قائم ہو جائے، یہی وجہ تھی کہ گو جولیانا، امبرٹو کو دل سے ناپسند کرتی تھی، لیکن ماں باپ کے دباؤ کے باعث اس کی آؤ بھگت کرنے اور اس سے اخلاق و تپاک کا برتاؤ کرنے پر مجبور تھی، اپنے پندار و نخوت کے باوجود وہ اپنے آپ کو بے بس بھی محسوس کرتی تھی، وہ بہرحال ایک لڑکی تھی اور عیسائیوں میں گو ماں باپ اپنی لڑکی سے کتنی ہی محبت کریں لیکن عیسائی سماج میں عورت کا کوئی مقام نہ تھا، وہ اسبابِ منقولہ کی طرح ایک گھر سے دوسرے گھر ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل ہوا کرتی تھی، وہ جانتی تھی امبرٹو کو وہ کتنا ہی ناپسند کرے، لیکن اگر ولیم اور میری یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ اس کی شادی امبرٹو ہی سے ہونی چاہیئے، تو یہ فیصلہ بہرحال عمل میں آکر رہے گا، اور پھر ایک بات اور بھی تھی، وہ سوچتی تھی یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک لڑکی یوں ہی تجرّد کے عالم میں ساری زندگی گزار دے، اور لڑکی بھی کسی معمولی خاندان کی نہیں، ایک مشہور اور معزز ریاست کی تنہا وارث آس پاس کی ریاستوں اور رجواڑوں کے شاہزادے، صورت شکل، عادت و خصلت اور جاہ و منزلت کے اعتبار سے امبرٹو کے مقابلہ میں بالکل ہیچ تھے، گو وہ امبرٹو کو پسند نہیں کرتی تھی، لیکن ملحقہ ریاستوں کے شہزادوں ہی میں سے اگر وہ کسی کا انتخاب کرنے پر مجبور ہوتی تو امبرٹو

کے سوا کسی اور کے حق میں وہ فیصلہ نہیں کر سکتی تھی ــــــــــــــ اندھوں میں کانا راجہ ہی سب کچھ ہوتا ہے، انہی تمام باتوں پر غور و خوض کرنے کے بعد وہ امبر ٹو کی آؤ بھگت اور اس سے اچھا سلوک کرنے پر اپنے تئیں مجبور پاتی تھی، اگرچہ اس کے انداز و اطوار اور طرز تکلم سے یہ بات ظاہر ہو ہی جاتی تھی کہ یہ ساری راہ و رسم اور اخلاق و تپاک مارے باندھے کا معاملہ ہے، اس میں دلی لگاؤ، اور ربط و تعلق کا گزر نہیں، کبھی کبھی امبر ٹو اسے محسوس بھی کر لیتا، اور چبھتے ہوئے سوالات کرنے لگتا، کبھی اپنی غلط فہمی پر محمول کرتا، اور خود در گزر کر دیتا، لیکن دونوں صورتوں میں جولیانا بے لچک ثابت ہوتی، اس کے طرز عمل اور اطوار و انداز میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی،

امبر ٹو جولیانہ کے ساتھ ساتھ محلسرا کے باغ میں پہنچ گیا وہ گلاب کے ایک درخت کے پاس کھڑی ہو گئی، امبر ٹو نے ایک پھول توڑا، اور اس کے بالوں میں لگاتے ہوئے کہا

"اپنی خوش قسمتی پر کتنا ناز کر رہا ہوگا یہ پھول!"

جولیانا مسکرانے لگی، امبر ٹو نے پوچھا،

"اس قیدی سے کیا باتیں کر رہی تھیں تم؟"

وہ زیر لب تبسم کے ساتھ گویا ہوئی،

"اس کی داستان حیات سن رہی تھی!"

امبر ٹو کی تیوری پر بل پڑ گئے،

"میری سمجھ میں نہیں آتا، اس کی اتنی خاطر کیوں ہو رہی ہے؟ آخر اس عورت کے الفاظ میں کون سا جادو ہے، جس کا طلسم کھول کر ہمیں نہال کر دے گا!"

جولیانا نے سنجیدگی کے ساتھ کہا،

"یہ تو میں نہیں جانتی کہ وہ کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا، لیکن اتنا

تو ماننا پڑے گا کہ آدمی بہادر ہے !"

امبرٹو بھڑک اٹھا،

"وہ بہادر ہے ؟"

جولیانا مسکرائی

"کم از کم آپ کو تو اس کی بہادری میں شبہ نہ ہونا چاہیئے !"

امبرٹو جھینپ گیا،

"میں نے صرف اس لئے اس کی جان بخشی کر دی کہ تمھارے والد اس کی طلسم کشائی سے محروم نہ رہ جائیں، لیکن جس روز یہ مورتی کے الفاظ فاش کرے گا، اسی روز اس کی گردن خاک و خون میں لوٹتی ہوئی نظر آئے گی !"

جولیانا نے ذرا سخت لہجہ میں کہا،

"وہ ہمارا مہمان ہے اور ہم اپنے مہمان کی حفاظت کرنا جانتے ہیں !"

امبرٹو نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور نرم لہجہ میں کہا،

"خفا ہو گئیں تم ؟"

جولیانا نے سرد مہری کے ساتھ جواب دیا،

"پھر آپ ایسی بات کیوں کرتے ہیں ؟"

امبرٹو نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا،

"تم نہیں جانتیں یہ مسلمان کیسے بدکردار ہوتے ہیں، صفحۂ عالم سے ان کا وجود حرف غلط کی طرح ہٹ جانا چاہیئے !"

جولیانا نے ذرا آہستہ لہجہ میں جواب دیا،

"مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے، ضرور مسلمانوں کا وجود صفحۂ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹ جانا چاہیے، لیکن اس کا فیصلہ میدان جنگ میں ہو سکتا ہے، ولیم کے محل

میں اگر ایک نہتا آدمی وعدہ خلافی کر کے قتل کر دیا جائے تو مسلمان ختم نہیں ہو جائیں گے ہاں ہماری عہد شکنی، غداری، اور بے وفائی ہمیشہ کیلئے ہمارے منہ پر کالک ضرور لگا دے گی!"

امبرٹو سمجھ گیا، اگر بات بڑھی تو جولیانا بالکل خفا ہو جائے گی، اس نے کہا،

"میرا مطلب یہی تھا ———— ہم میدان جنگ میں اس قوم کا خاتمہ کرینگے، اور تمھیں یہ خوشخبری سنانے میں کوئی مضائقہ نہیں، کہ میرے والد ایک بڑا لشکر اس مقصد کے لئے تیار کر رہے ہیں اور کنگ رابرٹ بھی اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دیں گے، اور یقیناً تمھارے والد بھی، جو اپنی بہادری اور شجاعت میں جواب نہیں رکھتے، ہمارے دوش بدوش میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دینگے!"

جولیانا کی تیوریاں اب تک چڑھی ہوئی تھیں، اس نے کہا،

"ہاں ٹھیک ہے، ———— جنگ سے بڑھ کر فیصلہ کن کوئی چیز نہیں اور جس روز آپ اور آپ کے ساتھی اس قوم کو حرفِ غلط کی طرح صفحۂ وجود سے مٹا کر واپس آئیں گے، سب سے پہلے میں مبارکباد دوں گی، اگرچہ مجھے شبہ ہے کہ یہ سعادت مجھے حاصل ہو سکے گی یا نہیں؛

امبرٹو کی پیشانی پر بل آگیا، اس نے پوچھا،

"یہ شبہ کیوں ہے تمھیں؟"

وہ بولی،

"اس لئے کہ اگر مسلمان واقعی ایسے ہی لقمۂ تر ہوتے، جیسا آپ سمجھ رہے ہیں تو اپنے وطن سے نکل کر اتنے دور و دراز مقام پر آکر، حکمرانی نہ کرتے، اور ایک اتنے بڑے خطہ کو زیر نگیں نہ بنا لیتے؟"

امبرٹو نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں قائل ہو گیا، واقعی یہ شخص جادوگر ہے!"

جولیانا نے پوچھا

"یہ کیوں کر جانا آپ نے؟"

امبرٹو نے جواب دیا،

"تم سے بڑھ کر مسلمانوں کا دشمن کون تھا؛ لیکن آج میں دیکھ رہا ہوں، رنگ بدلا ہوا ہے، مسلمانوں کے بارے میں تمہارا رویہ بالکل بدل گیا ہے، یہ اگر اس جادوگر کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے؟"

جولیانا چلتے چلتے ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی، اس نے کہا،

"اس طرح کی باتیں نہ کیجئے ——— آپ کو اب تک میری طبیعت کا اندازہ نہیں ہو سکا، کیا آپ طنز و تعریض کی باتیں کر کے میری رائے بدل سکتے ہیں؟ اگر میری رائے میں مسلمان بُرے ہیں، تو آپ کے کہنے یا اثر سے میں نے یہ رائے نہیں قائم کی ہے، اور اگر میں مسلمانوں کو اچھا سمجھتی ہوں، تو بھی یہ میری رائے ہے، اور ہر طرح کے اثر سے آزاد، آپ اس سے اتفاق کریں یا اختلاف مجھے اس کی کوئی پروا نہیں،

امبرٹو نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے زیر لب تبسم کے ساتھ کہا،

آخر اس قدر جلد خفا کیوں ہو جاتی ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے غصہ ناک ہی پر رکھا رہتا ہے ——— اچھا چھوڑو یہ باتیں آج کنگ رابرٹ کے اعزاز میں شاندار جشن منعقد ہو رہا ہے، اور بھی بہت سی خواتین موجود ہوں گی تم ان میں اس طرح نظر آؤ گی جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چاند ——!

(۶)

طلسم

دو تین روز رابرٹ کی دعوت میں بڑی مصروفیت کے گذرے، ولیم نے اس کی خاطر داشت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، ایک سے ایک پری پیکر اور حسین بر رقاصہ اور مغنیہ موجود محفلِ طرب جمی ہوئی، شراب کا دور چل رہا ہے اور قہقہوں کا شور بلند ہو رہا ہے،

چوتھے روز رابرٹ نے کہا

"بہت سے ضروری امور سلطنت سرانجام دینا تھے جنھیں چھوڑ کر آپ کی خاطر سے ہم یہاں آگئے، اب ہمیں کل یہاں سے ضرور رخصت ہو جانا چاہیئے!"

ولیم نے اصرار کیا،

"چند روز تو اور رہیئے، کتنے دنوں کے بعد آپ کی سواری آئی ہے، یہاں تک!"

رابرٹ نے معذرت کرتے ہوئے کہا،

"ضرور رہ جاتے، لیکن بعض بہت اہم امور ہماری توجہ کے محتاج ہیں ——

پھر جیسے یکایک کوئی بات یاد آگئی ہو، کہنے لگا،

"کہاں ہے وہ مسلمان قیدی؟ اس نے اس طلسمی مورت کے بارے میں کچھ بتایا"
ولیم نے اسی وقت صہیب کو بلوایا اور اس سے گویا ہوا،
"ہمارے محترم اور قابل صد اکرام، بھائی کنگ رابرٹ کل واپس جا رہے ہیں مگر تمہارا وعدہ اب تک تشنۂ تکمیل ہے، ہم چاہتے ہیں ان کی موجودگی میں ان پراسرار الفاظ کا مطلب بتاؤ، جو مورت کے حلقہ میں کندہ ہیں!"

صہیب نے جواب دیا۔
"جب تک میں مورت کو نہ دیکھ لوں کیا عرض کر سکتا ہوں؟"
اسی وقت ولیم، رابرٹ، امبرٹو، امیری، جولیانا اور دوسرے حاشیہ نشین اور امرائے دربار قلعہ کے اس کھنڈر کی طرف گئے، جہاں سنگ مرمر کے ستون پر ایک مورت نصب تھی، اور جس کے گرد کانسی کا ایک حلقہ تھا، جس پر یہ الفاظ کندہ تھے:
"غروب آفتاب کے وقت میرے سر پر سونے کا تاج ہوگا!"
ولیم نے ان الفاظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،
"بتاؤ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟"
صہیب مسکرایا، اس نے پوچھا،
"بتاؤں یا دکھاؤں"؟
ولیم نے جواب دیا۔
"ہم دیکھنا بھی چاہتے، اور معلوم بھی کرنا چاہتے ہیں!"
صہیب نے کہا،
"تو پھر آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا ہوگا!"
رابرٹ خاموش نہ رہ سکا، اس نے کہا۔
"شاید تم ٹالنا چاہتے ہو، اگر نہیں جانتے تو اپنے عجز کا اعتراف کرلو!"

صہیب کے ہونٹوں پر اب بھی تبسم کھیل رہا تھا، اس نے کہا،
جہاں پناہ ———— میں ان الفاظ کا مطلب بتاؤں گا بھی، اور دکھاؤں گا بھی، لیکن دو گھنٹے کے بعد!"

رابرٹ نے پوچھا،
"دو گھنٹے کے بعد کیوں؛ ابھی کیوں نہیں؛ کیا دو گھنٹے کے بعد آسمان سے وحی اُترے گی؟"
صہیب نے متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کہا،
"جب تک غروب آفتاب کا وقت نہ آجائے، میں کچھ نہیں کہہ سکتا، اس کے بعد ہی ان الفاظ کا مطلب آشکارا ہو سکتا ہے!"
امیر ثواب تک خاموش تھا۔ اس نے کہا،
"یہ دو گھنٹے ہم یہیں گذار لیں گے لیکن اس مدت کے گذرنے کے بعد اگر تم نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو زندہ نہ رہ سکو گے ————"
صہیب کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ اس نے کہا،
"شہزادہ والا جاہ آپ زندگی کو اس قدر قیمتی اور موت کو اس درجہ بھیانک چیز کیوں سمجھتے ہیں، یقین کیجئے، آپ کو زندگی کی اتنی ہوس نہیں ہے جتنا مجھے موت کا اشتیاق ہے، لیکن یاد رکھئے، میں اکیلا نہیں مروں گا، اس سفر میں دو چار مسافر ضرور اپنے ساتھ لے جاؤں گا ممکن ہے اس میں آپ بھی ہوں، !"
رابرٹ نے اپنے غصہ کو دباتے ہوئے کہا،
"پرنس امیر تو خاموش ہو جاؤ، ہم جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانا چاہتے ہیں، اس کی بتائی ہوئی مدت ابھی تھوڑی دیر میں ختم ہو جائے گی، اس کے بعد خود ہی جو کچھ ہونا ہے ہو جائے گا،
امیر تو خاموش ہو گیا، لیکن نہایت بدمزگی اور برہمی کے ساتھ، ولیم نے یہ وقت

دلچسپ لطیفے سنانے میں صرف کیا، تاکہ فضا کی تلخی کم ہو جائے، میری اور جولیانا بھی ان لطیفوں میں حصّہ لیتی رہیں، تھوڑی دیر کے بعد، امبرٹو کا مزاج بھی راہ راست پر آ گیا، جب آفتاب لبِ بام پہنچا تو ولیم نے ایک مرتبہ پھر صہیب کو یاددہانی کرائی ——

"غروب آفتاب کا وقت آ گیا صہیب اُٹھ کھڑا ہوا، اور جس جگہ مورت کا سایہ تھا، وہاں جاکر زمین پر اس نے ایک نشان بنایا، پھر ولیم سے کہا

"مزدوروں کو حکم دیجئے، یہاں سے کھدائی کریں!"

رابرٹ ہنسنے لگا،

"قیدی کچھ تمہارا دماغ چل گیا ہے، یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟"

صہیب نے اُسی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کہا،

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ رہا ہوں، اگر آپ حضرات بھی اس مطلب کو سمجھنا اور اس کا نتیجہ دیکھنا چاہتے ہیں، تو یہاں کی زمین کھدوا دیجئے!"

ولیم نے اپنے ایک آدمی کو حکم دیا کہ چند مزدور بلا لائے، فوراً ہی وہ آن موجود ہوئے، اور کھدائی شروع ہو گئی، تھوڑی دیر کے بعد کدال کسی آہنی چیز سے ٹکرائی، مزید کھدائی کی گئی تو ایک بہت بڑی دیگ برآمد ہوئی، جس میں اشرفیاں بھری ہوئی تھیں[1] —— !

پھر ایک دوسری نسبتہً چھوٹی دیگ ملی، یہ نہایت قیمتی ہیروں سے لبالب بھری ہوئی تھی، کروڑوں روپے کا یہ خزانہ دیکھ کر صرف ولیم اور میری ہی کی نہیں

[1] مولانا سید سلیمان نے "تمدن عرب" میں یہ واقعہ پوری تفصیل سے درج کیا ہے۔
ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸۱ - ۲۸۴

رابرٹ اور امبرٹو کی بھی آنکھیں کھل گئیں، اور رال ٹپکنے لگی اب تحسین اور احترام کی نظروں سے صہیب کو دیکھنے لگے، الفاظ نہیں ملتے تھے کہ اس کی تعریف کریں، اس کا شکریہ ادا کریں، آخر رابرٹ اٹھا، اس نے ممنون لہجہ میں صہیب سے کہا،

"تم واقعی بہت اچھے اور بڑے قابلِ قدر آدمی ہو، تمہارا یہ علم تمہاری فراست ہر اس شخص کے لئے باعثِ صد افتخار ہے، جسے تمہاری رفاقت حاصل ہو، تم ہر انعام کے، ہر اعزاز کے مستحق ہو ——————— بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ جو مانگو گے پاؤ گے!"

صہیب نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔

"اس ذرہ نوازی کا شکریہ قبول فرمایئے۔"

ولیم نے جوش کے عالم میں کہا،

"اس خزانہ میں سے جتنی اشرفیاں اور جتنے ہیرے چاہو لے لو

صہیب نے شانِ استغنا کے ساتھ جواب دیا،

"آپ کی اس عالی ظرفی اور جذبہ کرم کا میں تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، آپ نے جس اخلاق اور شرافت کے ساتھ مجھے مہمان رکھا، اسے میں زندگی بھر یاد رکھوں گا لیکن مجھے نہ اشرفیاں درکار ہیں، نہ ہیرے، میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ ایفاء وعدہ کریں، مجھے رہائی عطا کریں اور صقلیہ پہنچا دیں!"

ولیم نے حسرت و آرزو کے لہجہ میں کہا،

کاش تم نے ہم سے دولت مانگی ہوتی، عہدہ اور منصب مانگا ہوتا، ہر چیز ہم تمہارے قدموں پر نچھاور کر دیتے، تم نے اس خزانہ کا بڑے سے بڑا حصہ طلب کر لیا ہوتا، ہم خوشی سے دے دیتے، لیکن تم ہم سے وہ چیز مانگ رہے ہو جسے دیتے ہوئے ہمیں دکھ ہو رہا ہے، کاش تم ہمارے پاس سے نہ جاتے

صہیب نے ایک مرتبہ پھر احترام کے طور پر گردن جھکائی، پھر بڑے شائستہ انداز میں کہا،

"آپ کی اس کرم گستری کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں، نہ زبان کام دیتی ہے نہ الفاظ!"

میری نے پوچھا:-

"گویا تم واپس جانے پر بہ ضد ہو؟"

ولیم نے سوال کیا،

"ہماری پیشکش کی تمہاری نظر میں کوئی وقعت نہیں؟ ——————

—————— خیر اگر تم جانے پر مصر ہو تو ہم اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے ——

—————— لیکن ایک ہفتہ کے بعد، کم از کم ایک ہفتہ تک تمہیں ہمارا مہمان بن کر یہاں رہنا ہوگا، تم سے ابھی ہماری طبیعت بھری نہیں ہے، اس کے بعد پھر تم کہاں اور ہم کہاں؟ پھر شاید ہی کوئی ایسا موقع ملے کہ ہم ایک دوسرے سے مل سکیں، لہٰذا کم از کم ایک ہفتہ تو ہم ایک دوسرے کو پہچاننے اور سمجھنے کی کوشش میں صرف کر دیں ——————

میری بولی،

"اور ممکن ہے اس عرصہ میں تمہاری رائے بدل جائے، اور تم مستقل طور پر ہمارے مہمان بن جانے پر آمادہ ہو جاؤ"

صہیب نے کوئی جواب نہیں دیا، مسکرا کر گردن جھکالی،

تھوڑی دیر کے بعد یہ مجلس برخاست ہوگئی، صہیب مہمان خانہ میں چلا گیا، اور خاندان شاہی کے افراد محلسرا میں!

---

(۷)

کردار

صہیب کی شجاعت و دلیری اور کردار و سیرت کا سکہ تو ولیم کے خاندان پر بیٹھ ہی گیا تھا، لیکن جس عالی ظرفی اور استغناء کے ساتھ اس نے دینے میں کوئی حصہ لینے سے انکار کر دیا تھا، اس واقعہ نے اور زیادہ اس کی قدر و منزلت بڑھا دی، دوسرے روز ولیم نے لطف و استمالت کے ساتھ اسے بتایا کہ اگلے ہفتہ ایک جہاز جا رہا ہے، اس پر وہ روانہ کر دیا جائے گا، صہیب نے شکریہ ادا کیا، اور آنے والے ہفتہ کا انتظار کرنے لگا کہ کب اس کفرستان سے نکل کر وہ اپنے پاکستان کی سرزمین پر پہنچے گا۔

وہ ہفتہ ختم ہونے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے، وہ اس سوچ میں بیٹھا تھا کہ جولیانا آ گئی، اسے دیکھ کر سرو قد تعظیم کو کھڑا ہو گیا، اور جب تک وہ بیٹھ نہیں گئی کھڑا رہا، جولیانا نے بیٹھتے ہوئے کہا،

"آخر آپ مجھے آتا دیکھ کر کھڑے کیوں ہو جاتے ہیں ؛ کیا آپ چاہتے ہیں کہ نہ آیا کروں ؟"

صہیب نے جواب دیا۔

"کھڑا اس لئے ہوتا ہوں کہ آپ عزاز و اکرام کی مستحق ہیں، رہا آپ کا تشریف لانا تو اگر اسے خوشامد نہ سمجھا جائے، تو میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ لمحے جو آپ کے ساتھ بسر ہوتے ہیں، میری زندگی کے یادگار اور خوش گوار ترین لمحات ہوتے ہیں!"

جولیانا کے چہرے پر سرخی کی ایک لہر سی دوڑ گئی، وہ چپ چاپ بیکرِ حجاب و ادا بنی بیٹھی تھی اور صہیب کہہ رہا تھا،

"اپنی حیثیت پر اور آپ کی شخصیت پر غور کرتا ہوں، تو حیرت ہوتی ہے ایک قیدی کے ساتھ لیڈی اور قزاق قوم کے ایک فرد کے ساتھ، اس شخص کے ساتھ جسے آپ کے خاندان کے اکثر افراد دشمن سمجھتے ہیں، اس شخص کے ساتھ جس کے قتل کا حکم کئی مرتبہ صادر ہو چکا ہے، جس کے قتل کے لئے کئی مرتبہ تلواریں نیام سے باہر نکل چکی ہیں، آپ نے جس مہر و عنایت کا برتاؤ کیا، جس اپنائیت کے ساتھ مہمانداری کے فرائض انجام دیئے، جس کرم فرمائی کا مظاہرہ کیا، جس طرح اُسے انسان سمجھا اور اس کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ روا رکھا، اگر میں اسے بھول جاؤں تو مجھ سے بڑھ کر احسان فراموش اور کون ہو گا؟ اگر میں اسے یاد نہ رکھوں تو مجھے اپنے وجود سے شرم آنے لگے گی، پھر یہ زندگی میرے لئے بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گی!"

جولیانا صہیب کی باتیں چپ چاپ بیٹھی سن رہی تھی۔

——— کبھی اس کا رنگ رُخ سُرخ ہو جاتا، کبھی شرم کی ایک ہلکی سی لکیر اس کے رخسارِ تاباں پر نمایاں ہو جاتی، کبھی اس کے گلاب کی پتی کی طرح نرم و نازک ہونٹوں پر تبسم کی خفیف سی جھلک نمودار ہوتی، کبھی اس کی آنکھوں سے فکر و تشویش

کے آثار ظاہر ہونے لگتے، کبھی ایسا معلوم ہونے لگتا، کچھ کہنا چاہتی ہے، لیکن خاموشی کو ترجیح دیتی ہے، کبھی ایسا اندازہ ہوتا ہے یہ الفاظ اس کے دل میں تیر کی طرح ترازو ہو رہے ہیں، کبھی وہ پہلو بدلنے لگتی، کبھی اپنے ناخنوں کا معائنہ کرنے لگتی، کبھی زمین پر اس کی نگاہ جم جاتی، کبھی در و دیوار کو تکنے لگتی، ——— اور کبھی کبھی دزدیدہ نگاہ سے صہیب کو دیکھنے لگتی،

صہیب کی گفتگو کا سلسلہ ختم ہوا، تو اس نے کہا،

"میرا دل یہ ماننے سے انکار کر رہا ہے کہ آپ جھوٹ بول سکتے ہیں، پھر بھی یہ سوال کھٹک رہا ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا اگر سچ ہے تو پھر یہاں سے واپس جانے کے لئے آپ اتنے بے تاب کیوں ہیں؟ یہاں رہتے ہوئے اتنے گھبراتے کیوں ہیں؟ وہاں آپ صرف سپاہی ہیں، یہاں آپ کو ہر رتبہ اور منصب مل سکتا ہے، پھر بھی آپ اپنی ضد پر قائم ہیں!"

قبل اس کے کہ صہیب جواب میں کچھ کہتے، کچھ رکتے اور جھجکتے ہوئے وہ پھر گویا ہوئی!"

میں سمجھ گئی، آپ کے اس اصرار کا راز کیا ہے؟ یقیناً آپ کسی سے محبت کرتے ہیں، اور وہ محبت کا بلاوا ہے جو آپ کو کھینچ رہا ہے،

"آپ غلط سمجھیں!" صہیب نے کہا،

"یعنی ———؟ جولیانا نے پوچھا،

"یعنی یہ کہ" صہیب نے کہا، "جب تک جنوا کی سرزمین پر میں نے قدم نہیں رکھا تھا، صرف محبت کے لفظ سے واقف تھا، اس کے مفہوم سے آشنا نہ تھا اب میں جا رہا ہوں، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اب ہماری ملاقات پھر کبھی نہ ہو سکے گی ہماری منزلیں جدا ہیں، ہمارے راستے الگ ہیں، لیکن آپ کو ہمراز بنا کر ایک

بات کان میں کہتا ہوں، سن لیجئے ——— یہاں آکر محبت کا تیر میرے دل میں پیوست ہوتا ہے، اور یہ زندگی کی آخری سانس تک اسی طرح پیوست رہے گا!"

جولیانا خاموش بیٹھی تھی، اس پر تاثر کی ایک عجیب کیفیت طاری تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا وہ سخت ذہنی کشمکش میں مبتلا ہے، صہیب نے اُسے خاموش دیکھ کر دل گرفتہ آواز میں کہا۔

"میں شرمندہ ہوں کہ یہ الفاظ میری زبان پر آگئے، یہ راز مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہیئے تھا، شاید مجھ سے بہت بڑی گستاخی سرزد ہوگئی ہے، میرا ارادہ آپ کی توہین کرنے کا ہرگز نہ تھا، اپنی حیثیت اور آپ کے مرتبہ سے میں واقف ہوں، ہمارے راستہ میں جو ناقابلِ عبور خلیج ——— ہے، اس سے بھی میں ناواقف نہیں ہوں، میں جانتا ہوں، میرے دل میں محبت کا جو پودا نشوونما پا رہا ہے، وہ کبھی سرسبز اور بارآور نہیں ہو سکتا، لیکن یہ جانتے ہوئے بھی میں محبت کرتا ہوں، اور کرتا رہوں گا، کم از کم میرے اس حق کو نہ چھینیئے!"

یہ کہتے کہتے صہیب کی آواز لرزنے لگی،

جولیانا نے اس سے زیادہ لرزتی ہوئی آواز میں کہا،

"محبت نہ حیثیت کو دیکھتی ہے نہ مرتبے کو، اور پھر آپ اس قدر زیادہ خاکساری اور انکساری پر کیوں مائل ہیں؟ آپ کو خدا نے جو صفات عطا کئے ہیں ان پر کسے رشک نہ آئے گا، آپ نے میری توہین نہیں کی ہے، میرے دل کے تاروں کو چھیڑا ہے، جس طوفان کو میں کئی دن سے روک رہی تھی، اس کا بند آپ نے توڑ دیا، اور واقعی یہ اچھا نہیں کیا ———

——— ———"

اور پھر دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر وہ تیزی سے باہر نکل چلی گئی ، صہیب کی نگاہوں نے اس وقت تک اس کا تعاقب کیا ، جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی ا اور پھر کھڑکی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ، سمندر کا دل کشا منظر آنکھوں کے سامنے تھا ، شاید اس کی سر بفلک موجوں سے وہ ان لہروں کا مقابلہ کر رہا تھا ، جو اس کے دل میں اٹھ رہی تھیں ، !

(۸)

ہائے مجبوریاں محبت کی

سارا دن گذر گیا مگر جولیانا صہیب کے کمرے میں نہیں آئی!

یہ بات معمول کے خلاف تھی، وہ اکثر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مزاج پرسی اور دریافتِ احوال کے لئے آیا کرتی تھی اور جب آتی تھی تو دیر تک بیٹھتی تھی، مگر آج اس نے اس طرف جھانکا تک نہیں۔

صہیب سخت پریشان تھا، اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے اور اندیشے پیدا ہو رہے تھے لیکن وہ خاموش تھا، نہ کسی سے جولیانا کے بارے میں پوچھ سکتا تھا نہ اُسے بلا سکتا تھا، نہ خود اس کے پاس جا سکتا تھا ——————

ہائے مجبوریاں محبت کی،

ناشتے اور کھانے کے وقت تو جولیانا کی موجودگی لازمی تھی، گو وہ خود اس کے ساتھ نہیں کھاتی تھی، لیکن اس موقع پر ضرور آن موجود ہوتی تھی اور اصرار کر کر کے اُسے زیادہ سے زیادہ کھانے پر مجبور کر دیا کرتی تھی، مگر آج نہ وہ صبح کے ناشتے پر آئی، نہ دوپہر کے کھانے پر، صہیب کا دل بھی اتنا بجھا ہوا، اور ملول و افسردہ

تھا کہ نہ ناشتے کی طرف رغبت ہوئی نہ کھانے کی طرف، حسبِ معمول غلام آیا، ناشتہ رکھ کر چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد جب برتن واپس لینے آیا تو ناشتہ اسی طرح رکھا تھا، اس نے پوچھا:-

"آپ نے ناشتہ نہیں کیا آج ———— ؟"

صہیب نے جواب دیا،

"کچھ طبیعت خراب سی ہے!"

اس نے خاموشی سے برتن اٹھائے اور چلا گیا،

صہیب کبھی اپنے بستر پر بیٹھ جاتا، کبھی ٹہلنے لگتا، کبھی کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر سمندر کی اچھلتی اور رقص کرتی موجوں کا تماشہ دیکھنے لگتا، کھڑے کھڑے پاؤں تھک جاتے تو پھر آکر اپنی جگہ بیٹھ جاتا، یہاں تک کہ دوپہر کے کھانے کا وقت آگیا، غلام خوانِ نعمت لے کر حاضر ہوا، رکھا اور چلا گیا، صہیب نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، وہ اسی طرح غرقِ تفکر چپ چاپ بیٹھا رہا، پھر جب دوبارہ غلام واپس آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سارا کھانا اسی طرح رکھا ہے، پھر اس سے ضبط نہ ہو سکا، اس نے کچھ تامل کے بعد کہا،

"آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا میرے آقا!"

صہیب نے نرمی اور ملاطفت کے ساتھ جواب دیا،

"کیا کروں، طبیعت اب تک بھاری ہے، کھاؤں گا تو اور زیادہ خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے، سفر سر پر سوار ہے، دو ایک روز میں روانہ ہونے والا ہوں، بیمار پڑ گیا تو اور مصیبت ہو گی!"

لیکن اس جواب سے غلام کی تشفی نہ ہوئی، اس نے کہا،

"زیادہ نہیں دو چار لقمے کھا لیجئے!"

صہیب نے شفقت بھری نظروں سے اُسے دیکھا اور کہا،

"بالکل بھوک نہیں ہے!"

غلام نے زیادہ بحث کرنا مناسب نہ سمجھا، اور برتن اُٹھا کر واپس چلا گیا، اس کے جانے کے بعد صہیب پھر اپنے خیالات میں کھو گیا،

وہ انہی خیالات میں گم صم بیٹھا تھا کہ ولیم اندر داخل ہوا، میری بھی اس کے ساتھ تھی صہیب نے ان دونوں کا استقبال کیا، ولیم نے کہا،

"کل تمھیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیئے تھا، لیکن موسم خراب ہے المذا جہاز دو تین روز کی تاخیر سے روانہ ہو گا ——— تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

صہیب نے جواب دیا۔

"قدرت کی پیدا کی ہوئی مجبوریوں کے سامنے انسان بے بس ہے ——— کوئی حرج نہیں دو تین روز بعد سہی!"

میری نے صہیب کے چہرے کا بہ نظر غائر جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"تم کچھ افسردہ اور ملول سے نظر آرہے ہو کیا بات ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں کبھی کبھی ایسا ہو جایا کرتا ہے!" صہیب نے کہا،

"اگر کوئی تکلیف یا شکایت ہو تو بے تامل اس کا اظہار کر دو تم ہمارے بہت عزیز مہمان ہو، تمھیں دلگیر دیکھ کر ہمارا دل کڑھتا ہے!" ولیم نے کہا،

"آپ نے جس اخلاق اور تپاک کا میرے ساتھ برتاؤ کیا ہے، اُسے تا زندگی یاد رکھوں گا، یہاں تو مجھے گھر سے زیادہ آرام ملا ہے، تکلیف یا شکایت کیسی ———؟" صہیب نے کہا۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دربان حاضر ہوا، اس نے ولیم سے مخاطب ہو کر عرض کیا،

"حضور! کنگ البرٹ کا تیز رو قاصد حاضر ہوا ہے، وہ ابھی اور اسی وقت حضور والا سے ملنا چاہتا ہے، چہرے بشرے سے ایسا اندازہ ہوتا ہے جیسے کوئی بہت ہی اہم معاملہ ہے ——————

ولیم اٹھ کھڑا ہوا،

"چلو،!"

پھر وہ صہیب سے مخاطب ہوا،

"تو پھر ہم یقین کرلیں، تمھاری پژمردگی ہماری کسی کوتاہی کے سبب نہیں ہے؟"

صہیب نے گردن جھکا کر عرض کیا،

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، یہی واقعہ ہے!"

ولیم اور میری واپس چلے گئے،

---

(۹)

دلِ گرفتہ اور مضمحل

ولیم کے جانے کے بعد صہیب پھر کھڑکی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور سمندر کا نظارہ کرنے لگا، یہاں تک کہ رات کی تاریکی پھیل گئی، غلام آیا، اور روشنی کر کے چلا گیا، صہیب اسی طرح خاموش دل گرفتہ، اور مضمحل کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا، یکایک جولیانا آئی اور اس کے پاس آکر کھڑکی کے پاس کھڑی ہو گئی، صہیب نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی تو یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں اور پپوٹے نم بھی، اس کے معنی یہ ہیں کہ بہت دیر سے رو رہی ہے، اور بہت کافی رو چکی ہے، اس کا یہ حال دیکھ کر صہیب بے تاب ہو گیا، اس نے سراپا اضطراب بن کر پوچھا۔

"آپ کو میں کس حال میں دیکھ رہا ہوں ؟"

وہ بولی،

"جس حال میں مجھے ہونا چاہیئے !"

صہیب :- ایسا نہ کہئے، اس طرح میرا دل پھٹ جائے گا، میں ہر حادثہ کا مقابلہ کر

سکتا ہوں، مگر ان آنکھوں کو پرنم نہیں دیکھ سکتا، ان میں خوشی کی چمک نظر آنی چاہیئے، آپ کو خوش دیکھنے کے لئے میں کیا نہیں کر سکتا؟ اپنی زندگی تک قربان کر سکتا ہوں،

جولیانا :- صرف الفاظ،

صہیب :- آپ کا خیال ہے میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟

جولیانا :- میرا خیال ہے آپ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے لیکن ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے کے لئے اگر کوئی بات واقعہ کے خلاف کہہ دی جائے تو اخلاق کی دُنیا میں وہ جرم نہیں ہے ثواب ہے!

صہیب :- کاش میں سینہ چیر کر اپنا دل دکھا سکتا،!"

جولیانا :- وہ میں نے دیکھ لیا، وہ میں دیکھ چکی ہوں،

صہیب :- کیا دیکھا آپ نے؟

جولیانا :- آپ کو باتیں بنانا خوب آتی ہیں، آپ محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، اور محبوب سے بھاگتے بھی ہیں، آپ کو اپنے عشق پر ناز ہے لیکن جس سے عشق کرتے ہیں، اس کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتے، آپ اپنی محبت ثابت کرنے کے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں حتیٰ کہ اپنی جانِ عزیز تک قربان کر سکتے ہیں لیکن جس کے لئے جان کی بازی لگا سکتے ہیں، اس سے دُور رہنے اور اسے دُور رکھنے پر مجبور ہیں ــــــــ اس طرح کی محبت صرف آپ ہی کر سکتے ہیں محبت کی تاریخ میں یہ تجربہ صرف آپ ہی کا شاہکار ہے ــــــــ"

یہ کہتے کہتے جولیانا کی آنکھوں سے آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے ٹپکنے لگے، اور پھر وہ اپنی ہچکیاں اور سسکیاں نہ روک سکی، یہ منظر دیکھ کر صہیب

بیتاب ہو گیا، وہ بہت تیزی سے چند قدم آگے بڑھا اور ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ کہنا چاہتا ہے، لیکن پھر نہ جانے کیا سوچ کر وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا، پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"جولیانا ——————"

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا، اس کا گریہ گلوگیر ہو گیا، اور اس کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کے قطرے گرنے لگے، جولیانا ایک قدم آگے بڑھی، اس نے صہیب کے بازوؤں کو اپنی مٹھی میں لے کر کہا،

"صہیب، ——————"

صہیب نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، وہ گویا ہوئی،

جب تم مجھ سے محبت کرتے ہو، جب میں تم سے محبت کرتی ہوں تو کون سی چیز ہمارے راستے میں حائل ہے؛ کیوں نہیں ہم دونوں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے رفیقِ زندگی بن سکتے ہیں ——————؟

صہیب نے غمگین اور دل گرفتہ لہجہ میں کہا،

"ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوتے بھی ایک دوسرے سے دور رہنے پر مجبور ہیں!"

"کیوں؛ کس لئے" جولیانا نے سوال کیا،

"اس لئے کہ حالات کا تقاضہ یہی ہے —————— میں سردار نعیم کا مہمان ہوں، کیا مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ میں اس کی لڑکی سے محبت کروں؟ تم پرنس امبرٹ کے لئے نامزد ہو چکی ہو، کیا تمہارے لئے یہ مناسب ہے کہ اس رشتے کو قطع کر دو؛ میں مسلمان ہوں، تم عیسائی ہو؛ کم از کم اسلام کی حد تک تو یہں کہہ

سکتا ہوں کہ مذہب ہمارے راستے میں حائل نہیں ہیں، کیونکہ ایک عورت عیسائی یا یہودی مذہب پر قائم رہتے ہوئے بھی ایک مسلمان کی بیوی بن سکتی ہے، لیکن عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کی صورت قائم ہے، کیا تمہارے والد، تمہاری والدہ، تمہارے اہلِ خاندان، تمہاری قوم کے لوگ یہ برداشت کریں گے کہ تم ایک مسلمان کی بیوی بن جاؤ، کیا پھر وہ مجھ سے زیادہ تمہارے خون کے پیاسے نہ ہو جائیں گے ——— ؟

جولیانا خاموش تھی، اور صہیب کی گفتگو جاری تھی،

"یہ نہ سمجھنا کہ میں پیچھے ہٹ رہا ہوں محبت کی منزل میں پسپائی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جو قدم آگے بڑھ چکا ہے وہ واپس نہیں لیا جا سکتا، جب تک زندہ ہوں، تم سے محبت کرتا رہوں گا، اور اس محبت پر ہر چیز قربان کر دوں گا، لیکن واقعات کی دنیا میں ہم اور تم ایک کس طرح ہو سکتے ہیں"

جولیانا اب خاموش نہ رہ سکی، اس نے کہا،

میں ان باتوں کو نہیں مانتی!

صہیب نے پوچھا،

"یعنی میں نے جو کچھ کہا وہ سب غلط ہے،

وہ بولی،

"ہاں غلط، اور بالکل غلط ——— میں عاقل و بالغ ہوں، اپنے بھلے اور بُرے کو سمجھتی ہوں، مجھے خود یہ حق ملنا چاہیئے کہ اپنے رفیقِ زندگی کا انتخاب کر سکوں؛ میں آمبرٹو کو آج سے نہیں ہمیشہ سے ناپسند کرتی ہوں، پہلے ناپسند کرتی تھی اب نفرت کرتی ہوں، میری قوم کو، میرے خاندان کو، میرے والدین کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنے مصالح اور اغراض پر مجھے بھینٹ چڑھا دیں؛

"اصولی اعتبار سے تمھاری یہ بات بالکل درست ہے!" صہیب نے کہا، "لیکن عملی اعتبار سے ناممکن ہے، ذرا سوچو تو سہی، جب اپنے اس ارادہ کا اظہار تم اپنے والدین کے سامنے کرو گی تو ان پر کیا اثر پڑے گا؟"

"کیا اثر ہو گا؟" جولیانا نے سوال کیا،

"کچھ نہیں ہو گا؟"

"ضرور ہوگا!" صہیب نے کہا، "اور بہت زیادہ تلخ ہو گا، پھر وہ جلد از جلد تمھاری شادی امبرٹو سے کر دیں گے، تم کچھ نہ کر سکو گی، سارے کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا!" ——— بتاؤ کر سکتی ہو کچھ؟"

"بہت کچھ کر سکتی ہوں!" جولیانا نے عزم و استقامت کا پیکر بن کر کہا، "میں کیا نہیں کر سکتی؟ اگر کچھ نہیں کر سکتی، تو کیا اپنی جان بھی نہیں دے سکتی، یہ لوگ زبردستی کر کے جولیانا کی لاش امبرٹو کے حجلۂ عروسی میں پہنچا سکتے ہیں، جولیانا کو نہیں!"

"لیکن ایسا اس وقت ہونا چاہیئے" صہیب نے کہا "جب ہر راہ عمل مسدود ہو جائے، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے بغیر ہم منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں!"

"وہ کس طرح؟" جولیانا نے خوش ہو کر پوچھا "کیا یہ ممکن ہے؟"

"خدا کے ہاتھ میں سب کچھ ہے!" صہیب نے کہا، "مجھے یہاں سے جانے تو دو!"

"کیا کرو گے تم یہاں سے جا کر،" جولیانا نے کہا "کیا جبونی پر حملہ کر دو گے؟"

"نہیں نہیں" صہیب نے ہنستے ہوئے کہا، "جبونی کے حفظ و دفاع میں میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی نثار کر سکتا ہوں، سردار ولیم کے احسانات کا معاوضہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں جبونی پر حملہ کر دوں، ہاں جنوآ پر حملہ ضرور کر سکتا ہوں، لیکن اس میں بھی شاید پہل کرنے کی ضرورت نہ پیش آئے، کیونکہ امبرٹو علی الاعلان

کہتا پھرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک لشکرِ گراں تیار کر رہا ہے!"

"یہ تو ٹھیک ہے!" جولیانا نے کچھ سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ "لیکن جنگ ؟ ———"

"جنگ ؟ ———" صہیب نے مسکراتے ہوئے کہا، "تم جنگ سے گھبراتی ہو؟"

"ہاں،!" جولیانا بولی، "اور اس جنگ سے جس میں تم شریک ہو!"

"یہ کیوں ؟" صہیب نے دریافت کیا۔ "کیا تم مجھے بزدل سمجھتی ہو ؟ کیا تمہارے خیال میں فنونِ جنگ سے میں ناواقف ہوں ؟ کیا امبرٹو کو تم مجھ سے زیادہ جیالا، اور دلاور سمجھتی ہو ؟"

"نہیں ایسا تو نہیں ہے!" جولیانا نے کہا۔ "میں جانتی ہوں تمہارے مقابلہ میں امبرٹو کیا رستم بھی نہیں ٹھہر سکتا، لیکن اسے کیا کروں کہ اس تصوّر سے دل لرزنے لگتا ہے، کہیں خدا نخواستہ میدانِ جنگ میں تم پر کوئی آنچ نہ آجائے ؟ آدمی کتنا ہی بہادر ہو، زخمی تو ہو سکتا ہے ؟"

"ہاں زخمی ہو سکتا ہے، اور مر بھی سکتا ہے!" صہیب نے کہا، "میں زخمی ہونے کو بھی تیار ہوں، اور مرنے کو بھی ——— کیا تم اس شخص سے محبت کر سکتی ہو جو بزدل ہو ؟ کیا وہ شخص تمہاری محبت کا سزاوار ہو سکتا ہے جو میدانِ جنگ کے نام سے سہم جاتا ہو ؟ تم خود بھی بہادر ہو اور یقیناً تمہاری نگاہِ انتخاب اسی شخص پر پڑ سکتی ہے جو بہادر ہو!"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر ———"

اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ پائی تھی کہ غلام پھر خوانِ نعمت لے کر حاضر ہوا، جولیانا نے اُسے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے تم سے تاکید کر دی تھی، کھانا جلد لانا، اور تم نے اتنی دیر کر دی!"

پھر مسکراتے ہوئے اس نے صہیب کی طرف دیکھا اور گویا ہوئی،

"آج آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا، دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا، یہ کیا حرکت تھی؟"

صہیب نے سرپوش ہٹاتے ہوئے کہا،

"اب کھا لوں گا اور دونوں وقت کی کسر نکال لوں گا!"

جویریا ناہننے لگی، اور مختلف چیزیں اس کی تعریف کر کر کے بڑھاتی رہی،

"یہ ضرور کھائیے ـــــــــ لیجئے اسے تو چکھا ہی نہیں آپ نے"

---

(۱۰)

جانے سے پہلے

دونوں کے دلوں کا غبار چھٹ چکا تھا، جولیانا وقت کا بڑا حصہ صہیب کی معیت میں صرف کرتی، اور صہیب بھی ہر وقت اس کے لئے چشم براہ رہتا، اب واپس جانے میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تھا، ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلے ولیم نے آکر اسے اطلاع دی تھی کہ وہ تیار رہے، کل علی الصباح جہاز روانہ ہو رہا ہے، اس خبر سے اسے خوشی بھی ہوئی تھی اور غم بھی، خوشی اس بات کی کہ اپنے وطن واپس جا رہا ہے، اپنی قوم میں پھر واپس پہنچ رہا ہے، اور وہاں جا کر حسب معمول، جہاد کا سلسلہ شروع کر دے گا، اور غم اس بات کا کہ جولیانا چھوٹ رہی تھی، اس سے جدا ہونا پڑ رہا تھا،

کاش ایسا نہ ہوتا،!

لیکن حالات اور واقعات انسان کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے، اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر دل ہی دل میں کہا،

"ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، لیکن حالات نے ہمیں

ایک دوسرے سے دُور رہنے پر مجبور کر دیا ہے!"

پھر یکایک اس کے دل میں ایک نئے عزم نے کروٹ لی،

اس نے سوچا یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کچھ نہ ہوگا، نہ کفِ افسوس ملنے سے گوہرِ مقصود ہاتھ آئے گا! اس کے لئے جد و جہد کرنی پڑے گی سعی و کوشش کرنی پڑے گی، اور سعی و کوشش کا میدان جھونکا یہ قلعہ نہیں اکرئی میدانِ جنگ ہی ہو سکتا ہے، اور خوش قسمتی سے پرنس امبرٹو نے اپنی اسلام دشمنی کے باعث خود ہی ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ جنگ کے برپا ہونے میں شاید زیادہ دیر نہیں لگے گی ——— اگر جنوآ فتح ہو گیا، تو پھر جولیانا میری ہے۔ ———

یہ سوچتے سوچتے کہ "جولیانا میری ہے" اس کے ہونٹوں پر تبسّم رقص کرنے لگا! اتنے میں دبے پاؤں جولیانا آئی اور صہیب کی یہ از خود رفتگی دیکھ کر وہیں دروازے کے پاس ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی، وہ بڑے غور سے اس کے چہرے کا اُتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھی، اب اس نے تنہائی میں بغیر کسی سبب کے مسکراتے جو دیکھا تو کھلکھلا کر ہنس پڑی!! اس کی ہنسی کی آواز سُن کر صہیب چونک پڑا، اس نے دیکھا جولیانا کا شگفتہ چہرہ سامنے ہے! آنکھوں سے شوخی جھانک رہی ہے، اور وہ بے تحاشا ہنسے جا رہی ہے، اسے دیکھ کر صہیب حسبِ معمول کھڑا ہو گیا، اس نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،

"تم بھی ہنس لو ——— واقعی میرا حال ایسا ہو گیا ہے کہ کبھی کبھی خود مجھے بھی اپنے اوپر ہنسی آنے لگتی ہے!"

جولیانا نے ہنستے ہوئے کہا،

"ابھی ابھی شاید آپ اپنے ہی اوپر ہنسنے کی کوشش کر رہے تھے، جس کا آغاز تبسم سے ہوا تھا۔"

پھر اس نے پوچھا،

"کیا سوچ رہے تھے آپ؟"

صہیب نے جواب دیا۔

"صرف ایک ہی بات ہے، جسے سوچتا ہوں صرف ایک ہی یاد ہے جو دماغ میں بسی ہوئی ہے، صرف ایک ہی صورت ہے جو ہر وقت نظروں کے سامنے پھرتی رہتی ہے، جولیانا تم تو بڑی ذہین و عقیل ہو، کیا یہ پہیلی بوجھ سکتی ہو؟ بتا سکتی ہو؟ وہ کس کی صورت ہے، جو ہر وقت میری نگاہوں میں بسی ہوئی ہے؟"

وہ ایک ادا کے ساتھ اس کے قریب بیٹھتی ہوئی بولی،

"بتا تو سکتی ہوں لیکن بتاؤں گی نہیں ——— !"

"یہ کیوں؟" صہیب نے پوچھا۔

"پھر وہ اترانے لگے گی!" جولیانا نے کہا،

"کون؟" صہیب نے سوال کیا،

"یہ خاکسار!" وہ اپنی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی، اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی

پھر اس نے پوچھا،

"بتلائیے آپ میری ذہانت کے قائل ہوئے یا نہیں؟"

صہیب نے جواب دیا،

"قائل کب نہ تھا، آج تو ایمان لے آیا!"

جولیانا نے سنجیدہ ہو کر سوال کیا،

"کل آپ جا رہے ہیں؟"

صہیب نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،

"ہاں جولیانا، جا رہا ہوں؟"

ہنستی ہوئی مسکراتی ہوئی۔ جولیانا کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے صہیب نے بیقرار ہو کر پوچھا،

"یہ کیا ہے؟"

اس نے جلدی سے آنسو پونچھ لیے، اور پھر مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی،

"کچھ نہیں!"

صہیب نے دل گرفتہ اور مغموم آواز میں کہا،

"جولیانا! کل علی الصباح میرا جہاز یہاں سے لنگر اٹھائے گا، میں چلا جاؤں گا، لیکن میرا دل یہیں رہے گا، میری روح یہیں رہے گی، یہ نہ سمجھنا کہ ایک مسافر آیا تھا اس نے محبت کا دام پھیلایا، اور دھوکا دے کر چلا گیا، تمہیں دھوکا دوں تو گویا اپنے خدا سے بدعہدی کروں، میں جا رہا ہوں اس لئے کہ تم سے دوبارہ مل سکوں، تمہارا دل نواز تبسم میرا رفیق راہ ہونا چاہیئے تاکہ میرا حوصلہ بلند رہے، میری ہمت کام کرتی رہے، لیکن اگر تمہارے آنسو رفیق بن کر یہاں سے میرے ساتھ گئے، تو سوچو میرے دل کا کیا حال ہوگا: میرا عزم کمزور پڑ جائے گا، میری ہمت جواب دے دے گی ——— جولیانا ہنسو، مسکراؤ، اور یہ چند گھڑیاں جو تمہارے ساتھ صرف ہو سکی ہیں، انھیں صرف اپنے لطف و تبسم کے لئے وقف رہنے دو!"

یہ کہتے کہتے صہیب بالکل جولیانا کے قریب آ گیا، پھر اس نے بے ساختہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آنکھوں سے لگایا، اسے بوسہ دیا، اور پھر اس طرح ہاتھ پکڑے پکڑے ایک تاثر کے عالم میں کہا،

"وعدہ کرو، اب تمہاری ان آنکھوں میں آنسو کبھی نہیں ڈبڈبائیں گے!"

جولیانا نے آہستہ سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے باہر نکالا، اور کہنے لگی،

وعدہ تو نہیں کرتی، کوشش کروں گی!" ——————— لیکن ایک وعدہ آپ کو بھی کرنا پڑے گا!"

صہیب نے سراپا انتظار و اشتیاق بن کر پوچھا،

"ایک نہیں ہزار ——————— بتاؤ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

جولیانا نے سر جھکا لیا، اور شرماتے ہوتے لہجہ میں آہستہ سے کہا،

"نہ بھولنے کا......

اور پھر جواب کا انتظار کئے بغیر کمرہ سے باہر نکل گئی،

---

(۱۱)

اندھیرے کا چاند

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی ہے، اجیرنی کے قلعہ پر سناٹا چھایا ہوا ہے، ہر شخص مستِ خواب ہے، لیکن صہیب کے کمرے میں روشنی ہو رہی ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اب تک جاگ رہا ہے، ایک طرف سامان بندھا ہوا رکھا ہے، کبھی وہ بستر پر لیٹ جاتا ہے، کبھی ٹہلنے لگتا ہے، کبھی بیٹھ جاتا ہے، بے چینی اور اضطراب کی کیفیت اس پر طاری ہے، اتنے میں ایسا محسوس ہوا، جیسے دروازے پر آہستہ آہستہ کوئی دستک دے رہا ہے، صہیب آگے بڑھا، اور دروازے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا، شاید وہ فیصلہ کر رہا تھا کہ واقعی دستک کی آواز اس نے سنی ہے یا سماعت کا دھوکا ہے، اتنے میں پھر دستک ہوئی، اس نے بڑھ کر دروازہ کھولا، ———— اندھیرے میں چودھویں کا چاند چمکنے لگا، جولیانا سامنے کھڑی تھی! بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا،

"جولیانا تم؟" اس وقت؟"

جولیانا اندر داخل ہوئی، اس نے آہستہ سے دروازہ بھیڑ دیا، اور پھر مسکراتی

گویا ہوئی:

"کیا آپ مجھے چڑیل سمجھ رہے ہیں؟"

صہیب نے کہا،

"کون ایسا آنکھوں کا اندھا ہوگا جو حُور کو چڑیل سمجھے ——— لیکن اس وقت میرا مطلب ہے، ایسے ناوقت کیسے آگئیں تم؟"

جویانا نے دل نواز تبسم کے ساتھ پہلے شمع گل کی، پھر کہا،

"اگر میرا آنا ناگوار گزرا ہو تو واپس چلی جاؤں؟"

صہیب نے ہنستے ہوئے جواب دیا،

"اس سوال کا جواب میرے بجائے اپنے دل سے لو!"

وہ بولی،

"پھر میرے آنے کا سبب بھی میرے بجائے اپنے دل سے پوچھئے"

صہیب ہنس پڑا اس نے کہا،

"حاضر جوابی میں تمہارا جواب نہیں ہے بھئی!"

جویانا نے منہ پر انگلی رکھتے ہوئے کہا،

"آہستہ بولئے! بہت بڑا خطرہ مول لے کر آئی ہوں! اگر ذرا بھی سُن گن کسی کو لگ گئی کہ میں اپنی خواب گاہ کے بجائے یہاں ہوں تو قیامت آجائے گی، مجھے اپنی تو کوئی پروا نہیں، لیکن آپ کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی!

صہیب خاموش ہو گیا، جویانہ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،

"اس وقت مجھے نہ آنا چاہیئے تھا۔ لیکن ایک بہت اہم اطلاع دینی تھی، اس لئے ہر خطرہ سے بے پروا ہو کر دوڑی دوڑی چلی آئی!"

صہیب نے سراپا گوش بن کر پوچھا،

"کوئی خاص بات ؟"

جولیانا نے بتایا،

"ہاں —— کنگ البرٹ کے قاصدوں کا تانتا لگا ہوا ہے، ہر روز ایک قاصد ایک نیا پیام لئے ہوئے موجود، آج پھر ایک قاصد آیا ہے اور وہ یہ اطلاع لایا ہے کہ جنوآ کی حکومت نے ایک لشکر گراں تیار کر لیا ہے، آج سے ٹھیک ایک مہینہ کے بعد وہ صقلیہ کے پایۂ تخت پلرم پر حملہ آور ہوگا، کنگ رابرٹ کی فوجیں بھی اس کے ساتھ ہوں گی، ابا جان خود اس جنگ میں شریک نہ ہو سکیں گے، لیکن انھوں نے وعدہ کر لیا ہے کہ ایک دستہ فوج وہ بھی دیں گے، اس لشکر کی کمان پرنس ایمرتو کے ہاتھ میں ہوگی، کنگ البرٹ نے اسے فوری طور پر اسی سلسلہ میں واپس بلایا تھا، چنانچہ وہ آج ہی شام کو واپس چلا گیا ——"

صہیب نے جولیانا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ایک مرتبہ پھر چوما، اور آہستہ سے کہا

"تمہارے اس احسان کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا، میں ہی نہیں میری قوم بھی ؟!"

یہ کہتے کہتے صہیب کی آواز بھرا گئی، اور جولیانا کو ایسا محسوس ہوا، جیسے اس کے ہاتھ پر آنسوؤں کے چند قطرے گر پڑے ہوں، اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، اپنے دامن سے اس کے آنسو پونچھے، بہت آہستہ سے،

"خدا حافظ"

کہا، اور واپس چلی گئی!

---

(۱۲)

پایۂ تخت بلرم

صقلیہ فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے بلرم[۱] کو اپنا پایۂ تخت اور مستقر بنا لیا —— کامل ایک سال تک اس شہر کا محاصرہ مسلمانوں نے جاری رکھا تب جاکر یہ شہر سر ہوا، یہاں کے گورنر نے ہتھیار ڈالتے وقت یہ شرط کر لی تھی، وہ جتنے آدمیوں کے ساتھ جہاں چاہے چلا جائے اور جتنا ساز و سامان اور مال و دولت لیجانا چاہے لے جائے مسلمانوں نے یہ شرط منظور کر لی، اور گورنر ایک جم غفیر کے ساتھ ترک وطن کرکے چلا گیا،

مسلمان جب اس شہر میں داخل ہوئے تو اس کی آبادی صرف تین ہزار رہ گئی تھی، شہر، ویرانہ نظر آتا تھا، لیکن مسلمانوں کی عالی ہمتی نے اس ویرانہ کو بہت جلد رشک گلستان بنا دیا۔

بلرم اپنے خصوصیات میں نہ صرف صقلیہ کا شیرازہ تھا، بلکہ اس عہد میں دنیا کے ممتاز شہروں میں تھا، شہر کی محلہ وار تقسیم، ہر ہر حصہ کا جداگانہ انتظام، سرکاری عمارتیں

[۱] جسے "پلرمو" کہتے ہیں، عربوں نے معرب کرکے بلرم بنا دیا۔

ہر صیغہ کے جداگانہ دفاتر، امراء کے عالی شان محل، محلوں کے خانہ باغ، مکانوں کے اور گرد چمن بندیاں، نزہت بخش فوارے، امرریں اور سنگ رخام کی کشادہ سڑکیں، پر رونق بازار، بازاروں کی یکساں دلکش دکانیں، عالی شان مہمان سرائیں اور پر تکلف ہوٹل، آرام دہ حمام، اور دلفریب تفریح گاہیں اور حماموں کا اہتمام وغیرہ اس شہر کی نمایاں خصوصیات تھیں،

بلمو کو جو تفوق حاصل تھا، نہ صرف اس لئے کہ وہ دارالحکومت تھا، بلکہ اس لئے بھی کہ وہ سب سے زیادہ دولت مند شہر تھا، وہاں کے باشندے نہایت مہذب اور ذہین ہوتے تھے، نہ صرف مسجد ہی وہ عمارتیں نہ تھیں، جہاں باشندگان بلمو کے امارت و تکلفات کے نمونے اور شان و شوکت کے نظارے دکھائی دیتے تھے، بلکہ دولتمندوں اور معززین کے مکانات بھی ایسے ہی ہوتے تھے کہ جن کی نظیر سوائے قرطبہ کے اور کسی اسلامی شہر میں نہیں ملتی تھی، دیواریں رنگا رنگ کے پتھروں کی ہوتیں، تمام فرش میں پچی کاری ہوتی، چھتوں میں ہار پیچ وضع کے ساتھ ہندسی اصول کے مطابق نقش و نگار بنے ہوتے، جگہ جگہ انھیں مختلف رنگوں سے مزین کیا جاتا، یا سونے کا کام ہوتا، صحنوں میں خوشبودار پھولوں کے درخت لگے ہوتے، جن سے تمام مکان طبلہ عطار بنا رہتا، شہر میں تھیں کہ ہر ایک بڑی عمارت کے خانہ باغ میں بہہ رہی تھیں، زمانہ قدیم کے طرز کے فوارے ہر سبزہ گاہ اور سرسبز مقامات میں اچھل رہے تھے، شہر میں مشرق سے مغرب تک منڈیاں بنی ہوئی تھیں، تمام بازار کشادہ تھے اور پتھروں کا صاف شفاف فرش تھا، بازاروں میں بیش قیمت اور بیش بہا مال بھرا رہتا، مکانات پختہ پتھروں کے ہوتے، جن کے جوڑ نہایت احتیاط اور خوبصورتی سے ملائے جاتے، تمام کوچے دیہاتوں میں ہوتی، اور ساتھ کے محلات عالی شان اور خوبصورت تو تھے ہی غربا کے مکانات بھی اچھی گنجائش اور آرام کے ہوتے تھے، اور وہ جیسے کچھ بھی تھے، بہرحال لندن اور پیرس

کے اس زمانہ کے غربا کے مکانوں سے درجہا بہتر تھے ہے۔[1]

بلرم کا صدر بازار سماط کہلاتا تھا، جو مشرق سے مغرب میں پھیلا ہوا تھا، اسکی خصوصیت یہ تھی کہ تمام دوکانوں کے مکانات ایک ہی وضع قطع کے قطار در قطار بنے ہوئے تھے بازار کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، صرف قصابوں کی دوکانوں کی تعداد ۱۵۰ تھی۔[2]

بلرم میں جابجا عالی شان ہوٹل قائم تھے، جن میں قیام و طعام کا بہترین انتظام تھا دوسرے ملکوں کے مسافر اور سیاح انہی ہوٹلوں میں ٹھہرا کرتے تھے، جن مسافروں کو زیادہ مدت تک قیام کی حاجت ہوتی، یہ ہوٹل ان کے لئے بھی ضروری سامان بہم پہنچاتے، اسی طرح ہر محلہ میں کثرت سے حمام قائم تھے،

بلرم کی دوسری خصوصیات کے ساتھ یہاں مساجد کی کثرت بھی تھی جن دو سے زیادہ مسجدیں تھیں، جن کی عمارتیں نہایت شاندار تھیں، اسی طرح بلرم کے قریب وجوار میں بھی کثرت سے مسجدیں تھیں،

اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ بلرم کے معززین اور رؤسا کے خاندانوں میں خاندانی مسجدوں کا رواج تھا، لوگ اپنے اپنے کنبہ کے لئے جدا جدا مسجدیں بناتے تھے، جن میں ان کے اہل وعیال، موالی حوالی، اور خدم وحشم نماز پڑھتے تھے نیز دوسری وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک مدرسوں کے لئے جداگانہ عمارتوں کا رواج نہ تھا، بلکہ شہر کی مسجدوں ہی میں مدرسے قائم تھے، چنانچہ بلرم کی اکثر مسجدوں میں تعلیم قرآن کے مدرسے قائم تھے،

یہاں کی جامع مسجد بلرم قدیم میں واقع تھی، جو کلیسا سے منتقل کر کے مسجد بنائی

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۶۷، ۶۹ (انکشاف بیان صقلیہ) تاریخ صقلیہ
[2] تاریخ صقلیہ، بحوالہ کتاب المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۳

"اور اس شہر میں مسیحی عورتوں کی وضع بالکل مسلمان خواتین کی ایسی تھی، یعنی وہ بھی نہایت شیریں زبان تھیں، چادر اوڑھے ہوئے اور نقاب ڈالے ہوتے عید میلاد مسیح میں بڑی شان سے نکلتی تھیں، سنہرے حریر کے کپڑوں میں ملبوس، عمدہ نرم و نازک اور جواہر ٹکے ہوئے جوتے پہنے، چادروں میں سمٹی سمٹائی جسم پر زرتار چادریں اور چہروں پر رنگین نقاب اور پیروں میں سنہرے موزے پہنے ہوئے غرض مسلمان عورتوں کی آرائش کے تمام سامان زیوروں سے آراستہ مہندی لگائے، کپڑے عطر میں بسائے اس شان سے گرجے کی طرف چلتی دکھائی دیتی تھیں[1]"

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ رحلۃ ابن جبیر ص ۳۴۳

گئی تھی، اور یہ کلیسا بننے سے پیشتر عہد قدیم میں یونانیوں کا مقدس معبد تھا، وہ مشہور ہیکل اسی میں تھا جس میں یونانیوں نے ارسطو کا مجسمہ رکھا تھا، چونکہ یہ شہر کا سب سے بڑا معبد تھا اور عیسائیوں کو بھی اس پر قبضہ رکھنے کا کوئی حق نہ تھا، اس لئے اب عمر اول نے اس کو جامع مسجد بنا لیا، ارسطو کا مجسمہ ہٹا دیا گیا، مگر وہ لکڑی جس پر مجسمہ آویزاں تھا، مدتوں لٹکتی رہی۔

یہاں کے امراء زرق برق لباسوں میں نظر آتے، اسی طرح خدم و حشم اور چوبدار و دربان اور تمام دیگر شعبہ جات میں مشرقی آداب و تہذیب کی جلوہ آرائیاں موجود تھیں،

پالرمو کے سوداگروں کے مکانات ہر طرح محلات شاہی سے بڑھے ہوئے نظر آتے تھے، وہاں کے باشندے تمام سسلی کے رہنے والوں سے کسی طرح تمدن و تنعم میں کم نہ تھے اور عورتیں تہذیب، خصوصاً لحیاء اور تمیز میں تو ضرب المثل تھے۔

"مسلمانان صقلیہ کا طرز تمدن شہری زندگی اور فضیلت کی ایک تصویر تھا، ان کی صحبتوں میں انتہا درجہ کا لطف اٹھاتی و جسمانی حاصل ہوتا تھا، خشونت کا وہاں نام نہ ہوتا، مکانات کمال کے ساتھ لطائف ظرافت سے محفلیں گرم رہتی ہیں[1]"

صقلیہ کی خواتین محلوں کی چار دیواری میں اسیر نہ تھیں، مشرقی شرم و حیا کا دامن تھام میں رکھ کر نقاب پوش باہر نکلتیں، اگرچہ حسن کی شعاعیں نقاب سے چھن چھن کر باہر آ جاتیں، لیکن اس موقع پر اگر کسی کی معصیت اندیش نگاہ نظارۂ جمال کی جسارت کرتی تو رنگ برنگ کے نقابوں کی جھلملاہٹ نگاہیں خیرہ کر دیتی، صقلیہ کی عیسائی عورتوں نے بھی مسلم خواتین کا طرز زندگی اختیار کر لیا تھا، وہ بھی رنگ برنگ کا نقاب ڈال کر زرق برق ریشمی و طلائی ملبوسات سے آراستہ ہو کر کلیساؤں میں داخل ہوتیں،

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۶۹ و جلد ۳ ص ۲۱۴ (اسکاٹ)

...... مگر وہ حکمراں جس کا سکّہ جان و دل پر تھا

مسلمان صقلیہ کے فاتح تھے، لیکن وہ اپنے ساتھ صرف تیغ و سناں، تیر و شمشیر اور توپ و تفنگ لے کر نہیں گئے تھے، ان کے پاس علم بھی تھا، تہذیب بھی تھی، اخلاق بھی تھا، حکمت بھی تھی، تعمیر بھی تھی، اور یہ سب چیزیں بڑی دریا دلی سے انھوں نے اپنی رعایا میں تقسیم کر دیں،

علم ہیئت عربوں کا محبوب فن رہا، جہاں رہے وہاں فلک پیمائی کرتے نظر آئے صقلیہ میں بلرم اور مسینا میں رصد گاہیں قائم تھیں اور ہیئت کے عملی تجربے کئے جاتے تھے، صقلیہ کے منجمین کا علم محض کروں کے دائروں تک محدود نہ تھا، وہ اس سے مذہبی امور میں عملی فائدے اٹھاتے تھے، نماز کے اوقات کی اس سے تعیین کرتے، مسجدوں کے میناروں پر رصد گاہیں قائم کرتے، یہاں تک کہ عوام میں ہیئت و نجوم سے ایسی دلچسپی بڑھی کہ نجومیوں کے رزق کا سامان پیدا ہو گیا، لوگ ستاروں کی چال سے تقدیر کا نوشتہ معلوم کرتے، اور جنم پتریاں بنواتے تھے،

" جداول اور ان آلات کے ذریعہ سے جو اس زمانہ میں قرطبہ وغیرہ

میں ایجاد ہوتے تھے، عربی ہئیت داں مساجد بلرم کے میناروں پر سے سیاروں کی حرکات اور کسوف و خسوف کے اوقات کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس طرح مسلمان اپنی مقدس عبادتگاہوں کے میناروں تک کو سائنٹیفک تحقیقات کے کاموں میں لاتے تھے، یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ کے کلیساؤں سے ایسے اصول و احکام اختراع ہوتے تھے، جن کے مطابق علم اور سائنس سے دلچسپی رکھنے والے لوگ پادریوں کے بے انتہا مورد عتاب بنتے تھے"

اسی طرح :-

"ریاضیات میں صقلیہ کے عربوں نے وہ کمال حاصل کیا کہ جب سے اسکندریہ کے فلسفیوں کا مذہب قائم ہوا اس وقت سے لے کر ان کے زمانہ تک کی کوئی قوم ان کی گرد تک نہیں پہنچ سکی، سچ یہ ہے کہ انھوں نے کتب خانہ اسکندریہ کے علوم کے بڑے حصے کو جو نسلہائے مابعد کو وراثتہً پہنچے، خود حاصل کیا، اور اس کو جذب کر کے بیٹھ رہے، صقلیہ کے عربی مہندسوں نے تجربی ہندسہ سے پانی کے آلات کو ترقی دی، جن سے محققین کو بحری سفر میں آسانیاں ہوگئیں، اور اس کے علاوہ اور ہزاروں اختراعیں اور ایجادیں ایسی کر دیں، جن سے کاروبار زندگی میں آسانیاں اور لطافتیں پیدا ہوگئیں [1]

ریاضیات کے عملی نتائج میں مختلف صنعتی و حرفتی کاموں کے لئے آلات اور مشینری کا بنانا بھی داخل ہے،

مسلمانانِ صقلیہ علم الآلات کی ترقیوں میں اپنے عہد کے باکمالوں میں شمار کئے گئے انھوں نے اپنی ذہنی و عملی کوششوں سے بعض قابلِ قدر چیزیں ایجاد کیں، اور ان

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۱۷۰، ۱۷۵ (اسکاٹ)

سے اپنے نظامِ معاشرت میں مدد لی،

پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے اور بلندی پر چڑھانے کے طریقوں کو بڑی خوبی سے استعمال کیا، اور اس کے لئے نئے نئے آلات تیار کئے، یہاں جس کثرت سے دریا اور چشمے تھے، اسی کثرت سے انھوں نے پانی کے نلئے کارخانے قائم کئے اور ہر جگہ بڑی تعداد میں پنچکیاں نصب کیں،

بلکہ بعض چشمے جو کبھی کبھی کسی خاص موسم میں بہتے تھے، اس میں بھی پنچکیاں قائم کی تھیں، جس زمانہ میں پانی آتا، وہ ان پنچکیوں کے ذریعہ سے پانی قریب کی وادیوں میں بھر لیتے تھے،

"یہاں ایک نہر تھی جو کسی کسی سال میں بہتی تھی، اور جب بہتی تھی تو دریا بنا دیتی تھی، اس وقت اس میں پنچکیاں قائم کر دی جاتی تھیں، اور ان سے وادیوں کو بھر لیا جاتا تھا[1]

صقلیہ میں مسلمانوں نے پانی کی مدد سے ایک آبی گھڑی (CLEPSYDRA) تیار کی تھی جو ایک چشمہ میں لگی تھی، اور شہر کے مسلمانوں کو نماز کے اوقات سے آگاہ کرتی تھی، وہ جس چشمہ میں تھی، اسے عین الاوقات کہتے تھے،

"یہاں ایک چشمہ تھا، جسے عین الاوقات کہا جاتا تھا، اس کی عجیب بات یہ تھی کہ یہ نماز کے وقت جاری ہوتا، اور دوسرے وقتوں میں خشک رہتا[2]

صقلیہ کی بنی ہوئی آبی گھڑی آج تک موجود ہے،

"وقت کا اندازہ لگانے، اور ناپنے کے آلات میں بھی مسلمانانِ صقلیہ نے اختراعیں کیں، اور اس خصوصیت میں سب سے آگے بڑھ گئے ———

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ نزہت المشتاق ص ۲۴، ۲۵، ۲۸ وغیرہ

[2] نزہت المشتاق ادریسی، مسالک الابصار ابن فضل اللہ عمری؛ راماری۔

تھے۔ ایک پن گھڑی راجر ثانی کی یادگار باقی رہ گئی ہے اس پر اس کا نام کندہ ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صنعت اور صحیح وقت بتانے میں وہ اس گھڑی کے برابر تھی جو ہارون الرشید نے شارلیمن کو تحفہ بھیجی تھی،، اس میں کسی اندرونی طاقت کی حرکت سے خود بخود گھنٹے بجتے تھے، ترکیب یہ تھی کہ جتنے گھنٹے بجانے ہوتے تھے، اتنی ہی گولیاں ایک برتن میں تھوڑے وقفہ کے بعد گرتی تھیں، اور اس سے آواز نکلتی تھی، اگر اس گھڑی کو زمانہ حال کی گھڑیوں کا مورث اعلیٰ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا[1]

مسلمانوں نے صدر اول کے خاتمہ یعنی اسلامی علوم کی تدوین کے بعد سب سے پہلے علم طب پر توجہ کی[2]

یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے مسلمان اہل علم نے بھی علم طب کی گراں بہا خدمتیں انجام دی ہیں،

"صقلیہ کے عربی طبیب اپنے اندلسی بھائیوں کی طرح یورپ بھر میں سب سے بڑے حاذق طبیب سمجھے جاتے تھے، اور فی الحقیقت انھیں فن طب و جراحی میں دستگاہ کامل حاصل تھی"[3]

یورپ کے ایک عجائب خانہ میں ولیم ثانی کی ایک تصویر ہے جس میں ایک عرب طبیب ولیم کے بستر موت کے سامنے اپنے آلات رکھے عمل جراحی کر رہا ہے

صقلیہ کے اطبا نے طب کی جو خدمتیں انجام دیں، ان میں عبدالرحمٰن الناصر (۳۰۰ھ۔ ۳۵۰ھ) کے عہد میں ابن جلجل ابو داؤد سلیمان کی نگرانی میں ایک طبی

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۷۲ (اسکاٹ)، [2] تاریخ صقلیہ بحوالہ خطط الشام جلد ۴ صفحہ ۲۹
[3] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۷ (اسکاٹ)

ادارہ میں بعض طبی خدمات انجام دیتا ہیں، اطبا کی ایک جماعت اس ادارہ میں طبی تحقیقات میں معروف تھی، اور طب یونانی کی اصطلاحوں اور دواؤں کے نام عربی میں منتقل کر رہی تھی — ——— قیصر روم کی طرف سے یونانی اور لاطینی زبان میں طبی کتابوں کے چند نادر نسخے الناصر کو ہدیۃً بھیجے گئے تھے، ان میں مشہور یونانی طبیب ویفوریدس کا ایک مصور رسالہ اغریقی زبان میں بھی تھا، یہ سب کتابیں بھی اس مجلس کے سپرد کی گئی تھیں، اور اس نے اہتمام سے ان پر کام کیا تھا،

اس ادارہ میں ایک صقلی طبیب ابو عبداللہ بھی تھا، جو عبدالرحمٰن الناصر کے وقت سے المستنصر کے زمانہ تک اس سے وابستہ رہا[1]

یورپ میں عورتوں کے حقوق و مراتب کے قائم ہونے میں صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے اثرات ہیں یہاں پہلی مرتبہ نارمن اور جرمن فرمانرواؤں نے عورتوں کے وہ حقوق تسلیم کئے جو صقلیہ کے مسلمان سلاطین و امراء کی حرم سراؤں میں مسلمان عورتوں کو حاصل تھے، یہاں تک کہ نارمنوں نے مسلمانوں کے قانون وراثت اور ترکہ کے اصول کو بھی دو صدیوں تک کسی قدر جزئی ترمیم کے ساتھ جاری رکھا[2]

اسی طرح یورپ کی عورتوں کے لباس زیورات اور طرز زندگی پر مسلمان عورتوں کے اثرات پڑے، یہاں تک کہ یورپین عورتوں کے چہروں پر نقاب ڈالی گئی، اور شریف اور اونچے گھرانے کی عورتیں پردہ دار سواریوں میں سفر کرنے لگیں[3] مسلمانوں کے طفیل میں فرقہ نسواں کی وہ عزت ہونے لگی جو گونہ پرستش کی

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ عیون الانباء فی طبقات الاطباء جلد ۲ ص۴۶

[2] تاریخ صقلیہ بحوالہ اخبار الاندلس جلد ۳ ص۱۹۷

[3] رحلۃ ابن جبیر ص۳۲۳ اخبار الاندلس جلد ۳ ص۵۹

حد تک جا پہنچی، اسی سے ننگ و ناموس کی عزت بڑھی، اسی سے خود داری پیدا ہوئی، اور اس سے طرزِ تمدن میں لطافت پیدا ہوئی"

"دسویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی تک تمام مسیحی یورپ میں عورتوں کو تعلیم نہیں دی جاتی تھی، اور ان کے ساتھ وہ عزت و ملاطفت روا نہ رکھی جاتی تھی، جو مسلمانوں کا خاصہ تھا، اس کلیہ سے وہ ممالک مستثنیٰ تھے جن پر مسلمانوں کی تہذیب و اخلاق کا اثر پڑ چکا تھا، جنوبی فرانس (جہاں اندلس کا اثر پہنچا) اور اٹلی (جہاں صقلیہ کے اثرات پہنچے) میں عورتوں سے رواداری کا سلوک کیا جاتا تھا، باقی تمام ممالک میں ان کی حالت اس سے بہت ہی مختلف تھی، ان پر ناقابلِ برداشت سختیاں کی جاتی تھیں، وحشیوں کی صحبت، اور وحشیانہ گرد و پیش ان کو ذلیل کئے ہوئے تھا، اگر وہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، تو اپنے بزرگوں اور آقاؤں کا کھلونا ہوتی تھیں، اگر کمتر درجہ کی ہوتی تھیں، تو تحقیر و تذلیل اور ہر قسم کی تکلیف و رنج اٹھانے والی لونڈیوں کی حالت میں، اور یہ سب باتیں دیندار عیسائی دنیا کی عورتوں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھیں یہ اخلاقی ذلت اور طبعی دنائت مدتوں تک قائم رہی، اس کلیہ سے وہ مقام مستثنیٰ تھے، جہاں عربوں کی تہذیب کے تعلقات نے دماغی و اخلاقی تبدیلی بالاستقلال پیدا کر دی تھی[1]"

صقلیہ کے عیسائی باشندوں پر مسلمانوں نے کبھی ظلم نہیں کیا، ان سے زیادہ سے زیادہ رواداری اور حسنِ سلوک کا برتاؤ کیا، اندرونی معاملات میں انھیں کامل آزادی

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ: اخبار الاندلس جلد ۳ صفحہ ۱۰۵، ۴۹۹ و ۵۰۰ (اسکاٹ)

دے رکھی تھی، مذہبی معاملات میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی جاتی،
اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائی باشندوں کے لئے جداگانہ عدالتیں قائم کی تھیں اور ان کے خاص نوع کے مقدمات انہی عدالتوں میں پیش ہوتے، اور انہی کے قوانین کی رو سے فیصل ہوتے تھے،

"ان امور میں جو عام فوائد ملکی سے متعلق نہ تھے، عیسائی خود اپنے قانون کے پابند اور اپنے احکام کے ماتحت تھے، پرانے یونانی حکام فوجداری جنھیں اسٹراٹیج کہتے تھے، اب تک قائم تھے، اور نہ فقط ان کے فرائض اور حقوق مثل سابق کے برقرار تھے، بلکہ ان کا نام تک نہیں بدلا تھا[1]"

"عیسائیوں کے ہم قوم وہم مذہب حکام ان کے مقدمات کا فیصلہ اسی قانون کے مطابق کرتے تھے، جن کے وہ سالہا سال سے خوگر تھے[2]"

اس رواداری اور حسن سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ صقلیہ کے عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے، مسلمانوں کو عیسائی فرمانرواؤں پر ترجیح دینے لگے، اس لئے کہ جو آسائش انھیں یہاں حاصل تھی وہ عیسائی فرمانرواؤں کی ماتحتی میں چھن جاتی تھی، صقلیہ کے عیسائی باوجود تعصب اور مسلمانوں سے مذہبی مخالفت کے مسلمانوں کی عادلانہ حکومت کو اچھی نظر سے دیکھنے لگے تھے، خصوصاً قسطنطنیہ کی طماع وجابر عیسائی حکومت کے مقابلہ میں، جب رعایا "بیزنطین" اپنی حالت کا

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ تمدن عرب ص۲۸۱ (موسیو لیبان)

[2] تاریخ صقلیہ بحوالہ، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۳۴ (اسکاٹ)

مسلمانوں کی عیسائی رعایا کے حالات سے موازنہ کرتی تو اپنے کو ناخوشگوار حالات میں پاتی اور مسلمانوں کی عیسائی رعایا پر رشک کرتی، مسلمانوں نے جو محاصل لگائے تھے، وہ قانون کے رو سے مقرر تھے، جن میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی تھی، وہ بلا مداخلت کے خوف و خطرہ کے بغیر اپنے مذہبی مراسم ادا کر سکتے تھے، اور اپنی تمدنی حالت پر قائم رہ سکتے تھے [1]"

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ اخبار الاندلس جلد ۲ صہ ۳۴ (اسکاٹ)

(۱۴)

جشنِ تہنیت

آج صقلیہ کا پایہ تخت بلورم دلہن کی طرح سجا ہوا تھا:
ہر گھر سے خوشی کے ترانے اور نعرے بلند ہو رہے تھے،!
ہر طرف مسرت و شادمانی کا دَور دورہ تھا،
آج صقلیہ کا ایک دلیر جانباز اور فدا کار مردِ مجاہد ——— صہیب دشمن کی گرفت سے آزاد ہو کر وطن واپس آیا تھا،

جس تہور اور شجاعت کے ساتھ اس نے رابرٹ کے سپاہیوں سے جنگ کی تھی، جس دلیری اور جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس نے رابرٹ کے بحری بیڑے کو نقصانِ عظیم پہنچایا تھا، جس ہمت اور حوصلہ سے کام لے کر وہ آخر دم تک دشمن سے لڑتا رہا تھا، یہ ساری داستان پوری تفصیل کے ساتھ اس کی گرفتاری کے بعد، بلورم میں پہنچ گئی تھی، جب وہ بلورم سے روانہ ہوا تھا، تو ایک من چلا اور جوان ہمت سپاہی تھا، اور آج جب اُس نے اپنے وطن کی سرزمین پر قدم رکھا تھا، تو وہ ایک غیور مجاہد تھا، جس کی عظمت اور وقار کے آگے ہر سر جھکا ہوا تھا

بلورم کے کوچہ و بازار، اور در و دیوار، بہت سے جلسوں اور جلوسوں کے منظر دیکھ چکے تھے۔ لیکن آج کی بات ہی کچھ اور تھی، ہر شخص خواہ وہ بچہ ہو یا جوان، بوڑھا ہو یا بیمار، مرد ہو یا عورت، اسے ایک نظر دیکھ لینے کے لئے بےتاب تھا، ہر شخص اس کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر رہا تھا،

بلورم کی جامع مسجد میں لوگوں نے اپنے کاندھے پر بٹھا کر صہیب کو پہنچایا، یہاں اس کی فدا کاری اور جاں بازی پر خراج تحسین پیش کیا گیا، شعراء نے اس کی شان میں قصیدے کہے، خطیبوں نے اس کے ناقابل فراموش کارناموں پر تقریریں کیں اور حد یہ ہے کہ فرمانروائے صقلیہ تک نے بنفس نفیس اس اجتماع میں شرکت کی، اور اس کے سینہ پر وہ تمغہ آویزاں کیا، جو آج تک بلورم کے کسی فرد کے حصہ میں نہیں آیا، اس نے اپنی تقریر میں صہیب کی خدمت میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ خدا صقلیہ کے ہر مسلمان میں وہی جذبہ پیدا کر دے جو صہیب کے دل میں موجزن ہے، اور اس دعا پر مسجد کے بام و در آمین کی پرخروش آوازوں سے گونج اٹھے، بڑے بوڑھوں کا کہنا تھا کہ ایسا پرتپاک اور پرجوش استقبال آج تک بلورم میں کسی کا نہیں ہوا تھا،

صہیب نے اپنی تقریر میں اس عزت افزائی، اور قدردانی کا شکریہ ادا کیا، پھر اس نے دل ہلا دینے والے خطیبانہ انداز میں کہا ۔

" دوستو اور بھائیو !

ہم سب اسلام کے پرستار ہیں، اس سرزمین پر جو کفر و طغیان سے بھرپور تھی، ہم نے قدم رکھا اور یہاں کی فضا اذانوں سے گونج اٹھی یہاں خدائے واحد کی یکتائی کے آوازے بلند ہوتے ہیں، ہم جب اپنے دیس سے باہر نکلے تھے، تو ہمارے دل میں ایک ہی جذبہ

تھا، ایک ہی آرزو تھی، ایک ہی مقصد یہ تھا، یہ کہ خدا کا کلمہ بلند ہو، اسلام کے دائرے میں وسعت پیدا ہو، اسلام نے انسان کو جو حقوق دیئے ہیں اور جنھیں وقت کے جابر، طماع اور حریص بادشاہوں اور سرداروں نے چھین لیا ہے، پھر سے انھیں واپس کر دیئے جائیں، اور خدا کا شکر ہے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ لیکن ہماری یہ کامیابی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے، کفر معصیت اور فسق و فجور کی آندھیاں اب بھی چل رہی ہیں، اسلام کے خلاف وہ تمام طاقتیں، متحد ہو گئی ہیں، جن کے مفاد پر زو پڑ رہی ہے، اسلام یہاں آیا اور اس نے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں، اس نے بتا دیا کہ عورت کے حقوق کیا ہیں، اور عورت نے محسوس کیا کہ ان حقوق سے وہ محروم ہے، اسلام نے بتایا کہ مزدور، مزارع اور عوام کے حقوق کیا ہیں؟ اور ان سب نے محسوس کیا کہ یہ حقوق انھیں کبھی نہیں ملے تھے، یہاں اونچ نیچ کی تفریق قائم تھی، انسان انسان کو غلام بنا لیتا تھا، دولت مند ہر قانون سے بے نیاز تھا، خانوادہ شاہی کے ہاتھوں کسی کی جان و مال محفوظ نہیں تھی، چیرہ دست حکام من مانی کارروائیاں کرنے کے عادی ہو چکے تھے، اقدار انسانی پامال ہو رہے تھے، انسان پامال ہو رہا تھا، انسانیت پاؤں تلے روندی جا رہی تھی، لیکن اسلام اپنے ساتھ ایک بہت بڑا انقلاب لایا۔ یہ انقلاب تھا اس کا پیام مساوات، اس کا پیام اخوت، برتری اور کمتری کی اس فضا میں اسلامی مساوات، اور اسلامی اخوت کا منظر دیکھ کر یہاں کے لوگوں کو اپنی محرومی کا اندازہ ہوا، انھوں نے جان

لیا کہ اگر عافیت، اعتماد اور وقار کی زندگی وہ بسر کرسکتے ہیں تو صرف آغوشِ اسلام میں چنانچہ جوق در جوق اور موج در موج لوگ اسلام قبول کرنے لگے اور اسلام قبول کرتے ہی ان تمام حقوق سے بہرہ ور ہونے لگے، جو اسلام نے عوام اور جمہور کو عطا کیے ہیں، ہمارے آتے ہی یہاں کی عورت خود شناس ہوگئی، یہاں کا اجیر اور مزارع خود نگر ہوگیا، یہاں کے عوام اور جمہور اپنی قوت اور طاقت سے آشنا ہوگئے، نتیجہ یہ ہوا کہ جنگل کی آگ کی طرح اسلام پھیلنے لگا، یہاں کے جابر ظالم اور جبر پرست حاکموں کی حکومت جسم پر تھی اسلام نے دل پر دستک دی، اور اس کا پرچم اقلیم دل پر لہرانے لگا، آج اسلام ان لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہا ہے جن بدقسمتوں کو کبھی آرام واطمینان، عافیت اور آسودگی کا ایک لمحہ بھی میسر نہ آیا تھا۔

اسلام کی اس عظمت اور عزت کی نگہبانی خدا نے مسلمانوں پر فرض کی ہے، اس امانت کے ہم امین ہیں، ہر قیمت پر ہر قربانی دے کر ہمیں اسلام کا پرچم بلند رکھنا ہے۔ یہ علم اگر سرنگوں ہوگیا، تو ہم بھی کہاں رہیں گے، ہماری حیثیت بھی کیا رہ جائے گی؛ ہمارا وجود صرف اسلام کے نام سے ہے، اور آج اس مقدس اور انسانیت نواز نام کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے کی سرگرمیاں پھر شروع ہوگئی ہیں کنگ رابرٹ، البرٹ اور ولیم کی فوجیں ہم پر حملہ آور ہونے کا پروگرام بنا رہی ہیں آج اسلام اپنے فرزندوں سے اس بات کا متوقع ہے کہ ہر وہ شخص جو اسلام کا

دیتا ہے، کفن سر سے باندھ کر میدان میں اتر آتے اور جب تک
خون کا آخری قطرہ بھی اس راہ میں صرف نہ ہو جاتے، اپنا فرض
ادا کرتا ہے ——————!

والی افریقہ کی اجازت سے میں نے فیصلہ کر لیا ہے
کہ ایک فوج جلد از جلد تیار کروں اور دشمن کے استقبال کے لئے
خود آگے بڑھوں۔ اسے یہاں تک آنے کی زحمت دینا اچھا
نہیں معلوم ہوتا۔

یہ فوج زیادہ سے زیادہ پندرہ روز میں تیار ہو جانی چاہئے
آپ حضرات میں سے جو لوگ اس جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں،
میں ان کے تعاون پر فخر کروں گا۔"

صہیب کی اس تقریر نے مجمع پر عجیب والہانہ کیفیت طاری کر دی
اور ان چار ہزار سے زیادہ آدمیوں نے پورے جوش و خروش کے ساتھ شرکت
پر آمادگی کا اعلان کر دیا،

صہیب نے ایک شرط یہ بھی لگائی تھی، کہ جو لوگ اس فوج میں شریک
ہوں گے، انھیں حکومت کے خزانہ سے کوئی تنخواہ نہیں ملے گی، نہ ہتھیار اور
ساز و سامانِ جنگ کی صورت میں کوئی مدد کی جائے گی، کیونکہ دشمن نے اب تک
باقاعدہ اعلانِ جنگ نہیں کیا ہے، اور جب تک باقاعدہ اعلانِ جنگ نہ ہو،
اس وقت تک حکومت عملی طور پر کوئی اقدام نہیں کر سکتی، ہم اپنی ذمہ داری پر
اور اپنی صوابدید پر جا رہے ہیں، اگر ہماری اطلاع درست ثابت ہوئی اور دشمن
واقعی چڑھائی کرنے کے ارادے سے آیا تو ہم اس سے کلہ بہ کلہ جنگ
کریں گے۔ اور اسے سمندر میں دھکیل دیں گے، اس صورت میں جو مالِ غنیمت

حاصل ہوگا، اس میں سے حکومت کا حصہ وضع کرنے کے بعد باقی مجاہدین آپس میں تقسیم کریں گے۔

صہیب کے اس اعلان کے بعد جو لوگ اس کی فوج میں شریک ہوئے تھے، وہ مال و زر کی طمع میں نہیں آئے تھے، صرف جہاد کی نیت سے آئے تھے، ان کے سامنے جاہ و منصب نہ تھا، رب السماوات والارض کی خوشنودی تھی، اور بس!

(۱۵)

مصروفیت

صہیب کی فوج تیار ہو چکی ہے، اور روانگی میں اب صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں، مصروفیت کا یہ عالم ہے، لوگوں سے ملنے جلنے ہدایات دینے اور ساز و سامان تیار کرنے میں دن رات میں تبدیل ہو جاتا ہے اور رات دن کا لباس پہن لیتی ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا کہ کب رات شروع ہوئی، اور کب دن ختم ہوا نہ کھانے کا ہوش، نہ پینے کی فکر، نہ آرام کی فرصت نہ آسائش کا خیال، ایک دھن تھی، جس میں وہ مست تھا،

ایک روز اسی طرح وہ گھر کے بیرونی حصہ میں بیٹھا تھا، لوگ آ رہے تھے، اور جا رہے تھے، کسی کو ہدایت دیتا کسی سے اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں گفتگو کرتا، کسی کو ساز و سامان کے سلسلہ میں ضروری تیاریوں سے آگاہ کرتا۔ اس مصروفیت میں غروب آفتاب کا وقت آ گیا، اور وہ دوپہر کا کھانا بھی نہ کھا سکا، ملازم بار بار یاد دہانی کے لئے آتا، اور وہ

"ابھی آیا!"

کہہ کر پھر اپنی باتوں میں، اپنے کام میں مصروف ہو جاتا،

جب سورج ڈوبنے لگا، اور اسے گھر کے اندر جانے کی فرصت نہ ملی، تو ایک بوڑھی خادمہ مرجانہ آئی صہیب کو اس نے گودیوں میں کھلایا تھا وہ ماں کی طرح اس کا ادب و لحاظ کرتا تھا، اس نے تند اور درشت لہجہ میں کہا،

"لڑکے تو صبح سے یہاں بیٹھا مشین کی طرح کام کر رہا ہے، نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پانی کی فکر، اب چلے گا گھر میں، یا اپنی طرح سارے گھر کو فاقہ کرائے گا

صہیب نے سر اٹھا کر مرجانہ کو دیکھا، اور تعجب آمیز لہجہ میں پوچھا،

سارے گھر کو فاقہ؟ ——— کیا مطلب؟"

مرجانہ نے بگڑے ہوئے لہجہ میں جواب دیا،

"تیرے انتظار میں نہ تیری ماں کے حلق سے روٹی اتری ہے نہ تیری بہن نے لقمہ توڑا ہے، اپنا خیال نہیں کرتا، ان کا تو کر ———"

مرجانہ کی یہ جلی کٹی باتیں سُنکر صہیب سر کھجاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا، اس نے مسکراتے ہوئے کہا،

"کیوں خفا ہوتی ہو چلتا ہوں چلتا ہوں!"

پھر وہ مرجانہ کے ساتھ گھر میں داخل ہوا، چھوٹی بہن حبیبہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی، اسی نے مرجانہ کو سکھا پڑھا کر بھیجا تھا، حبیبہ کو یہاں کھڑا دیکھ کر صہیب نے پوچھا،

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟

وہ روٹھے ہوئے انداز میں گویا ہوئی،

"کھانا کھا رہی تھی!"

صہیب ہنس پڑا، اس نے ہلکے سے اس کے سر پر ایک چپت لگائی، اور پیار بھرے لہجہ میں کہا،

"بڑی شریر ہو گئی ہے!"

وہ ڈرانے کے انداز میں بولی،

"میں شریر ہوں یا نیک، اس سے کوئی بحث نہیں، لیکن آج آپ کی پٹائی ضرور ہو گی!"

صہیب ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا،

"کیوں؟"

وہ بولی،

"اماں بہت غصہ میں ہیں، اور میں نے اُن کے غصہ کی آگ اور تیز کر دی ہے ساری بہادری نکل جائے گی آج آپ کی!"

پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، اتنے میں زبیدہ آ گئی، یہ صہیب کی ماں تھی، بوڑھی ہو چکی تھی، لیکن چہرے پر وقار اور دبدبہ اب تک موجود تھا، اُسے آتا دیکھ کر جیبہ نے کہا۔

"ہوشیار ——————"

اور پھر وہ مسکرانے لگی، اتنے میں زبیدہ پاس آ کر کھڑی ہو گئی، اس نے جیبہ سے سرزنش آمیز لہجہ میں کہا،

"ساری باتیں یہیں ختم کر لو گی، لڑکے کو کھانا تو کھا لینے دو!"

صہیب مسکرانے لگا، اُس نے آہستہ سے کہا،

"لو بھئی جیبہ، میں تو بچ گیا، اب اپنی خیر مناؤ!"

پھر اس نے زبیدہ سے کہا،

"دیکھئے یہ حبیبہ کہہ رہی تھی کہ کھانا ختم ہو گیا، اب ہرا کھا ئیے، اور مجھے لگ رہی ہے بھوک!"

زبیدہ نے گھور کر حبیبہ کو دیکھا،

"کیوں ری؟"

وہ سامنے سے بھاگ گئی، صہیب ہنسنے لگا،

"آپ نے لاڈ کر کے اس لڑکی کو بہت شریر بنا دیا ہے۔"

زبیدہ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا،

"بیٹے میری دو آنکھیں ہیں، ایک تو ایک حبیبہ، جب سے تمہارے باپ مرے ہیں، تمہی دونوں میری روح اور زندگی بن کر رہ گئے ہو، تم دونوں کے لاڈ نہ کروں گی تو کس کو کروں گی؟"

صہیب نے بچوں کی طرح شکایت کرتے ہوئے کہا،

"یہ تو ٹھیک ہے، لیکن آپ حبیبہ کو مجھ سے زیادہ چاہتی ہیں، وہ خود بھی بڑے فخر سے اس کا ذکر کر کے مجھے چڑایا کرتی ہے!"

زبیدہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے،

"وہ لڑکی ہے، اور پھر ابھی بچہ ہے، تو گھر سے باہر رہتا ہے، وہ ہر وقت میرے گھٹنے سے لگی بیٹھی رہتی ہے، میری اتنی خدمت کرتی ہے کہ میں عاجز آجاتی ہوں، اسے اگر زیادہ چاہتی ہوں تو اس لئے کہ وہ چاہے جانے کے قابل ہے!"

صہیب نے ماں کو چھیڑا،

"اور میں؟ ———"

زبیدہ کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا، اتنے میں حبیبہ بھاگی بھاگی آئی، اور جیسے بڑے چھوٹوں سے کہتے ہیں بولی،

کھانا پھر ٹھنڈا ہو گیا! آخر آپ لوگ یہاں کھڑے کون سی داستان بیان کر رہے ہیں ———— ————

اور پھر ہنسنے لگی،

زبیدہ نے پیار بھری نظروں سے حبیبہ کو دیکھا اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،

"چلتے ہیں بیٹی ———— آؤ صہیب!"

وہ چلتے چلتے ٹھٹک گیا،

"اگر حبیبہ میرے ساتھ کھائے گی تو میں نہیں کھاؤں گا!"

حبیبہ نے تیکھی نظروں سے بھائی کو دیکھا اور گویا ہوئی،

"میں تو کھا بھی چکی کب کی!"

صہیب ہنسنے لگا،

"یہ لڑکی ہمیشہ مجھے شکست دیتی ہے!"

(۱۶)

ماں اور بیٹا

کھانے کے دوران میں بھی حبیبہ کی دلچسپ باتیں جاری رہیں صہیب ہنس ہنس کر اور مسکرا مسکرا کر اس کی باتوں سے لطف لیتا رہا، اتنے میں زبیدہ نے سوال کیا "کب تک واپس آجاؤ گے؟"

صہیب نے جواب دیا،

"امید تو ہے انشا اللہ دو تین مہینے میں واپس آجاؤں گا!" —— لیکن آپ نے یہ سوال کیوں کیا؟"

زبیدہ نے ذرا رکتے ہوئے جواب دیا،

میں بیٹے میں بوڑھی ہو چکی، نہ جانے کب موت کا بلاوا آجائے، اور مجھے اس دنیا سے رخصت ہونا پڑے، حبیبہ ویسے تو ماشا اللہ سیانی ہو چلی ہے، لیکن نہ مزاج سے بچپن اب تک گیا ہے، نہ بے فکری اور بے پروائی،!"

"جی تو ——" صہیب نے پوچھا،

"میں چاہتی ہوں تمہارا گھر آباد ہو جائے گھر میں کوئی تو ایسا ہو جو اسے سنبھال

سکے، وقت ضرورت میری خدمت کر سکے، جیبہ کو سنبھال سکے تمہاری تاک جھانک لے" ———— زبیدہ نے کہا،

"میں آپ کا مطلب سمجھ گیا" صہیب نے مسکراتے ہوئے کہا

"کیا سمجھے؟" جیبہ نے شوخ نظروں سے بھائی کو گھورا اور پوچھا!

"یہ کہ جیبہ کی شادی جلد از جلد کر دینی چاہیئے!" صہیب نے جواب دیا۔

جیبہ کی ساری شوخی کافور ہو گئی، اس نے ماں کی طرف دیکھا، اور فریاد کرتی ہوئی بولی:-

"دیکھ لیجئے بھیا کو!"

"کیا دیکھ لیجئے، کیا تو ہمیشہ یوں ہی بیٹھی رہے گی!" صہیب نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا،

"تم لوگ تو ذرا ذرا لڑنے لگتے ہو" زبیدہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا،

"جیبہ کی مجھے اتنی فکر نہیں ہے جتنی تمہاری!" زبیدہ گویا ہوئی،

"تو اماجان میں کچھ گھر سے بھاگا تو نہیں جا رہا ہوں!" صہیب نے ہنستے ہوئے کہا،

اب پھر جیبہ کو بولنے کا موقع مل گیا، اُس نے زبیدہ سے کہا،

"یہ اسی طرح ٹال مٹول کرتے رہیں گے، اس کا علاج یہ ہے کہ جب تک بھابی کا انتظام نہ ہو جائے، گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دیجئے بھیا کو!"

صہیب نے ماں سے مخاطب ہو کر تسلی دیتے ہوئے کہا

"آپ فکر نہ کیجئے۔ یہ جیبہ تو خواہ مخواہ آپ کو میرے خلاف بھڑکاتی رہتی ہے، اس مہم سے مجھے واپس آلینے دیجئے، پھر انشاء اللہ ایک اچھی بہو آپ کے گھر میں ہوگی، اور جی بھر کے آپ اس سے خدمت لیجئے گا، اور وہ جیبہ کی

گوشمالی کر کے، صبح سے شام تک گدھے کی طرح کام لے گی ——————

حبیبہ بھلا اپنی اتنی بڑی ترہین کس طرح گوارا کر لیتی، کہنے لگی،

"مجھے کیا سمجھا ہے آپ نے؟ کیا میں کسی کی ڈیل ہوں؟"

صہیب نے اُسے اور زیادہ مشتعل کرتے ہوئے کہا،

"ڈیل نہیں ہو تو کیا ہو، کیا لڑو گی اپنی بھابی سے؟ —————— آپ کو معلوم ہونا چاہیئے، حبیبہ صاحبہ کہ بھابی کا درجہ ماں سے کچھ ہی کم ہوتا ہے!"

اس دلیل سے بھی وہ قائل نہ ہوئی، کہنے لگی،

"میں تو اماں سے بھی نہیں دبتی!"

صہیب نے پھر چھیڑا،

"اسی لئے تو ایک سخت گیر بھابی کی ضرورت ہے، جو تمھیں دبا سکے تمھاری شرارتوں کا علاج کر سکے تمھارے منہ میں لگام دے سکے، اور تمھیں پیٹ پیٹ کر تکا بنا دے —————— اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس کام کو بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے کر ڈالے گی!"

حبیبہ پھر ترکی بترکی جواب دینے والی تھی کہ زبیدہ نے صہیب سے کہا

"اس چالاکی سے کام نہیں چلے گا، تم حبیبہ کو چھیڑ چھیڑ کر وقت ضائع کر رہے، میرے سوال کا جواب دو!"

صہیب نے ایک سعادت مند بیٹے کی طرح کہا،

"میں آپ کے حکم سے کب باہر ہوں، ذرا مجھے واپس آ لینے دیجئے، پھر آپ جو حکم دیں گی، اس کی تعمیل کروں گا ——————"

زبیدہ کے افسردہ چہرے پر خوشی کی رونق طاری ہوگئی، اس نے کہا،

"تو پھر میں بات چیت شروع کر دوں؟ میرا ارادہ شیخ سلمان کی لڑکی بیاہنے

کا ہے، بڑی خوبصورت اور شریف لڑکی ہے!"

صہیب نے جواب دیا،

"آپ اگر کسی حبشی عورت کو بھی پسند کریں، تو مجھے انکار نہ ہو گا، لیکن جب تک میں واپس نہ آجاؤں میری رائے تو   گفت و شنید کرنے کی بھی نہیں ہے"

زبیدہ نے فکر مند لہجہ میں پوچھا،

"کیوں؟ ——— کیا حرج ہے اس میں؟"

صہیب نے جواب دیا،

"آپ جانتی ہیں، جنگ میں سب کچھ ہو سکتا ہے" یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سرخ رو ہو کر میدانِ جہاد سے واپس آؤں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جامِ شہادت کو نوش کروں اور اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رختِ سفر باندھ لوں، یہ مہم ایسی ہے، جس سے کسی قیمت پر میں دستبردار نہیں ہو سکتا، اور میرا خیال ہے کہ آپ یہ بھی گوارا نہیں کر سکتیں کہ آپ کا لڑکا جہاد سے منہ چرائے، لہٰذا جب تک یہ مہم ختم نہ ہو جائے اور میں واپس نہ آجاؤں، اس وقت تک اپنا یہ ارادہ ملتوی رکھئے ——— زیادہ سے زیادہ دو تین مہینے کی مدت صرف ہو گی، جہاں اتنے دن یہ بات دل سے زبان تک نہ آئی، چند ہفتے اور سہی!"

یہ گفتگو صہیب نے کچھ ایسے پیرایہ اور لب و لہجہ میں کی کہ زبیدہ بیگم جواب میں کچھ نہ کہہ سکیں سوا اس کے،

"اچھا ——— خدا تمہیں خیر سے واپس لائے پھر سہی!"

اتنے میں مرجانہ آئی اور اس نے کہا،

"باہر کچھ لوگ بڑی دیر سے بیٹھے انتظار کر رہے ہیں!"

جبیبہ نے تیوری چڑھا کر اس کی طرف دیکھا، اور گویا ہوئی،

"جاؤ کہہ دو اس وقت نہیں آسکتے، آخر کچھ دیر گھر میں بھی بیٹھیں، سارا وقت باہر ہی "کچھ لوگوں" میں صرف کر دیں؟

صہیب ہنستا ہوا اُٹھا، اور اس کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے ماں سے کہنے لگا،

"سن رہی ہیں آپ اس شیطان کی خالہ کی جلی کٹی باتیں؟"

پھر وہ جبیبہ سے مخاطب ہوا،

"ان لوگوں سے نبٹ کر میں جلد ہی آجاؤں گا، اور رات کا کھانا ہم بھائی بہن ساتھ کھائیں گے، اور پھر بڑی دیر تک باتیں کریں گے!"

---

(۱۷)

جنگ کی تیاری

چونکہ اب محاذ جنگ پر جانے میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تھا، اس لئے ملنے والوں کا تانتا لگا ہوا تھا صہیب کا واقعی ارادہ بھی تھا کہ سر شام ہی گھر واپس آ جائے گا، اور خوب اطمینان سے جی کھول کر ماں اور بہن سے باتیں کریگا

نہ جانے محاذ جنگ سے کب واپس ہو،

نہ جانے واپس آنا ممکن بھی ہو یا نہ ہو،

یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ دشمن غالب آ ئے، اور گرفتار کر لے ——— !

یہ بھی ممکن ہے لڑتے لڑتے خلعت شہادت نصیب ہو جائے، پھر وہ وقت جو ہاتھ میں ہے رائگاں جائے، ——— کیوں نہ ماں اور بہن کی معیت میں بسر کیا جائے ——— ؟

لیکن باہر جانے کے بعد ایسا تانتا لگا لوگوں کا کہ رات کے بارہ بج گئے، تب جا کر کہیں فرصت ملی،

وہ تھکا ہوا گھر واپس آیا، زبیدہ اب تک جاگ رہی تھی، حبیبہ سو چکی تھی،

زبیدہ نے آہستہ سے کہا،

"اب تک تمہارے انتظار میں جاگ رہی تھی، ابھی سوئی ہے!"

صہیب نے کہا،

"سونے دیجئے، میں بھی بہت تھک گیا ہوں!"

زبیدہ نے کھانے کو پوچھا، مگر اس نے انکار کر دیا اور آ کر اپنے بستر پر لیٹ رہا۔

جب بستر پر لیٹا تھا تو نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں، لیکن جب سونے کے لئے آنکھیں بند کیں تو نیند غائب ہو چکی تھی، بڑی دیر تک کروٹیں بدلتا رہا مگر نیند نہ آئی، اور جولیانا کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ گئی، ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے وہ چیونی کے قلعہ سے اُڑتی ہوئی یہاں آ گئی ہے۔

جولیانا کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا،

صہیب نے ایسا محسوس کیا جیسے جولیانا اُسے بے وفائی کا طعنہ دے رہی ہے، اس سے پوچھ رہی ہے کہ فراق کی زندگی میرے کاٹے نہیں کٹتی تمہارے لئے وہ کون سا ایثار ہے جس کے لئے میں اپنے آپ کو آمادہ نہیں پاتی؛ تمہارے لئے میں گھر چھوڑ سکتی ہوں، والدین کی جُدائی برداشت کر سکتی ہوں، اپنے ملک اور قوم سے ناتہ توڑ سکتی ہوں، لیکن تم؛ —————— تم یہاں شادی کی تیاریاں کر رہے ہو؛ مجھے میری محبت اور میری وفاداری کو یکسر فراموش کر کے نئی زندگی کے خواب دیکھ رہے ہو؛

کیا شرط وفا یہی ہے؟

پھر ایسا محسوس ہوا جیسے جولیانا رو رہی ہے۔

صہیب بے قرار اور بے تاب ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا،

"جولیانا! ——— تم مجھے غلط نہ سمجھو، میں تمہارا ہوں، زندگی کی آخری سانس تک تم سے بے وفائی نہیں کر سکتا، والدہ سے ان کی بہو کا تذکرہ کر رہا تھا، جو میرے پیش نظر تم اور صرف تم تھیں،

میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے اور مجھے یاد ہیں میں نے تم سے جو عہد کئے تھے، انھیں کبھی فراموش نہیں کر سکتا، تم میری رُوح ہو، میری زندگی ہو، تم ہو تو زندگی میرے لئے نعمت ہے، اور بغیر تمہارے ایک لمحہ کے لئے بھی میں زندگی کا تصور نہیں کر سکتا ——— پھر زندگی میرے لئے بے معنی ہے، بیکار ہے۔

پھر ایسا محسوس ہوا، جیسے جولیانا پوچھ رہی ہے!

"میں تمہاری راہ تک رہی ہوں، آخر تم کب تک آؤ گے؟ ———؟

صہیب نے اس تصویر سے مخاطب ہو کر کہا،

"بس اب میں آرہا ہوں، انشا اللہ بہت جلد، شاید تمہاری توقع سے بھی پہلے"

اتنے میں مؤذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی، اور کلمہ پڑھتا ہوا بستر سے اُٹھ بیٹھا اور وضو کر کے مسجد کی طرف روانہ ہو گیا،!

(۱۸)

قاضی ابُوعمر

مغرب (افریقہ) سے صقلیہ میں ہر طرح کے لوگ آئے، ان میں جاہل بھی تھے اور عالم بھی، اور صنعت کار بھی، ان سب لوگوں نے اپنے خلوص اور محنت سے اس ویرانہ کو رشک گلستان ارم بنادیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے یورپ کا یہ خطہ مسلمانوں کا مرکز اور محور بن گیا، ساتھ ہی ساتھ علم وفن میں یورپ کا استاد اور راہنما بھی،

جو لوگ افریقہ سے صقلیہ میں آئے، ان میں ایسے اصحاب ہمم بھی تھے، جو اخلاق وسیرت کے اعتبار سے ممتاز اور یگانہ حیثیت کے مالک تھے، جن کا اسوۂ حیات دوسروں کے لئے عام اس سے کہ وہ مسلمان ہوں، یا غیر مسلم، نمونہ کا کام دیتا تھا، اور لوگوں کے کردار وسیرت کی تشکیل میں اس کا بڑا حصّہ تھا،

انہی لوگوں میں ایک قابل صد احترام شخصیت ابوعمر محمد بن میمون کی تھی، حقیقت یہ ہے کہ غیر اور اجنبی، بلکہ معاند اور دشمن مقامات پر اسلام کی تبلیغ، جس "تلوار" سے ہوئی، وہ یہی تلوار تھی —— اخلاق وکردار، سیرت شخصیت کی تلوار —— !

قاضی ابو عمر محمد بن میمون بن عمرو افریقہ کے ممتاز علماء اور عبادت گذار بزرگوں میں تھے، امام سحنون اور ابو مصعب زہری سے علوم کی تحصیل کی، تلامذۂ سحنون، میں سے افریقہ میں سب سے آخری لعل شب چراغ باقی رہ گئے تھے، انھوں نے سو سال کی عمر یا اس سے زیادہ میں وفات پائی صقلیہ کے عہدہ قضاء پر آنے سے پہلے افریقہ کے عہدۂ قضا کے خدمات انجام دے چکے تھے،

قاضی محمد بن میمون ایک نہایت سادہ مزاج بزرگ تھے، اور اپنے عہد میں سلف کے عادات وخصائل کے حامل تھے، زہد والقاء خاکساری و فروتنی بدرجۂ کمال موجود تھی، دنیاوی جاہ و حشم سے طبعاً نفور تھے، اور اس کے اثرات ان کے عہدہ میں نمایاں تھے، جب وہ صقلیہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے اور بندرگاہ سوسہ سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:۔

"باشندگان سوسہ! دیکھو یہ میری چادر ہے، یہ میرا جبہ ہے، یہ میرا تھیلا ہے، جس میں میری کتابیں بھری ہیں، اور یہ میری حبشی کنیز ہے، جو میری خدمت کرتی ہے، اور اس کے پاس بھی صرف اس کا پیرہن اور اس کی چادر ہے۔

میں بس انھی چیزوں کے ساتھ جا رہا ہوں، جب واپس آؤں تو دیکھ لینا، کن چیزوں کے ساتھ لوٹتا ہوں"

صقلیہ پہنچے تو حسب دستور انھیں دارالقضاء کی شاندار عمارت میں ٹھہرایا گیا، لیکن اپنی فروتنی و خاکساری سے یہ کہہ کر اٹھ آئے کہ "یہ زعماء عظماء کی قیامگاہ ہے، میں اس میں کیا کروں گا" اور ایک مختصر مکان میں قیام پذیر ہوئے،

اسی کے ساتھ قضائت کے معاوضہ میں حکومت سے کوئی تنخواہ نہیں لی، ان کی حبشی خادمہ اپنے چرخہ پر روزانہ سوت کاتتی اور اس کو فروخت کر کے ان دونو

کی بسر اوقات ہوتی تھی ،

مقدمات کے فیصلہ میں عجیب شان ہوتی ، دروازہ برابر بند رہتا ، فریقین آکر دروازہ کھٹکھٹاتے ، دروازہ پر کوئی حاجب تھا ، نہ دربان ، خادمہ باہر آتی اور دروازہ کھول کر کہتی " ٹھہرو، قاضی کو خبر کرتی ہوں ، ابھی آتے ہیں " قاضی صاحب باہر تشریف لاتے ، مقدمہ کی روداد سنتے ، تسلی بخش فیصلہ کرتے ، اور دونو فریق واپس چلے جاتے

چند سال اسی طرح گذر گئے اور انہوں نے سادہ زندگی سے صقلیہ کے باشندوں کے دلوں میں گھر کر لیا ، ایک دن دروازہ پر چند اشخاص آئے ، دروازہ کھٹکھٹایا ، وہ بند کا بند رہا ، لوگ واپس چلے گئے ، دوسرے دن یہی اتفاق پیش آیا ، لوگوں میں تشویش پیدا ہوئی ، اور تیسرے دن دروازہ پر مجمع لگ گیا ، خادمہ برآمد ہوئی ، اور لوگوں سے کہا " مکان کے اندر آؤ اپنے قاضی کی عیادت کرو "

مجمع جوشِ عقیدت سے بیتابانہ اندر داخل ہوا ، دیکھا کہ قاضی محمد بن میمون ایک چٹائی پر لیٹے ہیں ، سر کے نیچے بھس بھرا ایک تکیہ رکھا ہے ، مجمع کی عقیدت دیکھ کر وہ بھی ضبط نہ کر سکے ، آبدیدہ ہو کر کہنے لگے ،

" جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا میں نے مقدمات کے فیصلہ کی خدمت انجام دی ، اب میں نے امیر صقلیہ سے درخواست کی ہے ، کہ وہ مجھے معذور سمجھیں اور اس خدمت سے سبکدوش کر دیں ، میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں ، قیروان لوٹ جاؤں گا "

یہ گفتگو سن کر مجمع زار و قطار رونے لگا ،

بالآخر وہ اثنائے علالت ہی میں صقلیہ سے روانہ ہو گئے ، سوسہ پہنچے تو اہلِ سوسہ کو مخاطب کر کے کہا ۔

" سوسہ والو ! دیکھو ! جیسا میں گیا تھا ویسا ہی لوٹ آیا ، یہ میرا جبہ ہے

یہ چادر ہے، یہ تھیلا ہے، اور یہ کتابیں ہیں، اور اسی طرح یہ حبشی خادم بھی، خدا کی قسم میں نے دنیا سے کوئی سروکار نہیں رکھا، اور اسی حال میں واپس آیا ہوں"۔ [1]

قاضی صاحب نے اگرچہ مسندِ قضا سے کنارہ کشی کر لی تھی، اور ضعف و کہولت کے باعث صقلیہ کی اقامت ترک کر کے پھر سوسہ واپس چلے گئے تھے، لیکن یہاں کے دورانِ قیام میں جو ربط و تعلق صقلیہ کے باشندوں سے پیدا ہو گیا تھا، وہ نہ صرف قائم تھا بلکہ مرورِ ایام کے ساتھ اس میں اضافہ ہو رہا تھا، چنانچہ صقلیہ کے لوگ اکثر ایک بزرگ مہمان کی حیثیت سے قاضی صاحب کو مدعو کیا کرتے، اور وہ ضعف و نقاہت کے باوجود اس فرمائش کو رد نہ کر سکتے، تشریف لے آتے اور کئی کئی ہفتے قیام کر کے واپس جاتے،

آج کل یہی قاضی صاحب سوسہ سے بلرم تشریف لائے ہوئے تھے، صہیب کو قاضی صاحب کی ذاتِ گرامی سے گہری عقیدت تھی، اور قاضی صاحب بھی اس کی سعادت مندی، جذبۂ دینی، حمیت قومی، ولولہ ایثار، اور جوشِ کردار سے بہت متاثر تھے، جب کبھی وہ حاضر ہوتا تو بڑی دیر تک قاضی صاحب اس سے شفقت و محبت کی باتیں کیا کرتے اس کے عزمِ جہاد پر مبارکباد دیتے، اور اس میں صحیح اسلامی روح پیدا کرنے کی کوشش کرتے، اور اپنی اس کوشش کو کامیاب دیکھ کر بہت زیادہ محظوظ و مسرور ہوتے، اور اسے دعائے خیر و برکت دیتے، اور دین و دنیا کی کامگاریوں اور کامرانیوں کی بشارت دیتے،

صہیب کو جب یہ معلوم ہوا کہ قاضی صاحب بلرم میں تشریف رکھتے ہیں، تو اس

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۲ ص ۸۸-۸۹

نے سوچا مہم پر جانے سے پہلے قاضی صاحب سے ضرور مل لینا چاہیے، چنانچہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا، حسبِ معمول تپاک اور گرم جوشی کے ساتھ قاضی صاحب نے مصافحہ اور معانقہ کیا، پھر دریافت فرمایا:-

"ہمیں اطلاع ملی تھی کہ تم جہاد کرتے ہوئے دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے، خدا کا شکر ہے ہم پھر تمھیں صحیح و سلامت اپنے درمیان دیکھ رہے ہیں!!"

صہیب نے اپنی گرفتاری اور رہائی کا سارا ماجرا قاضی صاحب کو بتا دیا، وہ مسکرا مسکرا کر یہ دلچسپ داستان سنتے رہے، پھر فرمایا:-

"تم نے ایک مرتبہ پھر یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان اگر خدا پر بھروسہ رکھے تو سب کچھ کر سکتا ہے، نہ دشمن کی کثیر تعداد اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہے، اور نہ اس کا کینہ اور تعصب کسی طرح نقصان پہنچا سکتا ہے!"

صہیب نے عرض کیا:-

"جہاں تک صقلیہ اور آس پاس کے جزائر اور عیسائی آبادیوں کا تعلق ہے، وہ مسلمانوں کی دل سے مداح ہیں تعصب مخالفت اور کینہ جو کچھ ہے، وہ حکمران افراد کے دل میں ہے۔ کیونکہ اسلام کی سربلندی سے ان کے مفاد پر ضرب پڑتی ہے، ورنہ ہمارے زمانہ میں صقلیہ کی علمی، حرفتی اور اخلاقی حالت نقطۂ عروج پر ہے۔ ہم نے اپنے دورِ حکومت میں سب سے زیادہ سختی کے ساتھ جو بات ملحوظ رکھی ہے، وہ یہ ہے کہ غیر مسلم رعایا پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے، اس کی زیادہ سے زیادہ دل دہی کی جائے، اور اسے کسی جائز شکایت کا موقع نہ دیا جائے، معاملات جائیداد و وراثت وغیرہ کو ہم نے رسم و رواج ملک کے مطابق ٹھہرا دیا ہے، ہماری علمی اور صنعتی اور حرفتی خوبیاں ایسی مسلم ہیں کہ نارمن بادشاہ تک ان کے معترف ہیں — بلکہ راہب تک ہماری عقل و شعور کی قدر کرتے ہیں، اگرچہ وہ ہماری ایجادوں

اور کاریگریوں کو شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں!"[1]

قاضی صاحب بے ساختہ ہنس پڑے۔ انھوں نے صہیب سے کہا۔

"یہ تم نے کیسے جانا کہ وہ ہماری صنعتی اور حرفتی کامیابیوں کو شیطانی قوت سے منسوب کرتے ہیں؟"

صہیب نے جواب دیا۔

"اپنی قید کے دوران میں، ان کی باہمی بات چیت سننے کا اکثر مجھے اتفاق ہوا وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ خدا صرف ان کا ہے، اس کی طرف سے جو امدادی اعانت ہو سکتی ہے، وہ انہی کے لئے ہو سکتی ہے ——— مسلمان کافر ہیں، اور پھر بھی ہر اعتبار سے ترقی کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے اس ترقی کا سرچشمہ خدا تو نہیں ہو سکتا، جب خدا نہیں ہے تو شیطان ہی باقی رہ گیا، اُسے وہ ہمارا سرپرست اور مربی قرار دیتے ہیں!"

صہیب کی یہ باتیں قاضی صاحب نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنیں پھر فرمایا:

"عیسائی کچھ بھی خیال کریں، یہ بہر حال حقیقت ہے کہ خدا صرف اس کا ساتھ دیتا ہے، جس کی نیت میں کھوٹ نہ ہو، اور جو اس پر سچے دل سے بھروسہ کرتا ہو، خدا چاہے گا تو وہ وقت جلد آئے گا، جب مسلمانوں پر یہ طعن کرنے والے لوگ، بغیر کسی جور اور دباؤ کے حلقۂ اسلام میں داخل ہوں گے"۔

اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ قاضی صاحب کا ارشاد کتنا مبنی بر حقیقت تھا۔ سارا صقلیہ مسلمان ہو گیا، وہاں کے ذرے ذرے پر مسلمانوں کا نقش قدم ثبت ہو گیا، وہاں کے ہر شہر کو انھوں نے رشک جناں بنا دیا۔ خاص دارالسلطنت پلرمو

---

[1] تمدن عرب، ص ۲۸۱

کے تکلفات تو بہت ہی بڑھے ہوئے تھے، جرمنی، اٹلی، فرانس اور انگلستان کی خانگی اور تمدنی حالت کا اندازہ مسلمانانِ صقلیہ سے کیا جائے، تو مقدم الذکر نہایت پست حالت میں تھے، انہی چیزوں سے کسی قوم کی ترقی، خوشحالی اور خوش دلی کا اندازہ لگ سکتا ہے، صقلیہ کی تہذیب کا نارمنوں پر جو اثر پڑا، وہ بالکل ویسا ہی تھا، جیسا کہ روم کا اثر دوسری ناتراشیدہ اور وحشی قوموں پر پڑا تھا، لیکن نارمن اپنی مسلمان رعایا سے ہر طرح سبق لینے پر نہ صرف تیار ہی تھے بلکہ سخت متفکر تھے یہ لوگ تہذیب کے لطف و فوائد سے واقف ہو چکے تھے، اور ان کی قدر کرتے تھے، مگر اب تک خود ان سے مستفید نہیں ہوئے تھے، مسلمانوں کے زوال کے وقت نارمن گو فاتح تھے۔ تاہم مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو تفوق حاصل رہا، جو اصول حکمرانی مسلمان امراء نے قائم کیا تھا، اس کو نارمنوں نے بھی قائم رکھا، وزراء و حکام دیوانی و فوجداری سب مسلمان ہوتے تھے، یہی محکمۂ مال و خزانہ کے مہتمم تھے، اور یہی عدل و انصاف کے ناظر، یہ تسلیم کر لیا گیا تھا، کہ تمام لوگوں کی زبان عربی رہے، اس کو وہ بولیں اور اس میں رسل و رسائل کریں، قانون و دستور العمل جتنے نکلتے تھے، وہ زبان عربی میں ہوتے تھے، اصطلاحات قانون و زبان عدالت بھی عربی ہی تھی، لباس، رسوم، درباروں کے آداب، آپس کے میل جول کے اخلاق سب ایشیائی تھے، شاہی خاندان کے تمام رسوم امرائے صقلیہ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے، دلائل و براہین کے زور سے یا کفار مسلمانوں کے عادات و اخلاق و تہذیب کے اثر سے عیسائی اکثر مسلمان ہوتے رہتے تھے ؎

کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کے قبول اسلام کے راستے میں مانع اور حارج نہ تھی۔

؎ اخبار الاندلس۔ ج ۲۔ ص ۶۶ — ۶۷

(۱۹)

میدانِ جنگ کی طرف

آج صہیب اپنا لشکر لے کر، بہ عزم جہاد روانہ ہو رہا تھا، جبو نی سے جب وہ رہا ہو کر آیا تھا تو سارے شہر نے اس کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے تھے اور آج جب ایک مرتبہ پھر وہ امن و عافیت کی زندگی ترک کرکے میدانِ جنگ کا رُخ کر رہا تھا تو خلقت اُسے الوداع کہنے کے لئے ٹوٹ پڑی تھی، مرد و زن طفل و جواں ضعیف و توانا کون تھا، جو اس مجمع میں جو اُسے رخصت کرنے آیا تھا، شریک نہ تھا، والیٔ صقلیہ سے لے کر ایک عامی تک سب ہی موجود تھے، اور حد یہ ہے کہ قاضی ابو محمد بن میمون بھی!

صہیب کو رخصت کرتے ہوئے، قاضی صاحب نے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کرکے ایک نہایت اثر انگیز اور ولولہ آفریں تقریر کی، اُنھوں نے فرمایا:۔

"آج یہ چھوٹا سا لشکر بہت بڑے عزم و ارادہ کے ساتھ اپنے گھر اپنے دوستوں، عزیزوں، ساتھیوں اور لذاتِ دنیوی سے

کنارہ کش ہو کر روانہ ہو رہا ہے۔

لیکن تم میں اور اس طرح کے دوسرے لشکروں میں ایک بہت بڑا اور بنیادی فرق ہے!

دوسری قوموں اور ملتوں کے لشکر، اس لئے دوسروں پر چڑھائی کرتے ہیں کہ انھیں اپنا غلام بنالیں، ان کی دولت پر قبضہ کرلیں، اُن کی املاک وجائیداد چھین لیں، ان کی عورتوں کو کنیز اور مردوں کو غلام بنالیں، اپنے حدود مملکت میں اضافہ کرلیں، یہی وجہ ہے کہ وہ فاتح اور کشور کشا کی حیثیت سے جہاں قدم رکھتے ہیں، وہاں کی ہر چیز برباد کردیتے ہیں، ذرا بھی رحم و رعایت سے کام نہیں لیتے، جو سامنے آیا وہ تہ تیغ بے دریغ کردیا ان فاتحوں اور کشور کشاؤں کے ساتھ، جہاں فوج ہوتی ہے، ہتھیار ہوتے ہیں، ساز وسامان جنگ ہوتا ہے، وہاں تباہی موت، ظلم سفاکی، اور درندگی بھی ہوتی ہے۔ یہ میدان جنگ میں آدمی نہیں رہتے، درندے بن جاتے ہیں، انھیں دیکھ کر انسانیت روپوش ہوجاتی ہے۔

لیکن میرے عزیزو تم کسی بادشاہ کے نہیں اسلام کے سپاہی ہو، تمھیں خون بہانے کی اجازت ہے، لیکن صرف اس کا جو تم سے برسر پیکار ہو، تم کسی بوڑھے ضعیف اور بیمار کی گردن نہیں کاٹ سکتے، کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھاسکتے، کسی بچہ کو قتل نہیں کرسکتے، حد یہ ہے کہ تم کھیتوں کو پامال نہیں کرسکتے، درختوں کو قطع نہیں کرسکتے، تم دشمن کے لئے پیام موت بن کر جارہے ہو، اور میں تم سے توقع رکھتا ہوں کہ اسلام کے ان احکام کو کبھی اور

کسی حالت میں بھی تم فراموش نہیں کرو گے، امن کے زمانہ میں تم پر اتنی گراں بار ذمہ داریاں اسلام عائد نہیں کرتا، جتنی جنگ کے زمانہ میں کرتا ہے،

خبردار،

کسی سے انتقام نہ لینا،

خبردار،

کسی بے گناہ کو قتل نہ کرنا،

خبردار،

کسی طالب امان کو اماں دینے سے انکار نہ کرنا،

خبردار،

کسی کی املاک و جائیداد پر ناحق قبضہ نہ کرنا،

اگر ان پابندیوں کے ساتھ تم میدانِ جنگ کا رخ کر سکتے ہو تو جاؤ قدم آگے بڑھاؤ، خدا تمہارا حافظ و نگہبان ہے، لیکن اگر مال غنیمت کے لئے تم نے رخت سفر باندھا ہے، اگر غلاموں اور باندیوں کی خاطر تم نے تلوار سونتی ہے، اگر درہم و دینار اور سیم و زر کا حصول تمہارے پیش نظر ہے تو اگر ہفت اقلیم بھی ختم کر لو، تو بھی نہ تم مجاہد کہلاؤ گے، نہ تمہاری یہ فوج کشی جہاد کہلائے گی، جہاد صرف وہ ہے، جو کلمۃ اللہ کی سربلندیوں کے لئے کیا جائے، اور ہوا و ہوس کا جذبہ کار فرما نہ ہو ——— !"

قاضی صاحب کو اس تقریر نے سماں باندھ دیا، حاضرین و سامعین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی، صہیب نے قاضی صاحب کا شکریہ ادا کرتے

ہمر نے کہا۔

"میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ ہماری نیت میں کھوٹ ہے، نہ ہمارے ارادے کمزور ہیں، ہمارا مقصد دشمن سے صرف اس وقت تک جنگ کرنا ہے، جب تک وہ لڑنے پر آمادہ ہے، اس کی مجبوری اور بے بسی سے ناجائز فائدہ اُٹھانا، یا خواہ مخواہ اسے قتل کرنا نہ ہمارا شیوہ ہے نہ ارادہ، آپ نے جن گراں بار ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کیا ہے، انشاءاللہ ان سب کو ہمہ وقت ہم میں سے ہر ایک پیشِ نظر رکھے گا،

صہیب کے اس جوابِ باصواب کے بعد، قاضی صاحب نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا، اور فرمایا:-

"مجھے تم سے اور تمہارے جیالے ساتھیوں سے یہی توقع تھی!"

اس کے بعد انھوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور گڑگڑا گڑگڑا کر خدائے بزرگ و برتر سے باچشمِ پُرنم دُعا کی،

"اے بحر و بر کے مالک!

تیرے یہ چند بندے، تیری خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے گھر بار سے منہ موڑ کر میدانِ جنگ کا رُخ کر رہے ہیں، ان پر رحم کر، انھیں سیدھے راستے پر لے چل، انھیں کامیابی عطا فرما، ان کی نیت کو اور زیادہ خالص کر دے!"

(۲۰)

... تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی

صہیب جونی سے رخصت ہو کر اپنے وطن پہنچ گیا، بلرم میں اس کا شاندار استقبال ہوا، اور وہ جہاد کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا،

لیکن جونی سے اس کے رخصت ہونے کے بعد جولیانا پر کوہ الم ٹوٹ پڑا —

——— تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی!!

جب تک وہ یہاں موجود تھا، جولیانا کا دل مطمئن تھا، جدائی کا دھڑکا لگا ہوا تھا، لیکن یہ اطمینان کیا کم تھا کہ وہ نظر کے سامنے ہے، دل کے قریب ہے، اس سے باتیں کی جا سکتی ہیں، اس کی دید سے شاد کام ہوا جا سکتا ہے، لیکن اب کہ وہ جا چکا تھا، نہ لطفِ مجلس باقی رہ گیا تھا، نہ لطفِ دید، اب وہ تھی اور جدائی کی نہ ختم ہونے والی گھڑیاں، ایک موہوم سا مستقبل، جو کبھی خوش آئند صورت اختیار کر لیتا، کبھی ہولناک اور مہیب بن جاتا، کبھی وہ سوچتی صہیب آئے گا، اور اس کے آتے ہی ہجر و فراق کی یہ گھڑیاں ختم ہو جائیں گی، ہم دونوں ایک دوسرے کے رفیقِ حیات اور شریکِ زندگی بن جائیں گے، پھر دنیا کی کوئی طاقت

ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکے گی، دن ہمارا ہو گا، رات ہماری ہو گی وقت ہمارا ساتھ دے گا، زمانہ ہمارے ساتھ ساتھ چلے گا، یہ دنیا اپنی رعنایوں کے ساتھ ہماری باندی بن جائے گی ——————

اور پھر کبھی یہ خیال ستاتا کہ اگر ایسا نہ ہوا؟

اگر صہیب نہ آیا؟

یہ بھی تو ہو سکتا ہے محبت کا یہ دور عارضی ہو، اپنی قوم، اپنے ملک اور اپنے خاندان میں پہنچ کر وہ مجھے فراموش کر دے۔

"کسی اور سے پیمان وفا باندھے —————— !

اگر ایسا ہوا تو"؟

"کیا یہ نہیں ہو سکتا"؟

"کیوں نہیں ہو سکتا —————— میرا اور اس کا رشتہ کتنا بودا ہے" کتنا کمزور ہے، مذہب میں اختلاف، تہذیب معاشرت میں اختلاف، خیر و شر، اور حلال و حرام کے عقائد میں اختلاف —————— اختلاف ایسی سر بفلک اور سنگین دیواروں کو پھلانگ جانا کچھ آسان ہے؟

ٹھیک ہے وہ مجھ سے محبت کرتا تھا! لیکن وہ ایک جذباتی دور تھا، جو گذر گیا، اب میرے پاس سے دور جا کر اسے موقع ملے گا کہ سنجیدگی کے ساتھ غور کرے، آیا ہمارا پیمانِ وفا قائم رہ سکتا ہے یا نہیں؟

ہاں میں خوبصورت ہوں، مجھے اپنے حسن کا احساس بھی ہے، لیکن کیا خوبصورتی اور خوب روئی صرف میرے ہی لئے قدرت نے وقف کر دی ہے؟ اس کی قوم اور خاندان میں بھی ایک سے ایک بڑھ کر حسین و جمیل دوشیزائیں ہوں گی، کیا ان کے تیر نگاہ کا وہ گھائل نہیں ہو سکتا —————— ؟

اگر صہیب کے وعدے ہوائی ثابت ہوئے، اگر اس کی محبت عارضی ثابت ہوئی، اور اگر اس کا دعوائے عشق بے ثبات ٹھہرا، پھر میں کیا کروں گی؟

کیا میں بھی اسے فراموش کر سکوں گی؟

کیا میں بھی اسے چھوڑ کر کسی اور کو مرکزِ آرزو بنا سکوں گی؟

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا! ——— وہ میری زندگی، میری روح کا مالک بن چکا ہے، وہ وفادار ثابت ہو یا بے وفا، میرے دل سے اس کی محبت نہیں نکل سکتی، میں اسے فراموش نہیں کر سکتی، کبھی اور کسی حال میں بھی، اس کے علاوہ میرے اقلیم دل کا تاج دار کوئی اور نہیں بن سکتا،

وہ میرا ہو یا نہ ہو، میں اس کی ہوں ——— صرف اس کی، زندگی کی آخری سانس تک اس کی!

جب تک میں نے اسے نہیں دیکھا تھا، جب تک میں اس سے نہیں ملی تھی، جب تک اس کے روئے زیبا کی دید سے میری آنکھیں محروم تھیں، جب تک اس کے کردار اور سیرت کی جھلک میں نے نہیں دیکھی تھی، میری روح بھٹک رہی تھی، آوارہ، حیران، سرگشتہ، ادھر سے ادھر، ادھر سے اُدھر بھٹکا کرتی تھی، اسے کسی نامعلوم کی جستجو تھی، اسے کسی ان دیکھے سے پیار تھا، وہ کسی ایسی ہستی کے لئے تڑپ رہی تھی، جسے پالینا چاہتی تھی، لیکن اس کے جلوہ سے اس کی دید سے محروم تھی۔

پھر جب میں نے صہیب کو دیکھا، اس سے ملی، اس سے باتیں کیں، اس کے پاس بیٹھی، اس کے جمال و کمال کا نظارہ کیا تو ایسا معلوم ہوا جیسے اس بھٹکی ہوئی روح کو منزلِ مقصود مل گئی، اس نے گوہرِ مراد پا لیا، وہ ساحلِ آرزو تک پہنچ گئی

———

پہلی ہی ملاقات میں صہیب نے میرا دل جیت لیا!

میں وہی تو تھی جو شہزادوں، اور امیر زادوں کو ٹھکراتی رہتی تھی جس کی نظر میں نہ کسی بڑی ریاست کے ولی عہد کی وقعت تھی، نہ کسی چھوٹی ریاست کے فرمانروائے مطلق کی، جس کے سامنے یا امیر وزیر، یا کنگ، یا پرنس، سر جھکا کر حاضر ہوتے تھے، اور جس نے کبھی نہ سیدھے منہ اُن سے بات کی نہ اُن کی جھولی میں کبھی التفات کے ٹکڑے ڈالے!

لیکن وہی میں ——— میں جویانا صہیب سے، ایک غیر قوم، غیر ملت، غیر مذہب کے نوجوان سے شکست کھا گئی،

اس شکست پر میرا دل کتنا مسرور تھا!

ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے دولتِ جاوید حاصل ہوگئی!

جیسے میں نے وہ سب کچھ پا لیا جس کی آرزو تھی، جس کی حسرت تھی، جس کی طلب اور تلاش میں میری روح بھٹک رہی تھی،

لیکن کیا ہوگا اگر میں نے اسے پا لینے کے بعد کھو دیا؟

کیا اس کے بعد میرا، اور زندگی کا رشتہ قائم رہ سکے گا؟ کیا پھر یہ دنیا میرے لئے اس قابل رہ جائے گی کہ اس سے لطف لے سکوں؟ دلچسپی لے سکوں؟

یہ سوچتے سوچتے اس پر تاثرات کا عجیب عالم طاری ہوا، تکیے پر سر رکھ کر وہ رونے لگی، ہچکیاں تھیں کہ ان پر قابو نہ تھا، سسکیاں تھیں کہ ان پر بس نہ تھا آنسو تھے کہ سیلِ بے پناہ کی طرح اُمڈے چلے آرہے تھے ———

——— سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے

کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے!

(۲۱)

کشمکش

چند ہی روز میں جولیانا اتنی نڈھال اور پژمردہ ہو گئی، جیسے مہینوں کی بیمار ہو۔ سلیم اور میری نے اپنی چہیتی بیٹی کا یہ حال دیکھا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، لاکھ لاکھ پوچھا، سوال کیا، لیکن وہ ہے کہ نہ منہ سے بولتی ہے نہ سر سے کھیلتی ہے، ہر سوال کا جواب خاموشی

اس اثناء میں امبرٹو چند روز کے لئے آیا، وہ بھی یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوا کہ جولیانا بالکل بدلی ہوئی ہے، نہ وہ اخلاق، نہ تپاک، نہ گرمجوشی، نہ مدارات، نہ تبسم نہ قہقہے، یہ غلط فہمی ایک دن کے لئے بھی اسے نہیں ہوئی تھی کہ جولیانا اسے چاہتی ہے، لیکن اپنی محبت پر اسے کوئی شبہ بھی نہ تھا، وہ دل و جان سے جولیانا کو چاہتا تھا، اور اس کا خیال تھا کہ آج اگر جولیانا مجھے نہیں چاہتی، تو کل میری محبت اسے چاہنے پر مجبور کر دے گی، یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی محبت کی زیادہ سے زیادہ نمائش کرتا تھا، اور جولیانا کی طرف سے صرف حسنِ اخلاق کا مظاہرہ دیکھ کر مطمئن ہو جاتا تھا،

لیکن اس مرتبہ وہ حسنِ اخلاق بھی ندارد تھا!

وہ آیا اور کئی دن تک رہا، مگر جولیانا ایک مرتبہ بھی خود نہیں ملی، وہ خود اگر اس کے کمرہ میں چلا گیا تو جلد ہی کوئی عذر کر کے رخصت ہو گئی، وہ ایک روز تک تو وہ حیرت، خاموشی اور اضطراب کے ساتھ یہ منظر دیکھتا رہا، پھر خاموش نہ رہ سکا، جب واپس جانے سے ایک دن پہلے وہ جولیانا کے کمرہ میں گیا، وہ خاموش مضمحل اور افسردہ بیٹھی تھی، اُسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی، امبرٹو نے بیٹھتے ہوئے کہا،

"جولیانا کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں تم سے ———— کیا کچھ وقت دے سکو گی!؟"

جولیانا نے حیرت سے امبرٹو کی طرف دیکھا، اور گویا ہوئی،

"کہئے میں سن رہی ہوں،!"

امبرٹو نے کہا،

اس مرتبہ جب سے آیا ہوں تمھیں بدلا ہوا محسوس کر رہا ہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ہمارے درمیان کوئی بہت بڑی خلیج حائل ہو گئی ہے، اس خوش فہمی میں تو کبھی بھی مبتلا نہ تھا کہ تم مجھے چاہتی ہو، مجھ سے محبت کرتی ہو، لیکن اپنی محبت پر ضرور مجھے اعتماد تھا کہ ایک دن آئے گا، جب میں تمھیں جیت لوں گا، لیکن اب وہ میرا اعتماد بھی متزلزل ہوتا جا رہا ہے، میں ایسا محسوس کر رہا ہوں، جیسے میری محبت کبھی بھی تمھیں جیت نہیں سکے گی ———— بتاؤ یہ میرا وہم ہے، مغالطہ ہے، یا حقیقت اور واقعہ؟

جولیانا خاموشی کے ساتھ امبرٹو کی تقریر سنتی رہی، وہ اس طرح بیٹھی تھی، جیسے امبرٹو اس سے نہیں کسی اور سے مخاطب ہے، ذرا دیر انتظار کرنے کے بعد

اس نے کہا۔

"میں تم سے جواب لینا چاہتا ہوں، کل واپس جا رہا ہوں، اور جیونی کی سرحد سے قدم باہر نکالنے سے پہلے، اس معاملہ کو یکسو کر لینا چاہتا ہوں، بتاؤ جولیانا، کیا تم میری بن سکتی ہو؟" کیا تم مجھے قبول کر سکتی ہو؟

جولیانا نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا، وہ اسی طرح گم صم بیٹھی رہی، امبر ٹو نے اس مرتبہ ذرا زور سے پوچھا۔

"جولیانا ——— میں تم سے کہہ رہا ہوں!"

وہ بولی،

"میں سن رہی ہوں"

امبر ٹو نے کہا،

"لیکن خاموش کیوں ہو؛ جواب کیوں نہیں دیتیں؛"

وہ گویا ہوئی،

"کیا جواب دوں؛ جس خوش فہمی میں آپ مبتلا نہیں ہیں، میں کیونکر اور کس طرح آپ کو اس میں مبتلا کر دوں؟"

یہ سن کر امبر ٹو پر بجلی گر پڑی اس نے کہا،

"تم مجھے نہیں چاہتیں؟"

جولیانا کے ہونٹوں پر ایک ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر اس نے کہا،

"یہ سوال تو آپ اس طرح کر رہے ہیں، جیسے کبھی پہلے میں دعوائے محبت کر چکی ہوں!"

امبر ٹو نے سر جھکا لیا، کچھ سوچتا رہا، پھر کہنے لگا،

"تم میری نہیں بن سکتیں!"

جولیانا کی قوتِ گویائی اب روانی پر آ چلی تھی،

"یہ دو الگ الگ سوال ہیں، ایک سوال یہ ہے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں یا نہیں؛ اس کا جواب میں نے دے دیا، دوسرا سوال یہ ہے کہ میں آپ کی بن سکتی ہوں یا نہیں، اس کا جواب میرے والدین دے سکتے ہیں، میں نہیں، لڑکی ماں باپ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی حیثیت رکھتی ہے اس کی مرضی، اس کا ارادہ، اس کی خواہش، کم ازکم ہمارے عیسائی سماج میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، لہٰذا میری مرضی ہو یا نہ ہو، مجھے اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا پڑے گی، جسے والد اور والدہ پسند کرلیں، یہ بات تو صرف مسلمانوں ہی میں ہے کہ ان کے ہاں عورت کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں، جو مرد کو، ماں باپ اس کی مرضی کے خلاف ہرگز اس کی شادی نہیں کر سکتے

ایک بجلی سی چمک گئی امبر ٹو کی آنکھوں کے سامنے ان الفاظ سے بہت کچھ اس کی سمجھ میں آگیا اس نے کہا،

"اس کے معنی یہ ہیں کہ تم عیسائی سماج پر مسلم سماج کو ترجیح دیتی ہو؟"

وہ بولی:

"اگر مسلمانوں میں کچھ خوبیاں ہیں اور عیسائیوں میں کچھ کوتاہیاں تو کیا وجہ ہے میں انھیں تسلیم نہ کروں؟"

امبر ٹو نے عارفانہ انداز میں سر ہلایا، پھر پوچھا،

"لیکن مسلمانوں کے بارے میں یہ گراں قدر اور بیش بہا معلومات کس طرح تمھارے علم میں آئے؟ —— مجھے اچھی طرح یاد ہے تم مسلمانوں کی بدترین دشمن تھیں، ان کی ہر چیز سے نفرت کرتی تھیں، تمھارا بس چلتا تو ان کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیتیں، پھر یکایک یہ انقلاب کیسے آگیا؟ ——

—— کیا اسی غلام کی صحبت کا نتیجہ ہے، جسے ہم نے گرفتار کر

لیا تھا جس کی گردن قلم کر دینے کا حکم صادر ہوا تھا لیکن وہ اپنی چالاکی سے بچ گیا۔"

جولیانا نے سنجیدگی کے ساتھ کہا،

آپ ایک ساتھ کئی باتیں کہہ جاتے ہیں،

میں اس کا اعتراف کرتی ہوں کہ یہ انقلاب صہیب کا لایا ہوا ہے مسلمانوں کے کردار و سیرت کے بارے میں سارے معلومات مجھے اسی سے حاصل ہوئے ہیں،

باقی رہی یہ بات کہ وہ "غلام" تھا، یہ بدیہی طور پر اتنی غلط ہے کہ اس پر گفتگو کرنا وقت کا ضائع کرنا ہے۔"

امبرٹو کی نیاز مندی اور فروتنی اب برہمی اور غصہ سے بدلتی جا رہی تھی — اس نے نہایت درشت لہجہ میں کہا،

"اب میں تم سے ایک براہِ راست سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

جولیا نے اسی متانت کے ساتھ کہا،

"فرمائیے ——— کیا سوال کرنا چاہتے ہیں آپ؟"

امبرٹو نے پوچھا،

"کیا تم اس غلام سے محبت کرتی ہو؟"

جولیانا نے ترش لہجہ میں جواب دیا،

"میں کسی غلام سے محبت نہیں کرتی!"

امبرٹو نے پھر سوال کیا،

"کیا تم صہیب سے محبت کرتی ہو؟"

جولیانا کی پیشانی پر بل پڑ گئے، اس نے کہا،

"اگر کرتی ہوں تو؟"

امبرٹو نے بہت زیادہ مشتعل ہو کر سخت لہجہ میں گویا اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا،

"جواب دو، کیا تم اس سے محبت کرتی ہو؟"

جولیانا نے بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ کہا،

"ہاں ——— میں اس سے محبت کرتی ہوں!"

امبرٹو کو اتنے صاف اور واضح جواب کی توقع نہ تھی، اس کا سارا جوش کافور ہو گیا، اس نے نرم اور ملائم لہجہ میں سوال کیا،

"کیا تم حبیب سے جو ایک مسلمان ہے، جو ایک غیر قوم کا فرد ہے، جس کا مذہب ہمارے مذہب سے جدا ہے محبت کرتی ہو؟"

بڑی بے پروائی اور بے نیازی کے ساتھ جولیانا بولی،

"ہاں میں حبیب سے جو ایک بہت اچھا، بہت اونچا، اور بہت بڑا انسان ہے محبت کرتی ہوں!"

غصہ سے امبرٹو کا بدن تھر تھر کانپنے لگا، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا،

"کیا یہ محبت پنپ سکے گی؟"

جولیانا نے جواب دیا،

"مستقبل کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا!"

امبرٹو نے گویا یہ جواب نہیں سنا، اس نے کہا،

"وہ مارا جائے گا، قتل ہو گا، امبرٹو کی تلوار اس کی گردن قلم کر دے گی، میرا گھوڑا اپنی ٹاپوں سے اسے روند ڈالے گا ——— پھر تم کیا کرو گی؟"

جولیانا نے اسی سکون و اطمینان کے انداز میں جواب دیا،

"آپ کی یہ لاف زنی اسی کمرہ تک محدود ہے، آپ اس کا کچھ نہیں

بگاڑ سکتے، اس لئے کہ آپ بزدل ہیں، وہ بہادر، اور اس لئے بھی کہ خدا اس کا محافظ و نگہبان ہے، لیکن اگر آپ کی یہ لاف زنی صحیح بھی ثابت ہو، واقعی آپ کی تلوار اس کی گردن کاٹ دے، آپ کا گھوڑا اس کے جسم بے جان کو روند ڈالے تو بھی کیا ہو گا؟ —————— آپ ہوس کے بندے ہیں، آپ نہیں جانتے کہ محبت کبھی نہیں مرتی، آپ جسم کو قتل کر سکتے ہیں، لیکن اب تک کوئی ہتھیار ایسا ایجاد نہیں ہوا ہے، جو روح کو کچل سکے، آپ بظاہر اس کا خاتمہ کر سکتے ہیں، لیکن محبت کو فنا نہیں کر سکتے صہیب قتل ہو جائے یا میں مر جاؤں ہماری محبت زندہ رہے گی، وہ نہ زوال سے آشنا ہو سکتی ہے، نہ موت سے،!

امیر ٹو کا سارا جوش و خروش ختم ہو چکا تھا اس نے بجھے ہوئے لہجہ اور مضمحل انداز میں کہا،

"تو یہ بات ہے!"

جولیانا نے طنز کرتے ہوئے کہا

"شکر ہے آپ سمجھ گئے!"

امیر ٹو نے فیصلہ کن انداز اور بپھرے ہوئے لہجہ میں کہا،

"لیکن یہ نہیں ہو سکتا، قیامت تک نہیں ہو سکتا، تم سے میری شادی طے ہو چکی ہے وہ ہو گی اور ضرور ہو گی!"

جولیانا نے جواب دیا،

"ممکن ہے ہو، ممکن ہے نہ ہو، کل کیا ہو گا، یہ بات نہ آپ کو معلوم ہے، نہ مجھے ابھی ذرا دیر کے بعد کیا ہونے والا ہے، نہ آپ جانتے ہیں، نہ میں، لیکن ایک بات سن لیجئے کان کھول کے، اگر آپ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گئے تو بھی آپ کی شادی جولیانا سے نہیں، جولیانا کی لاش سے ہو گی،

(۲۲)

امبرٹو ولیم کے پاس

امبرٹو جولیانا کے پاس سے اٹھا اور سیدھا ولیم کے کمرے میں پہنچا، بعض ریاستی معاملات پر وہ ملکہ میری سے گفتگو کر رہا تھا، امبرٹو کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، اس کے بدن پر رعشہ طاری تھا، اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، اس کی یہ حالت دیکھ کر ولیم بھی گھبرا گیا، اور میری بھی پریشان ہو گئی، میری نے سہمے ہوئے لہجہ میں کہا،

"بیٹے یہ میں تمہیں کس حال میں دیکھ رہی ہوں؟"

ولیم دل ہی دل میں شفقت کے ساتھ گویا ہوا،

"اتنے پریشان اور مضطرب کیوں نظر آرہے ہو، کیا دشمن کے بارے میں کوئی پریشان کن اطلاع ملی ہے!"

پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے امبرٹو نے کہا،

"دشمن سے میدان جنگ میں جب مقابلہ ہوگا، جب ہوگا، اس وقت تو میں اس دشمن سے ہراساں ہوں جو ہمارے گھر میں موجود ہے!"

ولیم چونک پڑا،

"دشمن ———— ہمارے گھر میں؟"

امبر ٹو نے سراپا طنز بن کر کہا،

"جی ———— ہمارے گھر میں، آپ کے قلعہ میں!"

میری کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں،

"بیٹے تمہارا دماغ چل گیا ہے، بھلا ہمارے قلعہ میں دشمن کا گذر کہاں؟"

امبر ٹو نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا،

"واقعی حادثہ تو ایسا ہی ہے کہ نہ صرف میرا بلکہ آپ دونوں کا دماغ بھی چل جانا چاہیئے اس لئے کہ دشمن کوئی معمولی نہیں، شاید آپ پریشان ہوں گے کہ میں پہیلی کی زبان میں گفتگو کر رہا ہوں، تو لیجئے اس کا نام بھی بتائے دیتا ہوں ———— اس کا نام ہے جو لیانا، جونی کے سردار کی اکلوتی، لاڈلی اور چہیتی بیٹی!"

ولیم کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا، اس نے درشت لہجہ میں کہا،

"امبر ٹو کیا کہہ رہے ہو تم؟"

میری نے بیٹی کی صفائی دیتے ہوئے کہا۔

"کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ جو لیانا ہماری دشمن ہو جائے ———— ضرور کسی بات پر تمہاری اس سے لڑائی ہو گئی ہے، تو بیٹے میں کیا کروں واقعی وہ بڑی تنک مزاج لڑکی ہے، ذرا سی بات میں خفا ہو جاتی ہے، اور پھر کئی کئی دن تک نہیں منتی، میں اس کی ماں ہوں، میرے ساتھ اس کا یہی برتاؤ ہے (ولیم کی طرف اشارہ کر کے) یہ اس کے باپ ہیں ان سے اس کا یہی سلوک ہے، تم اس کے منگیتر ہو، تمہارے ساتھ بھی اس کا یہی حال ہے، اس کی تنک مزاجی جس طرح ہم برداشت کرتے ہیں، انہیں بھی برداشت کرنا پڑے گی بیٹے ————"

امبر ٹو نے دیوانوں کی طرح ایک بھیانک قہقہہ لگایا پھر کہا،

"آپ لوگ کس مغالطہ میں مبتلا ہیں، صاحبزادی کی خبر لیجئے، ورنہ روتے نہیں بن پڑے گی، شاید آپ کو معلوم نہیں، میں بتاتا ہوں ——————

وہ اسلام کی پرستار بن چکی ہیں، علیسائیت سے بیزار اور متنفر ہو چکی ہیں، امبر ٹو کو ٹھکرا کر صہیب سے جو آپ کے پاس قید تھا عشق فرما رہی ہیں ——————

—————— !"

میری چیخ پڑی،

"امبر ٹو —————— !"

ولیم کی آواز گونجی،

"آگے کچھ نہ کہنا، تم نے ولیم کی محبت اور شفقت کے جلوے دیکھے ہیں، اس کے غصّے کے ہولناک مناظر نہیں دیکھے جس طرح اس کی زبان سے پھول جھڑتے ہیں، اسی طرح اس کی تلوار سے شعلے بھی برستے ہیں —————— میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں، لیکن کسی قیمت پر بھی اپنی اور اپنی معصوم اور فرشتہ صفت لڑکی کی توہین نہیں برداشت کر سکتا اگر تمہاری اس سے کسی بات پر لڑائی ہوئی ہے اور تم محسوس کرتے ہو کہ تم اس کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتے، ابھی منگنی ختم ہو سکتی ہے، ہماری طرف سے نہ کوئی شکایت ہوگی، نہ شکوہ، لیکن تمہیں ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہماری تذلیل کرو، ہماری توہین کرو، ہماری چہیتی اور لاڈلی بیٹی کے بارے میں ایسی شرمناک باتیں کرو جنہیں سنکر ہماری تلوار میان سے نکلنے کے لئے بے تاب ہو جاتے ہیں!"

بڑی بے توجہی کے ساتھ امبر ٹو نے یہ باتیں سنیں، پھر جب ولیم کہہ چکا تو امبر ٹو نے جواب دیا۔

"نہ جانے آپ کو میرے بارے میں اس درجہ بدظنی اور جولیانا کے بارے میں اس درجہ حسنِ ظن کیوں ہے ؟ !"

پھر اس نے گلو گیر آواز میں کہا،

"میں جولیانا سے محبت کرتا ہوں، عشق کرتا ہوں، وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے، بیزار ہے مجھ سے، بات اگر صرف اتنی ہی ہوتی تو میں برداشت کر لیتا، لیکن یقین کیجئے، معاملہ اس سے کہیں آگے بڑھ چکا ہے، اس نے خود صاف اور واضح الفاظ میں میرے سامنے اعتراف کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے دستورِ حیات کو عیسائیوں کے نظامِ زندگی سے بہتر سمجھتی ہے، اس نے میرے سامنے اقرار کیا ہے کہ اس نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی، اور صہیب سے عشق کرتی ہے؟ یہ الفاظ میرے قلب پر میرے دماغ پر بجلی بن کر گرے، ان الفاظ نے میرے سکون کی دُنیا تہ و بالا کر دی، میں نے زندگی کا جو نقشہ بنایا تھا وہ ختم ہو گیا، اب میری زندگی بے آب و گیاہ ریگستان ہے جس میں بادِ سموم کے جھکڑ چل رہے ہیں، اب وہ ایسا نخلستان نہیں جس پر مجھے فخر تھا، جسے میں اپنی جنت کہا کرتا تھا!" ——— جولیانا مسلمان ہو کر بھی آپ کی لڑکی رہے گی، دل کا سکون، آنکھ کا نور، لیکن میں اس سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گیا، وہ اب میری نہیں بن سکتی، کیا یہ غم برداشت کیا جا سکتا ہے؟"

یہ کہتے کہتے امبر ٹو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا،

کمرے پر سناٹا طاری تھا، ولیم بھی خاموش، میری کو بھی چپ لگی ہوئی، آنسوؤں کا سیلاب بدستور امبر ٹو کی چشمِ خوں فشاں سے جاری تھا،

تھوڑی دیر کے بعد میری کو جیسے اندھیرے میں روشنی کی کرن نظر آئی۔ اس نے کہا،

"ممکن ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو بیٹے؟"

امبرٹو چونک پڑا،

"غلط فہمی؛ مجھے؛"

ولیم نے بھی بیوی کی تائید کی، اس نے کہا،

"ہاں بیٹے ہو سکتا ہے، اس کی کسی بات کا تم نے غلط مطلب سمجھا ہو، روزمرہ کی زندگی میں اکثر اس طرح کے واقعات ہوتے رہتے ہیں!"

امبرٹو نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،

"کاش یہ غلط فہمی ہوتی ———— آہ اگر ایسا ہوتا تو مجھ سے بڑھ کر کسے خوشی ہوتی ———— اگر اب بھی جولیانا اپنے الفاظ واپس لے لے، اگر اب بھی وہ یہ کہدے کہ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، میرے الفاظ سے جو مطلب تم نے نکالا ہے، غلط ہے، تو میں مان لوں گا، اپنی غلط فہمی تسلیم کر لوں گا ————

————————————————————

———————————— میرے کانوں نے جو الفاظ سنے ہیں، اور جو ہتھوڑے کی طرح اب بھی میرے دل پر برس رہے ہیں، انہیں فراموش کر دوں، لیکن خدا کے لئے، خدارا مجھے یاد کرا دیجئے کہ میں غلط فہمی میں مبتلا ہوں!" ———— جولیانا کو بلوا لیجئے، اور اس سے یہ کہلا دیجئے، پھر میں کوئی بحث نہیں کروں گا، اعتراض نہیں کروں گا، چپ چاپ وہ سب کچھ تسلیم کروں گا، جو وہ کہے گی۔

ولیم اور میری خاموش بیٹھے حیرت سے امبرٹو کو دیکھ رہے تھے!

ذرا دیر انتظار کرنے کے بعد امبرٹو نے کہا،

"آپ خاموش کیوں ہیں، جولیانا کو بلا لیجئے، اور میری غلط فہمی ثابت کر دیجئے، آپ اُسے کیوں نہیں بلاتے؟ معلوم ہوتا ہے آپ کا دل بھی دھڑک رہا ہے

آپ کو بھی خوف ہے کہ وہ من چلی لڑکی سامنے آکر نہ جانے کیا کہہ دے۔"

اور پھر وہ دیوانوں کی طرح ہنسنے لگا!

ولیم اٹھا، اس نے امبرٹو کا ہاتھ پکڑا اور کہا،

"آؤ ——————— !"

---

(۲۳)

جولیانا

ولیم امبرٹو کو لے کر جولیانا کے کمرے میں پہنچا، میری بھی اس کے پیچھے پیچھے چلی آئی، جولیانا خاموش، اور مضمحل، افسردہ اور پژمردہ بیٹھی تھی، آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے، چہرا اترا ہوا، ان لوگوں کو آتا دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ طوفان آ گیا - اور ہر صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے سنبھل کر بیٹھ گئی،

ولیم نے نہایت نرم اور شیریں لہجہ میں کہا،

"بیٹی یہ میں کیا سن رہا ہوں؟"

جولیانا نے جواب دیا،

"مجھے نہیں معلوم آپ نے کیا سنا ہے؟ اور جو کچھ سنا ہے اس کا مجھ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

ولیم نے امبرٹو کی طرف دیکھا، وہ کچھ دیر چپ رہا، پھر اس نے براہِ راست جولیانا کو مخاطب کر کے کہا،

"کیا تم ابھی یہ اقرار نہیں کر چکی ہو کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے رفیق

زندگی نہیں بن سکتے ؟"

جولیانا نے بغیر کسی تأمل اور تردد کے کہا،

"ہاں میں اس کا اسقرار کرتی ہوں!"

یہ سنکر میری کا چہرہ فق ہو گیا، اور ولیم کے ہوائیاں اُڑنے لگیں، امبرڈ نے پھر سوال کیا،

"کیا تمہارا یہ خیال نہیں ہے کہ عیسائی سماج نے عورتوں کو وہ حقوق نہیں دیئے ہیں، جو اسلام نے انہیں عطا کر دیئے ہیں؟

بغیر کسی جھجک کے جولیانا نے کہا،

"میں نے کہا تھا، اور اب بھی کہتی ہوں،"

امبرڈو نے پوچھا،

اپنے والد اور والدہ کے سامنے بھی؟"

اس نے حقارت سے بھرپور ایک نظر امبرڈو پر ڈالی اور کہا،

"کیا اپنے باپ کی موجودگی میں مجھے جھوٹ بولنا چاہیئے؟ کیا والدین کے سامنے سفید کو سیاہ، اور سیاہ کو سفید کہنا چاہیئے؟"

امبرڈو نے عارفانہ انداز میں ولیم کی طرف دیکھا، پھر ایک نظر میری پر ڈالی اس کے بعد جولیانا نے کہا،

"تم صہیب کے بارے میں کیا خیال رکھتی ہو، کیا ان کا اظہار اب بھی کر سکتی ہو؟"

وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولی،

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

امبرڈو :- "یہ صہیب کیسا آدمی ہے، تمہاری نظر میں؟"

جولیانا :- بہت اچھا ——————— آپ سے بہت بہتر،

امبرٹو :- اگر میں یہ پوچھوں کہ تم اس سے محبت کرتی ہو، تو تمہارا جواب کیا ہوگا"

جولیانا :- (بپھرے ہوئے انداز میں) آپ اس طرح کا سوال کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے،

امبرٹو :- رکھتا ہوں، اس لئے کہ تمہارا منگیتر ہوں،

جولیانا :- جو رشتہ نارضامندی کی بناء پر قائم ہو وہ کوئی حق نہیں بخشتا، پہلے میں آپ کو ناپسند کرتی تھی، اب نفرت کرتی ہوں، اور یہ نفرت روز بروز سخت سے سخت تر ہوتی چلی جارہی ہے،

امبرٹو :- میں تمہاری صاف گوئی، اور جرأت کی قدر کرتا ہوں، پھر صاف صاف اقرار کیوں نہیں کرلیتیں کہ تمہیں صہیب سے محبت ہے، تم عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دیتی ہو، تمہاری خواہش ہے کہ تمہارا باپ ولیم مسلمانوں کی تلوار سے قتل ہو، تمہارا ماموں کنگ رابرٹ مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل ہو، اور اس کی ریاست پر وحشی اور درندہ خو مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے، تمہارے منگیتر امبرٹو کو مسلمان گرفتار کرلیں، اور پھر طرح طرح کی اذیتیں دے کر اسے قتل کر ڈالیں، تمام قوم جو اب تک مختلف علاقوں اور ریاستوں میں آزادی، اور خود مختاری کی زندگی بسر کررہی ہے، غلام ہو جائے، اس کے گلے میں غلامی کا طوق، اور اس کے پاؤں میں غلامی کی بیڑیاں ڈال دی جائیں، یہ لہلہاتے ہوئے کھیت مسلمانوں کے قبضہ میں ہوں، اس ناقابل تسخیر قلعے پر مسلمانوں کا پرچم لہرا رہا ہو، یہ مال و زر آج جس کے مالک عیسائی ہیں، مسلمانوں کے قبضہ اور تصرف میں آجائے ———————

کیوں جولیانا! تمہارا یہی مقصد ہے نا!" (سردار ولیم نے مخاطب ہوتے

ہوئے) جناب والا میں نے غلط نہیں کہا تھا، دشمن گھر میں موجود ہے اور یہ وہ دشمن ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، بہرحال یہ دختر بلند اختر آپ کو مبارک ہو، آپ بے شک ان کی پوجا اور پرستش کیجئے، لیکن میں آستین میں سانپ پالنے کا قائل نہیں ہوں، میں اس رشتہ کو منسوخ کرتا ہوں، جو ہمارے درمیان قائم ہو چکا تھا، میں اس دوستی کو قطع کرتا ہوں، جو جبرا اور جبونی کے درمیان قائم تھی،

ولیم :- امبرٹو، امبرٹو ....

امبرٹو :- مجھے کہنے دیجئے کہ ....

میری : اس قدر زیادہ مشتعل مت ہو بیٹے ——————

امبرٹو :- میں مشتعل نہیں ہوں میں نے جو کچھ کہا ہے بڑی سنجیدگی سے کہا ہے خوب سوچ سمجھ کر کہا ہے، میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب تک میرے پیش نظر یہ امر تھا کہ مسلمانوں کا قلع قمع کر دوں، لیکن اب مسلمانوں کا خاتمہ کرنے سے پہلے، سیاست، حب وطن اور غیرت دینی کا تقاضہ یہ ہے کہ جبونی کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں، پھر آگے بڑھوں اور مسلمانوں سے ٹکر لوں، میرے یہ الفاظ بڑے کڑوے اور سخت ہیں، لیکن میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں، لگی لپٹی رکھنے کا عادی نہیں، جو کچھ کہنا ہوتا ہے، صاف صاف کہتا ہوں، چاہے میری بات کسی کو بری لگے، یا بھلی —————— "

ولیم نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ ایک غلام حاضر ہوا، اور اس نے نہایت ادب کے ساتھ کہا ——— "اسقف اعظم"!

ولیم نے نظر اٹھائی تو لاٹ پادری صاحب سامنے کھڑے تھے،

(۲۴)

لاٹ پادری صاحب

لاٹ پادری کو دیکھ کر ولیم سہم گیا، میری کے چہرے پر دہشت کے آثار نمایاں ہو گئے، لیکن امبر تو خوش ہو گیا، جیسے عین وقت پر اسے بہت بڑی مدد مل گئی، لاٹ پادری کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ اسے نظر انداز کیا جا سکتا، ولیم، امبر تو، میری اور جو لیا ناتک اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے، لاٹ پادری صاحب نے باری باری سے ہر ایک کے سر پر دستِ شفقت پھیرا، دعائے خیر و برکت، اور ترقی اقبال و درازی عمر دی، پھر نہایت مشفقانہ لہجہ میں فرمایا،

"کیا بات ہے! میں تم لوگوں کو افسردہ اور پژمردہ دیکھ رہا ہوں، کیا مسلمانوں نے پھر کوئی شرارت کی ہے؛ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلمان ہم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں، در حقیقت میں یہی اطلاع دینے آیا تھا، اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہم مقابلہ کے لئے پورے طور پر تیار ہیں یا نہیں؛ اگر کوئی کوتاہی باقی ہے تو جلد از جلد اس کا تدارک ہو جانا چاہیئے، اس لئے کہ مسلمان جب بڑھتے ہیں تو آندھی اور طوفان کی طرح بڑھتے ہیں، راستہ کی کسی دشواری کو خاطر

میں نہیں لاتے، وہ دریاؤں کو عبور کرتے سمندر سے جنگ کرتے، پہاڑوں سے ٹکراتے، جنگلوں کو قطع کرتے آگے بڑھتے رہتے ہیں، لہٰذا ان کا بہترین علاج یہی ہے کہ اُنہیں آگے بڑھنے کا موقع نہ دیا جائے!"

سب لوگ لاٹ پادری کی یہ تقریر باادب احترام کے ساتھ سر جھکائے سنتے رہے، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، آخر لاٹ پادری نے ولیم سے پوچھا،

"کیا تمہاری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں؟"

ولیم نے جواب دیا،

"میں ایک چھوٹی سی ریاست کا فرماں روا ہوں، میری فوج بھی مختصر ہی سی ہے لیکن مجھے اپنے بہادروں پر ناز ہے، جنگ جب شروع ہوگی تو آپ دیکھ لیں گے میرا ہر سپاہی کس بہادری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتا ہے، جینوا کی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ اس کی فوج آج تک میدانِ جنگ سے شکست کھا کر نہیں آئی جینوا کی تاریخ اس حقیقت کی بھی گواہ ہے کہ اس کے فرماں روا ہر معرکہ میں پیش پیش رہے، مر گئے، قتل ہو گئے، مگر اپنی آن پر انہوں نے حرف نہیں آنے دیا، میری رگوں میں بھی انہی اسلاف کا خون دوڑ رہا ہے اور آپ دیکھ لیں گے کہ میرا دعویٰ لاف زنی پر نہیں حقیقت پر مبنی ہے!"

ولیم کی یہ تقریر سُن کر لاٹ پادری صاحب کی باچھیں کھل گئیں، ان کی آنکھوں میں فخر اور مسرت کی چمک پیدا ہوئی، اُنہوں نے نگاہِ تحسین سے ولیم کو دیکھا، اور اس کا سر اپنے مقدس سینہ سے لگا کر کہا،

"ہم تصدیق کرتے ہیں کہ تم سچے ہو، !"

پھر لاٹ پادری صاحب امبرٹو کی طرف مخاطب ہوئے،

"میں نے سُنا ہے اس مرتبہ جینوا نے دشمن کی سرکوبی کے لئے ایسی تیاریاں کی

ہیں کہ وہ تاریخ جنگ کا ایک یادگار اور ناقابل فراموش واقعہ بن جائے گی"!

امبر ٹو نے کوئی جواب نہیں دیا، چپ چاپ سر جھکائے کھڑا رہا۔

لاٹ پادری صاحب اس کے جوش اور ولولہ سے واقف تھے، وہ جانتے تھے مسلمانوں کے خلاف اس کے جذبات کتنے سخت و شدید ہیں، اسے خاموش دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی انہوں نے اسے پکارا،

"امبر ٹو"!

امبر ٹو کی آنکھوں سے جب لاٹ پادری صاحب کی آنکھیں ملیں، تو انہوں نے دیکھا کہ آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے جھلک رہے ہیں، یہ کیفیت دیکھ کر وہ مضطرب ہو گئے، انہوں نے پوچھا،

"کیا بات ہے شہزادے"!

امبر ٹو کی آنکھوں کے آنسو ٹپ ٹپ بارش کے قطروں کی طرح زمین پر گرنے لگے لیکن وہ اب بھی خاموش ہی رہا!

لاٹ پادری صاحب دو قدم آگے بڑھے انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور مشفقانہ انداز میں کہا،

"کیا بات ہے تم رو کیوں رہے ہو؟"

امبر ٹو نے گلوگیر آواز میں کہا،

"بے شک میں رو رہا ہوں"!

پادری صاحب نے سوال کیا،

"لیکن کیوں؟ کوئی وجہ بھی تو ہوگی اس گریۂ بے اختیار کی؟"

امبر ٹو نے آہستہ آہستہ رک رک کر کہا،

"اس لئے کہ میں گھائل ہو چکا ہوں، میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے، میری

میان میں اب بھی تلوار ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے وہ زنگ خوردہ ہے اس سے ایک چیونٹی کی گردن بھی نہیں کٹ سکتی، میرے دل میں مسلمانوں کے خلاف اب بھی وہی ولولہ ہے جو پہلے کبھی تھا، بلکہ اب اور زیادہ ہے، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ یہ رائگاں جائے گا، مجھے اپنی قوم پر، اپنے سرداروں پر اعتماد تھا، ناز تھا، فخر تھا، لیکن حالات نے اس اعتماد کو شکست کر دیا ہے، وہ ناز چھین لیا ہے، اس فخر کو کچل دیا ہے ——————"

"لاٹ پادری صاحب بقدرِ حیرت سے امبرٹو کی تقریر سن رہے تھے، آخر ضبط نہ کر سکے،

"بیٹے یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

وہ جواب میں گویا ہوا،

"میں غلط نہیں کہتا، میرا ارادہ، اور اٹل فیصلہ یہ تھا کہ چند ہفتوں کے اندر اندر مسلمانوں کو غارت کر کے رکھ دوں گا ——————"

لاٹ پادری صاحب نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا،

"نہیں تم نے غلط کہا، یہ تمہارا ارادہ اور اٹل فیصلہ نہیں تھا، یہ خداوند یسوع مسیح کا مستقل ارادہ اور اٹل فیصلہ ہے کہ مسلمان نیست و نابود ہو جائیں، انہوں نے ہمارے مذہب میں رخنے ڈالے ہیں، انہوں نے ہماری معاشرت کو اپنے منحوس اثرات کا تابع کر لیا ہے، ہمارے مرد ان کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، ہماری عورتیں مسلمان عورتوں کی نقل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتی ہیں، جب تک مسلمان نابود نہیں ہو جائیں گے، جب تک انہیں نیست و نابود نہیں کر دیا جائے گا، جب تک ان کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دیا جائے گا اس وقت تک یہ سمجھ لو ایک دو دھاری تلوار عیسائیت کے سر پر لٹک رہی ہے

اسے آرام نہیں مل سکتا، سکھ نہیں مل سکتا، وہ ہر آن خطرے میں ہے۔ تم نے جو کچھ سوچا ہے، جو ارادہ اور فیصلہ کیا ہے، وہ تمہارا نہیں خدا کا ہے، خداوند یسوع مسیح کا"

لاٹ پادری صاحب ذرا دیر خاموش رہے، پھر انہوں نے بڑے ہمدردانہ لہجہ میں کہا،

"لیکن تم جیسے باہمت و شجاع، دلیر اور سراپا جذبہ و عمل شخص کو آج میں بجھا بجھا سا کیوں دیکھ رہا ہوں؟ ——— کس طرح یقین کروں کہ بہادر امبرٹو مسلمانوں سے ڈر گیا؟ کس طرح باور کروں کہ امبرٹو کے سینے میں جو انگارے دہک رہے تھے اب وہ راکھ بن چکے ہیں!"

امبرٹو اب تک خاموش تھا، لاٹ پادری صاحب نے فرمایا۔

"میرے عزیز خاموش کیوں ہو؟ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

نہایت مسکینیت کے ساتھ امبرٹو نے کہا،

"میرے لئے خاموش رہنا ہی بہتر ہے!"

لاٹ پادری صاحب کو جلال آگیا، انہوں نے فرمایا:۔

"نہیں جو کچھ تمہارے دل میں ہے سب کچھ کہہ ڈالو!"

امبرٹو نے ادب کے ساتھ عرض کیا،

"لیکن ہر بات ایسی نہیں ہوتی، جو کہہ دی جائے؟"

لاٹ پادری صاحب نے اب حکم دیا،

"تمہیں مجھ سے کوئی بات نہیں چھپانی چاہیئے ——— کیا بارہا تم نے میرے سامنے اعترافِ گناہ نہیں کیا ہے؟!"

امبرٹو اور زیادہ معصومیت کے ساتھ گویا ہوا،

"بے شک کیا ہے، اور لازوال سکون پایا ہے!"

لاٹ پادری نے گرجتے ہوئے سوال کیا،

"پھر اب جھجک رہے ہو؟ ——— اگر تم نے کوئی گناہ کیا ہے تو سن لو یہ خوشخبری کہ ہر بڑے سے بڑا گناہ میں معاف کر دوں گا، کیا تم میرے اختیارات سے ناواقف ہو؟"

امبرٹو نے سراپا عقیدت بن کر کہا،

"آپ کی ذاتِ گرامی پر مجھے جو ایمان ہے، میری رُوح کی تسکین و تسلی کا اس سے بڑا کوئی ذریعہ نہیں، آپ گناہ معاف کر سکتے ہیں، گناہ آلود دامن پر آپ کی نظر پڑ جائے تو وہ پاک اور صاف ہو سکتا ہے آپ کو خدا نے تقدس کا وہ درجہ عطا کیا ہے کہ عوام اور خواص، غریب اور امیر آپ کے سامنے سرنگوں رہنے پر فخر کرتے ہیں، آپ ہیں وہ انقلاب آفریں قوت و طاقت، خداوند یسوع مسیح نے ودیعت فرمائی ہے کہ آپ اگر چاہیں تو حکومتوں کا تختہ اُلٹ سکتے ہیں ——— بادشاہوں کی گردنیں کاٹ سکتے ہیں، سربلندوں کو ذلیل کر سکتے ہیں ——— یہ سب کچھ جانتا ہوں، یہ سب مجھے معلوم ہے

اور یہ کہتے کہتے امبرٹو کی آواز پھر گلوگیر ہو گئی، اس کے ہونٹ پھڑکنے لگے، اس کی آنکھوں سے قطراتِ اشک ٹپکنے لگے، اس کا یہ حالِ زار دیکھ کر لاٹ پادری صاحب پر تاثر کی عجیب کیفیت طاری ہو گئی، انہوں نے فرمایا:-

"میرے بیٹے، آخر وہ کون سی چیز ہے جو تمہیں خاموش رہنے پر مجبور کر رہی ہے؛ ——— اگر تمہارے راستے میں کوئی رکاوٹ ہے تو بیان کرو میں اسے دُور کر دوں گا، اگر تمہیں مال و زر کی حاجت ہے تو کہو سونے اور چاندی کا ڈھیر لگ جائے گا تمہارے قدموں پر - اگر سپاہ و لشکر کی کمی محسوس کرتے ہو، تو ولیم کی طرف سے کہتا ہوں کہ جینوئی کا خزانہ تمہارے لئے

وقف ہے، جبونی کی سپاہ تمہارے ماتحت ہے، جبونی کا اسلحہ خانہ ولیم کا نہیں تمہارا ہے! ——— بتاؤ کیا چاہیئے تمہیں؟"

امبرٹو نے اپنے چہرے پر اور زیادہ معصومیت طاری کر کے کہا،

"مجھے کچھ نہیں چاہیئے، سوا سردار ولیم کی رفاقت کے ——— بس یہی میری آرزو، اور یہی میری حسرت ہے!"

"لاٹ، پادری نے ایک نظر ولیم پر ڈالی، جو مجرم کی طرح سامنے کھڑا ہوا تھا، دوسری امبرٹو پر جو فریادی کے پیکر میں نظر آرہا تھا، پھر فرمایا،

"میں قطعاً نہیں سمجھ سکا کہ ان الفاظ کا مطلب کیا ہے؟" ——— کیا ولیم نے تمہیں مدد دینے سے انکار کر دیا ہے؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ ——— (جلال کے عالم میں) اگر ایسا ہو سکتا ہے، تو ابھی میری جس انقلاب آفرین طاقت کی طرف تم اشارہ کر رہے تھے، وہ اُبھر آئے گی، اور تاج و تخت کو پامال کرنے کے لئے میں اُٹھ کھڑا ہوں گا ——— یہ ولیم تو ایک مورِ ضعیف ہے، رابرٹ بھی مجھ سے ٹکر نہیں لے سکتا۔ البرٹ بھی میرے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہے ———"

امبرٹو نے سر جھکا کر ادب و عقیدت کے ساتھ کہا،

"بے شک بے شک ——— آپ کیا نہیں کر سکتے؟ آپ کے اختیار میں کیا نہیں ہے؟"

لاٹ پادری نے اور زیادہ مشتعل ہو کر پوچھا،

"تو پھر بتاؤ کیا بات ہے؟ ——— کیا تم میں اور ولیم میں کشیدگی پیدا ہو گئی ہے؟ اگر یہی واقعہ ہے تو ولیم کو سُن لینا چاہیئے کہ اُسے کلیسا کی بے حرمتی کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور کلیسا کی نظر میں امبرٹو ایک مجاہد

ہے جو اس کی توہین کرتا ہے۔ وہ میری توہین کرتا ہے وہ کلیسائے مقدس کی توہین کرتا ہے ——— ولیم میں تم سے پوچھتا ہوں، بتاؤ واقعہ کیا ہے؟ امبرٹو کو تم سے کیا شکایت پیدا ہو گئی ہے؟"

اسقف اعظم یعنی لاٹ پادری کے دم خم، جبروت و اختیار اور مطلق العنانی سے ولیم اچھی طرح واقف تھا، اُن کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ بڑی سے بڑی شخصیت کی قسمت کا فیصلہ کر سکتا تھا، ان کے ایک اشارے پر سپاہ بغاوت کر سکتی تھی، اور بادشاہ وقت کا سر مولی گاجر کی طرح کاٹا جا سکتا تھا، ولیم تو صرف ایک چھوٹی سی ریاست کا سردار تھا، اسقف اعظم کے جلال کے سامنے جنیوا کا بادشاہ بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا، رابرٹ جیسا ذی شان بادشاہ بھی سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ساری عیسائی دنیا، لاٹ پادری کو خدا کا فرستادہ سمجھتی تھی، ہر عیسائی شخص لاٹ پادری کے روپ میں یسوع مسیح کا جلوہ دیکھتا تھا، کون سر پھرا ایسا ہو سکتا تھا، جو ان سے ٹکر لینے کا تصور بھی کر سکتا!

ولیم کی ساری شان و شوکت لاٹ پادری کے سامنے دم توڑنے لگی، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،

"آپ کے ایک اشارہ پر میں اپنی گردن کٹا سکتا ہوں، اگر آپ کا حکم ہو نہیں حکم نہیں، آپ کی مرضی ہو، تو ولیم ایک معمولی سپاہی کی طرح امبرٹو کی فوج میں بھرتی ہونے کو تیار ہے!"

ولیم کے یہ الفاظ سنکر لاٹ پادری صاحب کا چہرہ گلنار ہو گیا، وہ خوش ہو گئے اُنہوں نے تحسین آمیز نظروں سے ولیم کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:-

"توقع تو تم سے یہی تھی!"

پھر وہ امبرٹو کی طرف متوجہ ہوئے،

"تم نے سُنا ولیم نے کیا کہا ہے ابھی؟"

وہ اور زیادہ پیکر معصومیت بن کر گویا ہوا،

"جی ہاں سن لیا!"

لاٹ پادری نے پوچھا،

"پھر کیا اب بھی تم یہ سمجھتے ہو کہ سردار ولیم کی رفاقت اور تعاون تمہیں حاصل نہیں ہے؟"

امبرٹو نے عرض کیا،

میری کیا مجال ہے کہ میں سردار ولیم کو جھٹلاؤں، میں ان کا ادب کرتا ہوں عزت کرتا ہوں، وہ بڑے ہیں، میں چھوٹا ہوں، وہ بزرگ ہیں میں خورد ہوں، لیکن واقعات اور حقائق کی دنیا میں صرف الفاظ سے کام نہیں چلتا، قول کے ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہوتی ہے ——————"

لاٹ پادری حیرت سے امبرٹو کی طرف دیکھ رہا تھا، اور توجہ سے اس کی باتیں سن رہا تھا، امبرٹو کا سلسلۂ گفتگو جاری تھا،

"ابھی سردار ولیم نے فرمایا تھا کہ وہ ایک سپاہی کی طرح میری فوج میں بھرتی ہونے کو تیار ہیں"

لاٹ پادری نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

"ہاں —————— پھر؟"

امبرٹو نے کہا،

"آپ یقین کیجئے، میں اس عزت افزائی کا اہل نہیں ہوں، میرے لئے یہ فخر بس ہے کہ ایک غلام کی طرح میں سردار ولیم کی رکاب پر ہاتھ رکھ کر میدان جنگ کا رخ کروں، لیکن سب سے پہلے جو سوال حل کرنا ہے، وہ یہ

ہے کہ سردار ولیم کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے، کہ وہ حق اور باطل میں سے کِسے اختیار کرتے ہیں ———— "

لاٹ پادری نے ذرا تلخ لہجہ میں کہا،

"کیا مطلب ؟"

امبرٹو نے بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ کہا،

"ایک طرف حق ہے، یعنی کلیسائے مقدس، اسقف اعظم، دین مسیحی، اور دوسری طرف باطل ہے، یعنی جو لیانا، جو مسلمانوں کی دوست ہے، جو عیسائیت سے متنفر ہے، جو ہمارے ایک آزاد کردہ مسلمان غلام صہیب پر عاشق ہے ———— سوال یہ ہے کہ سردار ولیم، کیا ایسی بیٹی کو عاق کرنے، اسے سزا دینے، اور کیفر کردار تک پہنچانے پر آمادہ ہیں ؛ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم میدانِ جنگ کا رُخ کریں، اور ان کی دخترِ بلند اختر، اپنے جاسوسوں کے ذریعہ ہماری نقل و حرکت کی خبریں اپنے عاشق کاذب صہیب کو بھیجتی رہیں، اور وہ نہایت اطمینان سے ہماری گردنیں کاٹتا رہے !"

یہ الفاظ سُنکر، لاٹ پادری صاحب کے ہوش پراں ہو گئے، اُنہوں نے سراپا اضطراب و اضطرار بن کر کہا،

"یہ میں کیا سُن رہا ہوں ؛"

امبرٹو نے کہا،

"میں نے ایک بات بھی غلط نہیں کی ہے آپ کی تشریف آوری سے ذرا پہلے ہم میں یہی باتیں ہو رہی تھیں ؛"

لاٹ پادری نے سوال کیا

"یعنی جو لیانا کے مسلمان ہو جانے کی ؛"

امبرٹو نے جواب دیا،

"بے شک!"

لاٹ پادری نے سوالیہ نظروں سے ولیم کی طرف دیکھا، پھر سوال کیا،

"کیا تمہارے پاس امبرٹو کے الزامات کا کوئی جواب ہے؟"

امبرٹو نے قبل اس کے کہ ولیم کچھ کہے، عرض کیا،

"بجائے اس کے کہ آپ سردار ولیم سے جواب طلب کریں، ان کی صاحبزادی شہزادی، جولیانا آپ کے سامنے کھڑی ہیں، خود انہی سے کیوں نہ پوچھیئے، شہزادی جولیانا میں لاکھ برائیاں ہوں، لیکن ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ دل کی بات زبان تک لاتے ہیں جھجک نہیں محسوس کرتیں، ممکن ہے، سردار ولیم اس صفائی سے جواب نہ دے سکیں جس بیتابی سے شہزادی جولیانا اپنے خیالات ظاہر کر سکیں گی، اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ جو فرمائیں گی، میں اسے تسلیم کروں گا، اگر انہوں نے میرے الزامات تسلیم کر لئے تب تو کوئی بات ہی نہیں ہے، لیکن اگر انکار کر دیا تو میں اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لوں گا، اور آپ جو سزا میرے لئے تجویز کریں گے، بخوشی اسے گوارا کر لوں گا،

امبرٹو کی یہ بات لاٹ پادری صاحب کو معقول اور قابلِ قبول نظر آئی،

انہوں نے فرمایا:-

"ٹھیک ہے ——— ہمیں تمہاری رائے سے اتفاق ہے-

لیکن قبل اس کے کہ لاٹ پادری صاحب، جولیانا سے براہِ راست کوئی سوال کرتے، ولیم نے مداخلت کی،

"یہ نہیں ہو سکتا!"

لاٹ پادری کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے،

"کیا نہیں ہو سکتا!"

ولیم نے کہا،

"یہ میری توہین ہے اور اپنی توہین کسی قیمت پر بھی میں برداشت نہیں کر سکتا!"

لاٹ پادری کو غصہ آ گیا،

"تم پادری کی توہین کر رہے ہو"

ولیم کی نیاز مندی اور عقیدت متزلزل ہونے لگی، تاہم اس نے ہمت کر کے کہا،

"بے شک جولیانا امبر تو سے نفرت کرتی ہے!"

لاٹ پادری صاحب نے پوچھا:-

"یہ تم تسلیم کرتے ہو؟"

ولیم نے کہا،

"جی ہاں مجھے یہ تسلیم ہے ———— اور میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ امبر تو قابل نفرت انسان ہے، میں اس سے نفرت کرتا ہوں، میری بھی اس سے نفرت کرتی ہے، یہ بزدل ہے، یہ جھوٹا ہے، یہ شیطان صیرت ہے، یہ صرف اس بات پر بھڑکا ہوا ہے کہ جولیانا نے اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔!"

لاٹ پادری صاحب کو اس دلیل میں معقولیت نظر نہ آئی، انہوں نے امبر تو کی طرفداری کرتے ہوئے کہا،

"وہ کس طرح شادی سے انکار کر سکتی ہے؟ ————

کیا اس کی منگنی امبرٹو سے نہیں ہوئی ہے ؟"

نیم نے جواب دیا،

"ضرور ہوئی ہے، لیکن وہ فسخ بھی ہو سکتی ہے جولیانا نے اسے فسخ کر دیا، اور میں نے اس کی تصدیق کر دی ——————"

لاٹ پادری صاحب اب اور زیادہ خفا ہو گئے،

"کلیسا کی منظوری کے بغیر نہ تم کچھ کر سکتے ہو، نہ جولیانا نہ امبرٹو ہمارے پاس معاملہ آنا چاہیئے، ہم اس کا فیصلہ کرینگے!"

امبرٹو کو بولنے کا موقع مل گیا

"اسی لئے تو شہزادی جولیانا مسلمانوں سے خوش ہیں ——————"

لاٹ پادری مستفسرانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا، امبرٹو نے کہا

"شہزادی جولیانا کا خیال ہے کہ عیسائیت عورتوں پر ظلم کرتی ہے، اور اسلام عورت کے لئے پیام رحمت بن کر آیا ہے، کلیسا نے عورت کے حقوق معین کر لئے ہیں، اور اسلام نے وہ سارے حقوق جو مردوں کو حاصل ہیں عورتوں کو بھی دے دیئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عیسائیت سے متنفر ہو چکی ہیں، اور اسلام کی ثناخواں ہیں، مثلاً اسی منگنی کے معاملہ کو لیجئے، ہمارے ہاں یہ اس وقت تک فسخ نہیں ہو سکتی، جب تک کلیسائے مقدس اسکی تصدیق نہ کر دے، اور کلیسائے مقدس کا اصول یہ ہے کہ وہ ایسی درخواستوں کو قابل غور بھی نہیں سمجھتا، اسکے برعکس مسلمانوں میں عورت طلاق لے سکتی ہے، بلکہ بعض حالات میں وہ خود طلاق دے سکتی ہے، جس مذہب میں اتنے زیادہ حقوق عورت کو حاصل ہوں، ظاہر ہے شہزادی جولیانا اسی کو پسند کریں گی، اس لئے کہ اپنے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے وہ ہیں بھی ذرا آزاد اور بے باک قسم کی —————— اسلام

ان کے مزاج اور طبیعت کے بالکل موافق ہے ———————— "

ولیم کا ہاتھ بے ساختہ تلوار کے قبضہ پر چلا گیا، اس نے چیختے ہوئے کہا،

"خاموش ہو جاؤ، ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا"

امبرٹو ہنسنے لگا، اس نے لاٹ پادری سے کہا،

"ملاحظہ فرمایئے مجھے قتل کی دھمکی دی جارہی ہے ———————— گویا میں قتل ہونا جانتا ہوں، قتل کرنا نہیں جانتا، اور یہ دھمکی صرف اس لئے دی جا رہی ہے کہ میں نے سچی بات کیوں کہہ دی"

لاٹ پادری نے گھور کر ولیم کو دیکھا، اور پھر جملہ حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا

"معاملہ نہایت اہم اور نازک ہے اس کا فیصلہ ہونا چاہیئے، اور بہت جلد ہونا چاہیئے، آج رات کو کلیسا کے بڑے ہال میں آپ سب حضرات کو ٹھیک نو بجے موجود رہنا چاہیئے، وہیں بیانات لئے جائیں گے۔ اور فیصلہ کیا جائے گا"

پھر لاٹ پادری صاحب کسی سے کچھ کہے سنے بغیر تشریف لے گئے،

---

(۲۵)

کلیسا کی عدالت

ابھی رات کے صرف نو بجے ہیں، موسم سرما کا آغاز ہو چکا ہے، لوگ اپنے گھروں میں دبکے ہوئے پڑے ہیں، راستے میں کہیں کوئی اکا دکا آدمی نظر آ جاتا ہے ورنہ سڑکیں سنسان پڑی ہیں، ہاں کبھی کبھار کسی گوشے سے ایک آدھ کتے کے بھونکنے کی آواز آ جاتی ہے لیکن جنوئی کے کلیسائے اعظم میں لاٹ پادری صاحب اپنے رفیق کار پادریوں کے ساتھ ایک مسند پر رونق افروز ہیں، ان کے سامنے جنوئی کا سردار ولیم کھڑا ہے، پہلو میں اس کی بیوی ہیری، اس کی بیٹی جولیانا موجود ہے، دوسری طرف ذرا ہٹ کر امبرٹو موجود ہے، لاٹ پادری کی شان تجمل سے ظاہر ہو رہا ہے، گویا وہ کوئی مطلق العنان بادشاہ ہے، لوگوں کی زندگی اور موت کا فیصلہ اس کے ہاتھ میں، قسمتوں کا بنانا اور بگاڑنا اس کے تصرف و اختیار میں ہے، چہرے سے نخوت ٹپکتی ہے، آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں، دوسرے پادری بھی شعلہ جوالہ نظر آ رہے ہیں، امبرٹو خاموش ہے لیکن چہرے پر اطمینان اور مسرت کے علامات موجود ہیں جیسے کوئی فاتح اپنے مفتوحوں کے سامنے کھڑا ہو، ولیم کا چہرہ زرد

ہو رہا ہے، میری کا رنگ فق ہے، جولیانا خاموش ہے لیکن دل کا اضطراب چہرے سے نمایاں ہے، ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ گو منظر بے انتہا مہیب اور لرزہ خیز ہے، لیکن پریشان خاطری کے باوجود وہ اس سے مرعوب نہیں ہے سارے ہال پر سناٹا چھایا ہوا ہے، سوئی بھی اگر گرے تو اس کی آواز سن لی جائے،

تھوڑی دیر کے بعد لاٹ پادری کی آواز گونجی، وہ جولیانا سے کہہ رہا تھا،

"بتاؤ کیا واقعی تم کافر ہو گئی ہو؟"

جولیانا نے تھوڑے سے تامل کے بعد کہا،

"اگر امبرٹو کا ہر جھوٹ آپ کے نزدیک سچ ہے تو بحث میں پڑے بغیر میں اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتی ہوں،!"

لاٹ پادری کا غصہ اب ضبط سے باہر ہو گیا، اس نے گرجدار آواز میں کہا،

"یہ نہ بھولو، اس وقت تم کہاں کھڑی ہو، یہ بھی فراموش نہ کرو کہ کس سے مخاطب ہو!"

جولیانا نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ کہا،

"میرا حافظہ کمزور نہیں ہے، نہ میرا مشاہدہ مجھے دھوکا دے سکتا ہے، میں جانتی ہوں کہ یہ کلیسائے اعظم کا دیوان شہریاری ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں اس وقت لاٹ پادری صاحب سے مخاطب ہوں ——— !

لاٹ پادری نے اور زیادہ برہم ہو کر کہا،

"امبرٹو نے اپنے الزامات یہاں آ کر بہ حلف دہرائیے، تم لوگوں سے بھی اس مشورہ پر بیان لیا گیا کہ جو کچھ کہو گے خداوند یسوع مسیح کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہو گے۔ امبرٹو کے لگائے ہوئے الزامات کی کوئی تردید نہیں کر سکا، تمہارا بیان اس حقیقت کا گواہ بنے کہ واقعی تمہارے عقائد میں فتور آ چکا ہے، تم نے

یہ تسلیم کیا ہے کہ اسلام عیسائیت کے مقابلہ میں زیادہ منصف اور عادل ہے، تم نے یہ اقرار کیا ہے کہ صہیب زیادہ بہتر اور شریف انسان ہے، تم نے ہمارے سامنے کلیسائے اعظم کے خادم پرنس امبرٹو پر صہیب کو ترجیح دی ہے، تم نے مانا ہے کہ جو رشتہ ہماری سرپرستی کے مابین ہماری موجودگی میں اور ہماری منظوری سے قائم ہوا تھا اسے تم باطل قرار دیتی ہو ——— ان الزامات میں سے اگر ایک بھی ثابت ہو جاتا تو وہ تمہیں گناہگار ثابت کرنے کے لئے کافی تھا، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ سارے الزامات ثابت ہو گئے، ان سب کو تم نے خود تسلیم کر لیا، پھر کیا وجہ ہے کہ تمہیں سزا نہ دی جائے؟

جمیلانا نے کوئی جواب نہیں دیا، تھوڑی دیر خاموش رہ کر لاٹ پادری نے ولیم سے کہا،

"تباؤ تم کیا کہتے ہو؟"

ولیم نے جواب دیا،

مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا، عرض کر چکا، جہاں تک میرا اور میری بیوی کا تعلق ہے، ہمارے عقائد وہی ہیں، جو ایک سچے عیسائی کے ہونے چاہئیں، بے شک صہیب نے ہمارا ایک کام کیا، جس کے صلہ میں ہم نے حسب وعدہ اسے رہا کر دیا، جب تک وہ یہاں رہا، اس کے اخلاق و کردار نے بھی ہمیں متاثر کیا، اس نے اپنے علم سے جس دفینہ کی نشان دہی کی، ہماری پیش کش کے باوجود اس میں سے ایک حبہ لینا بھی گوارا نہ کیا، لیکن بہرحال وہ مسلمان ہے، اور ہم عیسائی ہمارے اس کے درمیان کوئی رشتہ قائم نہیں ہو سکتا، ہماری نظر میں ہر مسلمان خواہ بظاہر وہ کتنا ہی نیک اور پارسا کیوں نہ ہو اس قابل ہے کہ قتل کر دیا جائے یہی وجہ ہے کہ ہم امبرٹو کے پہلو بہ پہلو مسلمانوں سے جنگ کرنے کو تیار رہیں،

اور جب وقت آئے گا تو اسقفِ اعظم دیکھ لیں گے کہ ہم کیا کرتے ہیں!"

ولیم کی تقریر ابھی جاری تھی کہ لاٹ پادری نے مداخلت کرتے ہوئے کہا،

"لیکن جولیانا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟"

ولیم نے جواب دیا "جولیانا ابھی نو عمر اور نوخیز ہے، اُسے غصہ جلد آجاتا ہے، امبرٹو کی کسی بات پر وہ خفا ہو گئی، امبرٹو نے اُسے منانے کے بجائے بات کا بتنگڑ بنا لیا، لیکن اگر اب بھی امبرٹو اسے منا لے، اور وہ راضی ہو جائے، تو ہمیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں!"

لاٹ پادری کی ولیم کے اس جواب سے تشفی نہیں ہوئی، اس نے کہا،

"معاملہ اب امبرٹو اور جولیانا کا نہیں، امبرٹو کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ ایسی لڑکی سے جو اپنے مذہب سے منحرف ہو چکی ہے، راہ و رسم رکھنے کی کوشش کرے، تم اس کے باپ ہو، لیکن تمہیں بھی اسکی اجازت نہیں دی جاسکتی، کہ اس سے اب وہ برتاؤ کرو، جو ایک باپ بیٹی کے ساتھ کرتا ہے ———"

ولیم نے گھبراتے ہوئے لہجہ میں پوچھا،

آخر آپ کیا چاہتے ہیں!"

لاٹ پادری نے جواب دیا،

سزا ——— عبرت انگیز سزا!"

ولیم نے پھر سوال کیا،

"کیا آپ مجھے کچھ مہلت نہیں دے سکتے؟"

لاٹ پادری :- مہلت سے تم کیا فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو؟

ولیم :- اگر مجھے مہلت دی جائے تو میں جولیانا کو راہِ راست پر لے آؤں گا، میں پھر عرض کرتا ہوں! اس کے عقائد درست ہیں، ان میں کوئی فتور نہیں ہے

میں اسے سمجھاؤں گا، اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور اپنی ناسمجھی سے باز آجائے گی،

امبرٹو :- اگر اجازت ہو تو میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں،

لاٹ پادری :- کہو، تمہیں اجازت ہے،

امبرٹو :- سردار ولیم کی مہلت طلبی درحقیقت ایک بہت بڑی اور گہری چال ہے

لاٹ پادری :- وضاحت کرو، بتاؤ تمہارا مدعا کیا ہے؟

امبرٹو :- اس مہلت سے مقصد یہ ہے کہ جولیانا سزا سے بچ جائے، کلیسا کے عتاب سے محفوظ رہ جائے، اور پھر اسے ایک گراں بہا تحفہ کے طور پر صقلیہ بھیج دیا جائے اور اس تحفہ کے بدلے میں صہیب سے التجا کی جائے کہ وہ مسلمانوں کا لشکر گراں لے کر ہم پر حملہ آور ہو،

ولیم :- (چیخ کر) تم جھوٹے ہو،

امبرٹو :- میں اسقفِ اعظم سے مخاطب ہوں،

ولیم :- لیکن تم جھوٹ بول رہے ہو تہمت لگاتے ہو،

امبرٹو :- مجرم نے جرم کا اقرار کر لیا ہے، پھر مجھے تہمت لگانے اور جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے، اب تو انصاف کا وقت ہے، یا تو مجرم کو اپنے گناہ کا اقرار کر کے صدق دل سے توبہ کرنی چاہیئے، ورنہ پھر کلیسا کی دی ہوئی سزا قبول کر لینی چاہیئے،

ولیم :- مسند عدالت پر تمہیں کس نے بٹھایا ہے۔

امبرٹو :- کسی نے نہیں، میں تو اس مقدس عدالت کے سامنے ایک فریادی کی حیثیت سے کھڑا ہوں، اور جو فیصلے وہ کرے گی اسے دل و جان سے قبول کر لوں گا، خواہ میرے موافق ہو یا مخالف ——

لاٹ پادری :- امبرٹو سچ کہتا ہے

ولیم :- اب میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

امبرٹو :- کاش کچھ کہہ سکتے، لیکن اب کچھ کہہ سکنے کا وقت نکل چکا ہے ——

——— "

لاٹ پادری :- (جولیانا سے) کیا تم اپنے گناہ کا اقرار کرتی ہو؛ ———

جولیانا :- جی نہیں ——— میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، ہاں سچ

بولنا اگر گناہ ہے، تو مجھے اس کے اقرار و اعتراف میں کوئی تامل نہیں،

لاٹ پادری :- ہم ایک مرتبہ پھر تمہیں موقع دیتے ہیں،

جولیانا :- اس نوازش کا میں شکریہ ادا کرتی ہوں،

لاٹ پادری :- اگر تم توبہ کرلو تو تمہارا گناہ معاف کیا جاسکتا ہے،

جولیانا :- اگر میں گناہگار ہوتی تو ضرور توبہ کرلیتی،

لاٹ پادری :- تم اب تک اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہو،

جولیانا :- نہایت ادب کے ساتھ میں عرض کرتی ہوں کہ ———

لاٹ پادری :- خاموش ——— تم ہمارے سوال کا جواب صرف

ہاں یا نہیں میں دو، بتاؤ کیا تم توبہ کرنے پر تیار ہو،

جولیانا :- "نہیں"؛

لاٹ پادری اُٹھ کھڑا ہوا اُس نے غضب ناک لہجہ میں ولیم سے کہا،

"کیا ابھی تم اپنے مذہب پر قائم ہو؛ تمہارے عقائد میں حقیقتاً فتور

نہیں آیا ہے، کیا تم عیسائیت کو اسلام پر ترجیح دیتے ہو؟

ولیم نے جوش و خروش کے ساتھ جواب دیا۔

"بے شک!"

لاٹ پادری :- تو پھر تمہیں ثبوت دینا پڑے گا!"

ولیم :- میں ثبوت دینے کو تیار ہوں !

لاٹ پادری :- سوچ لو، بعد میں اپنے اس قول سے پھر تو نہ جاؤ گے ——— ؟

ولیم :- ہرگز نہیں،

لاٹ پادری :- تو پھر ثبوت یوں دو کہ اپنے ہاتھ سے جولیانا کے جسم پر چالیس کوڑے لگاؤ !

ولیم :- یہ ظلم ہے،

لاٹ پادری :- تم جھوٹے ہو،

امبرٹو :- (ولیم سے مخاطب ہو کر) کیا آپ اسقفِ اعظم پر بھی دروغ گوئی کا الزام عائد کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں ؟

لاٹ پادری :- ولیم جواب دو، کیا تم اس کے لئے تیار ہو ؟

ولیم :- میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ———

لاٹ پادری :- ہم کچھ نہیں سننا چاہتے، صرف ایک بات کہو، آیا تم اپنے ہاتھ سے جولیانا کو سزا دے سکتے ہو یا نہیں ؟ ہمیں اس سوال کا جواب چاہیئے

ولیم :- میں ایسا نہیں کر سکتا، ———

امبرٹو :- مجھے اسی جواب کی توقع تھی سردار ولیم سے !

لاٹ پادری :- تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم منافق ہو !

ولیم :- میں منافق ہوں ؟

لاٹ پادری :- ہاں ——— کیا تم بھی جولیانا کی طرح دینِ یسوع سے منحرف ہو چکے ہو، فرق یہ ہے کہ جولیانا اقرار کر رہی ہے تم انکار کے پردے میں ایک جرم چھپانا چاہتے ہو، !

امبرٹو :۔ منافق کی سزا اقراری مجرم سے زیادہ ہی ہونی چاہیئے!

لاٹ پادری :۔ (ولیم سے مخاطب ہوکر) اگر تم اپنے انکار پر قائم ہو تو ہماری یہ مقدس عدالت مجبور ہوگی کہ تمہارے لئے بھی کوئی سزا تجویز کرے، اور سزا صرف یہ ہے کہ تم سرداری سے محروم کر دیئے جاؤ، قلعہ تم سے چھین لیا جائے اور تمہیں تمہارے بیٹوں کو اور تمہاری لڑکی کو قید کر کے جنوا بھیج دیا جائے،!

امبرٹو :۔ ان معزز باتوں کے خیر مقدم کے لئے میں تیار ہوں،

ولیم :۔ لیکن جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہو سکتا،

لاٹ پادری :۔ اگر تم زندہ نہیں رہنا چاہتے تو مر سکتے ہو، لیکن ہمارے فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، جبونی کی حکومت ایک کافر کے ہاتھ میں نہیں رہ سکتی، جبونی کو جنوا کا ایک حصہ بننا پڑے گا،!

ولیم :۔ ناممکن ——— جبونی آزاد اور خود مختار ہے، اور کسی قیمت پر بھی وہ اپنی آزادی اور خود مختاری سے دستبردار ہونا گوارا نہیں کر سکتا! جبونی کی ساکھ اور وقار قائم رکھنے میں میرے اسلاف نے پانی کی طرح خون بہایا ہے۔ بڑے سے بڑے فاتح کے سامنے بھی جبونی نے سر نہیں جھکایا، میں اس ترکہ کی حفاظت کروں گا، میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلوں گا، جب تک میری رگوں میں خون گردش کر رہا ہے، اس وقت تک جبونی کا پرچم لہراتا رہے گا،!

(۲۶)

مقدّس عدالت کا مقدّس فیصلہ

ولیم کی یہ باتیں لاٹ پادری سنتا رہا، اس کے ہونٹوں پہ تبسم رقص کر رہا تھا، یکایک اس نے تالی بجائی تالی کی آواز ابھی ہال کے در و دیوار سے ٹکرا رہی تھی کہ مختلف گوشوں سے دو درجن کے قریب غلام برآمد ہوئے ان کے ہاتھوں میں ننگی تلوار چمک رہی تھی، انھوں نے آتے ہی، ولیم میری اور جولیا کو گھیرے میں لے لیا،

لاٹ پادری نے ایک قہقہہ لگایا،

"اب کیا کہتے ہو؟"

امبرٹو نے جواب دیا،

"اب کیا کہہ سکتے ہیں؟"

لاٹ پادری نے غلاموں کو حکم دیا،

"کلیسا کے ان گناہگاروں کو گرفتار کر لو!"

غلاموں نے گھیرا تنگ کیا، اور تلواریں سونتے ہوئے ولیم کی طرف بڑھے، ولیم

نے بڑی تیزی اور پھرتی سے تلوار میان سے باہر نکال لی اور ان مسلح غلاموں پر ٹوٹ پڑا، ہال میں کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا، دیکھتے دیکھتے تین غلاموں کی گردنیں کٹ کر گر پڑیں، لاٹ پادری نے جوش اور برہمی کے عالم میں کہا،

"قتل کر دو اسے!"

غلاموں کے دلوں پر ولیم کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی اور کوئی بھی اس کی تلوار کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں کر رہا تھا، لیکن لاٹ پادری کے ان الفاظ نے ان میں ایک نیا ولولہ اور حوصلہ پیدا کر دیا، وہی غلام جو اب تک ولیم پر تلوار اٹھاتے ہوئے جھجک رہے تھے، اب بھوکے بھیڑیئے کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے، وہ اکیلا تھا، کب تک وار سہتا، آخر گھائل ہو کر گر پڑا، ایک غلام نے لپک کر زخمی سردار کی گردن تراش لی، میری یہ منظر نہ دیکھ سکی، وہ نیم بیہوش ہو کر گر پڑی، لیکن جولیانا اس سے زیادہ باہمت تھی، اس نے نہ آہ و فریاد کی، نہ شیون و فغاں باپ کے ہاتھ سے خون آلود تلوار لی، اور بجلی کی طرح غلاموں کے گھیرے کو توڑتی ہوئی امبرٹو کے سر پر پہنچ گئی، یہ سب کچھ اتنی تیزی اور پھرتی کے ساتھ ہوا کہ کوئی نہ سمجھ سکا کیا ہو رہا ہے ؟ کیا ہونے والا ہے، جولیانا کی تلوار فضا میں چمکی، اور اور قریب تھا کہ امبرٹو کی گردن پر پڑے اور اسے کاٹ کر رکھ دے، لیکن چند غلام لاٹ پادری کا اشارہ پا کر تیزی سے بڑھے، انہوں نے اس کا وہ ہاتھ گرفت میں لے لیا جس میں تلوار تھی، اور پھر کلائی مروڑ کر اسے چھین لیا، پھر بھی ایک ہلکا سا چرکا امبرٹو کے شانے پر لگ ہی گیا، جس سے خون جاری ہو گیا وہ جولیانا کو اپنے سر پر کھڑا دیکھ کر اتنا مبہوت اور حواس باختہ ہو گیا تھا کہ اپنے بچاؤ کے لئے بھی تلوار نہ چلا سکا، اگر بروقت غلاموں نے جولیانا کے ہاتھ سے تلوار نہ چھین لی ہوتی تو اس کی گردن بھی ولیم کی گردن کے پاس ہی

پڑی ہوئی نظر آتی، لاٹ پادری نے غلاموں سے کہا

"گرفتار کرلو اسے!"

سب بیچاری جولیانا پر ٹوٹ پڑے، اور آن کی آن میں اسے بے بس کر کے گرفتار کرلیا، وہ جب تک بالکل بے بس نہ ہوگئی برابر مزاحمت کرتی رہی، اور گرفتار ہوتے ہوتے خود بھی کافی زخمی ہوئی، اور کئی آدمیوں کو بھی زخمی کر دیا،

لاٹ پادری نے حکم دیا،

"کلیسا کے تہہ خانے میں لے جاکر اسے قید کردو!"

پھر میری کی طرف دیکھا اور فرمایا،

"اسے بھی!"

فوراً پابدستے دگرے، دست بدستے دگرے، بیہوش میری اور زخمی جولیانا کو کلیسائے اعظم کے اس تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا، جہاں کلیسا کے مجرم قید کئے جاتے تھے اور پھر طرح طرح کی اذیتیں دے کر انہیں ہلاک کردیا جاتا تھا،

جولیانا اور میری کو تہہ خانے میں بھیجنے کے بعد لاٹ پادری نے امبرٹو سے کہا "جاؤ، آرام کرو! کل اسی ہال میں جوانی کی سرداری تمہیں تفویض کی جائیگی،

امبرٹو نے ادب سے گردن جھکا کر اظہار عقیدت کیا، اور خاموشی سے قلعہ کی طرف چلا گیا۔

چراغاں

جرمنی میں آج چراغاں ہو رہا تھا،

ہر گھر سے خوشی اور مسرت اور نشاط لازوال کے ترانے بلند ہو رہے تھے،

جشن مسرت برپا تھا، ۱

کل تک جرمنی کے لوگ ولیم پر ناز کرتے تھے، آج اس کے نام سے نفرت کر رہے تھے، کل تک وہ ان کا ہیرو تھا، آج شیطان، کل تک اس کی شجاعت، بسالت، دلیری اور تہور شعاری کی دھوم تھی، آج وہ مردود خلائق تھا، کل تک یہ عالم تھا کہ جدھر سے اس کی سواری گزرتی، ٹھٹھ کا ٹھٹھ اس کے دیدار کے لئے جمع ہو جاتا زندہ باد کے نعرے لگتے، آج اس کی لاش کی تشہیر ہو رہی تھی، لوگ اس پر تھوک رہے تھے ——— کلیسا سے اگر فرشتہ بھی بغاوت کرے، تو وہ کشتنی اور گردن زدنی ہے، ولیم کلیسا کا باغی تھا، اس کے انحراف دین کا فتویٰ، لاٹ پادری نے دیا تھا، اور یہ لاٹ پادری براہ راست مقدس پوپ کے ماتحت تھے پوپ کا فرمان، خدا کا فرمان تھا، اور پوپ کے ماتحت کا فرمان پوپ کا فرمان تھا،

پوپ کے ماتحت لاٹ پادری نے سارے شہر کے جلسۂ عام میں اعلان کیا کہ سرولیم دین عیسوی سے منحرف ہو گیا تھا، وہ مسلمانوں سے سازباز کر رہا تھا، وہ کلیسائے اعظم کا غدار تھا، اس کی لڑکی ایک مسلمان سے معاشقہ کر رہی تھی، اور اس نے اپنی لڑکی کو سزا دینے سے انکار کر دیا تھا، لہٰذا تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد لاٹ پادری نے فیصلہ کیا کہ اگر ولیم توبہ نہیں کرتا ہے تو اس سے قید کر لیا جائے، اور قید تنہائی میں اسے اپنی پُر معصیت زندگی پر غور کرنے اور تائب ہونے کا موقعہ دیا جائے، لیکن وہ لڑنے پر تیار ہو گیا، اس نے پادری کی موجودگی میں کلیسائے مسیحی کے خادم اور مجاہد پرنس امبرٹو پر قاتلانہ حملہ کیا، اس کی کافر لڑکی نے بھی یہی حرکت کی، ولیم قتل کر دیا گیا، جویانا قید ہے، اسے موقع دیا جا رہا ہے کہ وہ عالم تنہائی میں اپنی معصیت کاری پر غور کرے، اگر وہ تائب ہو گئی تو لاٹ پادری اس کا گناہ معاف کر دیں گے اور اسے عزت، آبرو کے ساتھ زندہ رہنے کا موقع دیں گے، نہ باز آئی تو اس کا حشر بھی وہی ہو گا جو ولیم کا ہوا ہے ——————"

لاٹ پادری کے اس فیصلہ سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا تھا،

بہت سے لوگ دل و جان سے اس کے عقیدت مند تھے، ان کی دوستی اور دشمنی کا معیار صرف لاٹ پادری کی خوشنودئی طبع پر تھا، جس میں لاٹ پادری صاحب خوش ہیں، وہ ہر عزت و تکریم کا سزاوار جس سے وہ خفا ہیں، وہ ہر نفرت اور ذلت کا مستحق ہے۔!

لیکن اسی انبوہِ عام میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے، جن کا دل رو رہا تھا، جن کی آنکھیں پرنم تھیں، جن کے دل میں اب بھی ولیم کی عزت تھی، عظمت تھی، محبت تھی جو ولیم کو بے گناہ اور لاٹ پادری کو شیطان و سفاک سمجھ رہے تھے،

——— لیکن یہ لوگ بے بس تھے، جب ولیم جیسا آمرِ مطلق، اور باقتدار و اختیار شخص بے بس ہو گیا، کچھ نہ کر سکا تو یہ کیا کر سکتے تھے ———

——— لیکن ان کا دل رو رہا تھا اور ان کی آنکھیں پر نم تھیں!

آج جبونی میں چراغاں ہو رہا تھا!

جشنِ مسرت برپا تھا!

ہر شخص اس چراغاں میں حصہ لینے پر، اس جشن میں شرکت کرنے پر مجبور تھا، اگر ایسا نہ کرتا تو اس کا شمار بھی کلیسا کے غداروں میں ہوتا، پھر اس کا گھر بھی لوٹ لیا جاتا۔ اسے بھی قتل کر دیا جاتا، اس کی املاک و جائیداد بھی ضبط کر لی جاتی، اسے بھی ولیم سے کہیں زیادہ بے بسی اور ذلت کے ساتھ زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتے ——— اور اس کے لئے کوئی تیار نہیں تھا، !

لاٹ پادری نے آج کی رات اعلان کر دیا کہ آج سے جبونی پر ولیم خاندان کا کوئی حق نہیں رہا، جبونا کا ولیعہد امبرٹو آج سے جبونی کا حکمران ہے،

حاضرین نے پُرجوش تالیوں کے ساتھ اس انتخاب کا خیر مقدم کیا، اور جہاں سے ہر وقت ولیم زندہ باد کے نعرے گونجا کرتے تھے، وہیں سے امبرٹو زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بلند ہو رہے تھے،

سامنے تختِ حکومت موجود تھا ——— سونے کا بنا ہوا، ہیرے جواہرات جڑے ہوتے، پاس ہی ایک نیا تاج جگ مگ جگ مگ کر رہا تھا، اس کے ہیرے شمعوں کی روشنی میں اس طرح جھلملا رہے تھے، جیسے ہر چہار طرف سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہوں، اس کے قریب ایک مرصع میان میں ایک تلوار رکھی تھی، ایک خنجر، ایک نیزہ!

لاٹ پادری نے امبرٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

"یہ تخت حکومت ہے، جو تمہاری ملک ہو چکا ہے!"

یہ تاج شہریاری ہے، جو تمہارے سر پر ضو فگن ہونے کے لئے بے تاب ہے۔
یہ چھوٹی سی لیکن پُر بہار ریاست اب تمہاری ہے۔ تم اس کے مالک ہو
سیاہ وسفید کا تمہیں اختیار ہے۔

جبونی کے بہادر باشندے آج سے تمہاری رعایا ہیں اور ہمیں یقین ہے،
تمہارا حسن سلوک ان کا دل جیت لے گا۔

میرا جی چاہتا ہے کہ تم سے کہوں، آؤ، اور اس تخت حکومت پر متمکن
ہو جاؤ، اس تاج شہریاری کو زیب سر کرلو، اس ریاست کے قلعہ پر اپنا جھنڈا
نصب کردو،

لیکن، نہیں ——— میں ایسا نہیں کروں گا،

گو یہ سب چیزیں تمہاری ہیں، تم ہی ان کے مالک ہو، لیکن آج میں تمہیں
صرف ایک ہی چیز پیش کروں گا،

اور وہ یہ تلوار ہے،!

اس تلوار کو میان سے نکالو اور دشمن پر جہاں بھی وہ ہو، جہاں بھی وہ نظر آئے
جہاں بھی وہ ملے ٹوٹ پڑو اسے قتل کردو، ان شہروں کو ویران کردو، جن پر
مسلمانوں کا تسلط ہے، ان کھیتوں کو جلا کر راکھ کردو، جو مسلمانوں سے بوئے ہیں،
ان باغوں میں آگ لگا دو، جن کے مالک مسلمان ہیں، ان کی عورتوں کو لونڈی بنا لو،
ان کی ہر چیز پر قبضہ کر لو ——— جب تم یہ کرلوگے، تب
ہی جبونی پر صحیح معنیٰ میں تمہارا اقتدار قائم ہوگا، تب ہی تم اس تخت کے
اس تاج کے، اس خزانے کے مالک قرار پاؤ گے،

میں نے تمہیں لاکر یہاں تک کھڑا کر دیا، اب یہ تم پر منحصر ہے کہ اگر بازوؤں میں قوت ہے تو یہ تاج اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لو، اگر قدموں میں سکت ہے تو بڑھو اور اس تخت حکومت کے مالک بن جاؤ۔"

لاٹ پادری کی اس تقریر نے حاضرین پر سکتہ طاری کر دیا، امبر تو پر بھی تاثر کی عجیب کیفیت طاری ہو گئی،

اس نے نہایت ادب کے ساتھ سر جھکا کر لاٹ پادری کے ہاتھ سے تلوار لی، اسے چوما، آنکھوں سے لگایا، پھر بڑے اثر انگیز انداز میں تقریر کرتے ہوئے کہا،

"میں اس عزت افزائی کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا، مسلمانوں سے لڑنے، انہیں قتل کرنے اور ان کا قلع قمع کر دینے کا ناقابلِ مفاہمت جذبہ ہمیشہ سے میرے سینے میں موجزن ہے لیکن اے اسقف اعظم آج آپ کی تقریر نے، آپ کے اس خطاب نے میرے دل میں ہلچل پیدا کر دی ہے، جی چاہتا ہے اٹھوں اور تن تنہا مسلمانوں کے حدود مملکت میں داخل ہو کر کشت و خون کا بازار گرم کر دوں،!

جبونی کی حکومت مجھے تفویض کی گئی ہے، میں اس ذرہ نوازی کا بدل و جان ممنون ہوں، لیکن اس حکومت کی باگ اس وقت تک ہاتھ میں نہیں لوں گا، جب تک اپنے آپ کو اس کا مستحق نہ ثابت کر دوں، کل صبح ہوتے ہی میں جبونا روانہ ہو جاؤں گا اور جلد ہی وہاں سے ایک لشکر گراں لے کر جبونی آؤں گا، اور پھر جبونی کی فوج کو اپنے لشکر میں شامل کر کے آگے بڑھ جاؤں گا،

ہنری کا عروج

دوسرے روز امبرٹو، ایک دستہ سپاہ کے ساتھ جنوا واپس چلا گیا، اور عارضی طور پر حکومت کا کاروبار لاٹ پادری نے جینوا کے ایک با اقتدار رئیس ہنری کے سپرد کر دیا، کہ جب تک کشورکشائی سے فارغ ہو کر؛ اور مسلمانوں کا قلع قمع کر کے امبرٹو واپس نہ آجائے، زمام حکومت اس کے ہاتھ میں رہے گی،

ہنری، شریف اور معقول آدمی تھا، جینوا کے لوگ اس کے کردار اور سیرت سے بہت خوش تھے، اگر امبرٹو کے بجائے جینوا کا وہ مستقل طور پر مالک بنا دیا جاتا تو دلی جوش و خروش کے ساتھ عوام اسے قبول کر لیتے۔ زمام حکومت اس نے ہاتھ میں لیتے ہی، جس عدل کے ساتھ کاروبار حکومت کا آغاز کیا، اس نے بہت جلد لوگوں کو اس کا گرویدہ اور مفتون بنا دیا،

میری اور جولیانا، اب تک کلیسا کے تہ خانے میں قید تھیں، وقتاً فوقتاً لاٹ پادری تبلیغ و تلقین کے لئے تہ خانے میں کچھ دیر کے لئے چلا جایا کرتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا ان مسلمان مجرموں کو اپنے حجرۂ خاص میں بلا لیتا، اور انہیں راہ راست پر لانے

کی کوشش کرتا، چند روز تک اس کا رویہ بہت سخت رہا، پھر نرم پڑ گیا، اب وہ میری اور جولیانا سے بہت زیادہ التفات اور ملاطفت کی باتیں کرنے لگا تھا،

کئی روز سے میری کی طبیعت سخت خراب تھی، ایک تو شوہر کا غم، پھر تہہ خانے کی تنگ و تاریک فضا، پھر ایک بے بس اور مجبور قیدی کی سی زندگی، ان سب چیزوں نے اس کے دماغ پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگی، اس کی یہ حالت دیکھ کر جولیانا خون کے آنسو روتی، اُسے سمجھاتی، اس کی دل دہی کرتی، اسے تسکین دیتی، لیکن سب بیکار، لاٹ پادری کی نگرانی میں اس کا علاج ہو رہا تھا، آج جو دوا اُسے دی گئی تھی، اس کا خوشگوار اثر یہ ہوا تھا کہ میری کو گہری نیند آ گئی تھی، ورنہ گذشتہ سات آٹھ دن سے ایک پل کے لئے بھی اس کی آنکھ نہیں لگی تھی،

دوپہر کا کھانا کھا کر، جولیانا اپنے کمرے میں چلی گئی، میری کے پاس ایک خادمہ تھی وہ اس کی دیکھ بھال کر رہی تھی، اپنے کمرے میں پہنچی تو وہاں ایک راہبہ موجود تھی، اسے دیکھ کر جولیانا کو حیرت ہوئی، اس نے کہا،

"آپ کیسے تشریف لائیں؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں تم سے ——— کیا اجازت دو گی؟"

اس انداز گفتگو پر جولیانا کو بڑی حیرت ہوئی، اس نے کہا،

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا، مجھ سے کون سی ضروری باتیں آپ کو کرنا ہیں؟ بہر حال کہیئے سُن رہی ہوں،"

راہبہ کھسک کر اور زیادہ قریب ہو گئی، پھر اس نے ہمدردی اور دلسوزی کے لہجہ میں کہا،

کتنا دکھ ہوتا ہے مجھے تمہارا یہ حالِ زار دیکھ کر کل تک تم اس ملک کی شہزادی تھیں، ولی عہد تھیں، آج ایک قیدی ہو!

جولیانا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا،

"دُنیا کی ریت یہی ہے، آج کچھ ہے، کل کچھ ہوگا، لیکن میں قسمت کا شکوہ نہیں کرنا چاہتی!

راہبہ نے پوچھا،

"قسمت ——— ؟ ——— کیا خود تم اپنی قسمت کی مالک نہیں ہو؟"

جولیانا ہنس پڑی، اُس نے زہر خند کرتے ہوئے کہا،

"اگر اپنی قسمت کی مالک ہوتی تو اپنے محل کے بجائے یہاں کیوں ہوتی؟

راہبہ نے اس طرح جیسے سب کچھ اس کے اختیار میں ہے کہا،

"چاہو تو اب بھی اپنے محل میں واپس جا سکتی ہو!"

جولیانا نے پوچھا،

"وہ کس طرح؟"

راہبہ نے جواب دیا۔

لاٹ پادری کو راضی کر لو، پھر جینوا کا تخت تمہارے قدموں تلے ہوگا!"

فیصلہ کن انداز میں جولیانا نے کہا،

"نہ وہ مجھ سے راضی ہو سکتے ہیں، نہ میں انہیں راضی کر سکتی ہوں!"

راہبہ ہنسنے لگی،

"پگلی کہیں کی ——— دونوں باتیں ممکن ہیں!"

پھر اس نے رازدارانہ انداز میں اُس کے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا،

"تمہیں کچھ خبر بھی ہے ؟"

جو لیانا چونک پڑی اُس نے دریافت کیا ،

"کوئی نئی خبر!"

راہبہ نے خوشی کا جھولا جھولتے ہوتے کہا ،

"نئی بھی، دلچسپ بھی اور خوش آئند بھی !"

کچھ کچھ جولیانا کے دل میں کرید پیدا ہوئی ،

"تو کیا ہے وہ خبر ؟"

راہبہ نے اور زیادہ سرگوشی کرتے ہوئے کہا ،

"لاٹ پادری صاحب تم پر مائل ہیں !"

جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو وہ اُچھل پڑی ،

"کیا کہا تم نے ؟"

راہبہ نے بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ کہا ،

"ہاں، سچ کہتی ہوں وہ تم پر مائل ہیں ،انہیں پسند کرتے ہیں محبت کرتے ہیں تم سے ، انہیں افسوس ہے کہ ان کے ہاتھوں تمہیں تکلیف پہنچی ، وہ ہر طرح سے تلافی کرنے پر آمادہ ہیں ، وہ جیرونی کا تخت و تاج تمہیں واپس کر دینگے ——————

—————— لیکن شرط بس اتنی ہے کہ تم ان کی ہو جاؤ !"

جولیانا نے حقارت اور نفرت سے بھری ہوئی ایک نظر راہبہ پر ڈالی ، اور گویا ہوئی ۔

"اس طرح کی باتیں کرتے تمہیں شرم نہیں آتی ؟ —————— تم مقدس کنواریوں میں داخل ہو ، تم نے دنیا سے رشتہ توڑ لیا ہے ، تمہاری زندگی کا مقصد صرف عبادت و ریاضت ہے ، یا پھر تبلیغ و تلقین دنیا کی ہر چیز تمہارے

لئے حرام ہے، لیکن تم ؛ ——— تم جو راہبہ ہو، مجھے گناہ کے راستے پر چلنے کی تلقین کر رہی ہو ؟ معصیت کی تبلیغ کر رہی ہو ؟ میرے سامنے ؛ اور وہ تمہارا سردار، عیسائیوں کا روحانی تاجدار جسے لوگ لاٹ پادری کہتے ہیں ایسا بندۂ حرص و ہوس ہے کہ اپنے تقدس اپنی عبادت، اپنی ریاضت کو بھول کر چھوڑ کر دنیا کی طرف لپک رہا ہے ؛ اس کے دل میں وہی جذبات اُمنڈ رہے ہیں جو ایک گناہگار اور بدمعاش کے دل میں ہلچل پیدا کر سکتے ہیں، کیا مسیحؑ کی مسند پر بیٹھنے والے کے اخلاق ایسے ہی ہونے چاہئیں ؟ کیا جنت کی بشارت دینے والوں کو اسی طرح کے کام کرنے چاہئیں، جو جہنم کی طرف رہنمائی کرتے ہوں ——— حیرت ہے نہ اس پیرِ فرتوت کو شرم آئی اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے ، نہ تمہیں شرم آئی اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے، اس قید تنہائی میں بار بار میں نے اپنے نفس اور ضمیر کا جائزہ لیا اس میں کہیں کھوٹ نہیں پایا ، لیکن بار بار سوچتی تھی کہ مقدس پادریوں کے چہرے پر نور کے بجائے شیطنت کیوں برستی ہے ؟ آج معلوم ہؤا اس کا راز کیا ہے ؟ ——— اگر دنیا تمہیں اتنی ہی مرغوب تھی تو اس جھمیلے میں کیوں پڑیں، کر لی ہوتی شادی کسی مردِ شریف سے اور شرافت کی زندگی بسر کرنے لگتیں، یہ راستہ جس پر تم چل رہی ہو، رنڈیوں اور طوائفوں کا راستہ ہے !"

شاید جولیانا ابھی کچھ اور کہتی لیکن راہبہ نے اُسے ترش اور تند لہجہ میں ٹوکا :

"خاموش ——— تم لاٹ پادری کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو، کیا تمہیں نہیں معلوم وہ معصوم ہیں، ان سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا !"

انتہائی غصہ کے باوجود جریانا کو ہنسی آگئی،

"کیا گناہگار بھی معصوم ہو سکتے ہیں؟ ———"

راہبہ نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی ———

——— اور لاٹ پادری بنفسِ نفیس سامنے موجود تھے!

(۲۹)

ہوس کا بندہ

لاٹ پادری کو دیکھ کر جولیانا پر سکتہ ساطاری ہوگیا، لیکن دا ہی کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا۔ اس نے ایک ادا کے ساتھ کہا،

"آپ آ گئے؛ اب میں جاتی ہوں!"

لاٹ پادری نے سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا،

"ہاں تم جا سکتی ہو!"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد پادری صاحب اطمینان سے بیٹھ گئے۔ انہوں نے نرمی اور ملاطفت کے ساتھ فرمایا،

"تمہاری والدہ کا اب کیا حال ہے؟"

جولیانا نے اس طرزِ گفتگو سے اندازہ کیا کہ وہ شرارت کر رہی تھی۔ دین کے معاملہ میں وہ کتنے ہی سخت اور ظالم کیوں نہ ہوں، لیکن بہرحال روحانی دنیا کے تاجدار ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی کہ اس نے ایسے سخت الفاظ ان کے لئے

کیوں استعمال کئے تھے، اس نے بھی نرم لب و لہجہ میں جواب دیا،

"ابھی تک وہی حال ہے کبھی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی ہیں، کبھی خاموش ہو جاتی ہیں، کبھی رونے لگتی ہیں، کبھی ہنسنے لگتی ہیں، روتی ہیں تو روتی چلی جاتی ہیں، ہنستی ہیں تو پھر ہنستی ہی رہتی ہیں ——— نہ جانے کیا ہو گیا ہے انہیں!"

یہ کہتے کہتے اس کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں، لاٹ پادری نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا،

"جو کچھ ہوا، بہت بُرا ہوا، مجھے اس کا افسوس ہے، لیکن جولیانا، انسان خود اپنی قسمت کا خالق ہوتا ہے، تمہی نے اپنی قسمت بگاڑی ہے۔ تم ہی اسے سنوار سکتی ہو، کل تک تم شہزادی تھیں، جونی کی ولی عہد تھیں، یہاں کے امراء و روسا، عوام و خواص، سب تمہارا ادب کرتے تھے، احترام کرتے تھے، لیکن آج تم ایک قیدی ہو، اپنے طرز عمل سے سب کو تم نے اپنا دشمن بنا لیا ہے، جو تمہارے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ وہ اب تمہاری صورت دیکھنے کے روادار نہیں ہیں، جن کے دل میں تمہاری عزت اور عظمت جاگزیں تھی، وہی آج تم سے نفرت کرتے ہیں، جس مملکت کی باگ تمہارے ہاتھ میں تھی، آج اس کا ہر فرد تم سے باغی ہے، لیکن حالات پلٹ بھی سکتے ہیں، چھنی ہوئی عزت و عظمت پھر واپس مل سکتی ہے، الٹا ہوا تاج و تخت پھر تصرف میں آسکتا ہے، دشمن پھر دوست ہو سکتے ہیں، باغی پھر اطاعت کا حلقہ گلے میں داخل کر سکتے ہیں، اور یہ سب کچھ صرف تم پر منحصر ہے!"

جولیانا خاموشی سے لاٹ پادری کی باتیں سنتی رہی پھر اس نے کہا،

"جب میں شہزادی اور ولی عہد تھی، جب بھی میرے دل میں جاہ و جلال کی ہوس نہ تھی، اب قیدی ہوں تو بھی احساسِ کمتری کا جذبہ اپنے اندر نہیں رکھتی، پھول اگر کسی کے گلے کا ہار بن جاتے تو بھی پھول ہے، کسی بستر کی شکن بن جائے تو

بھی پھول ہے، پاؤں تلے روندا جائے تو بھی پھول ہے، اکانٹا اگر کسی تاج میں ٹانک دیا جائے زر بفت اور کمخواب کے ملبوسات میں اپنی جگہ بنا لے اقصر شہر یاری میں پہنچ جائے تو بھی کانٹا رہے گا، میں جو پہلے تھی وہی اب ہوں، جواب ہوں وہی پہلے بھی ——————— لہٰذا یہ ترغیب تو میرے لئے کوئی کشش نہیں رکھتی کہ چھینی ہوئی عظمت پھر سے واپس مل سکتی ہے اور لٹا ہوا تاج و تخت پھر واپس مل سکتا ہے، باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ انسان خود اپنی قسمت کا خالق ہے، اسے بھی میں نہیں مانتی ———————

لاٹ پادری نے قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا۔

"کیا کہا؟ ——————— تم اسے نہیں مانتیں کہ انسان خود اپنی قسمت کا خالق ہے؟"

جولیانا نے جواب دیا،

"بالکل نہیں مانتی کیسے مان لوں؟ اگر انسان خود اپنی قسمت کا خالق ہوتا تو امبرٹو البرٹ، رابرٹ، اور خود آپ مسلمانوں سے سہمے ہوئے اور گھبرائے ہوئے کیوں نظر آتے؟ اگر آپ اپنی قسمت کے خالق ہیں تو ان مٹھی بھر عربوں کو سمندر میں دھکیل کر کیوں نہیں غرق کر دیتے؟ جن کا پرچم سارے صقلیہ پر لہرا رہا ہے؟ آپ کے پاس وہ علم کیوں نہیں ہے جو مسلمانوں کے پاس ہے؟ آپ سے وہ شرافت اور انسانیت وہ اخلاق، وہ ادب، وہ تہذیب وہ شائستگی کس نے چھین لی، جو شاید کبھی آپ کے پاس تھی، اگر اب آپ کے پاس نہیں ہے؛ بتائیے کس چیز نے آپ کو ظالم اور سفاک بنا دیا ہے؛ وہ کون سی چیز تھی جس نے میرے باپ ولیم کو بے بسی کی موت مرنے پر مجبور کر دیا؛ اگر وہ اپنی قسمت کا خالق ہوتا، تو دنیا کی کوئی طاقت اسے ہلاک نہیں کر سکتی تھی، اگر آپ اپنی قسمت کے مالک ہوتے تو صقلیہ پر بھی

آپ ہی کی حکومت ہوگی

"لاٹ پادری نے گرج کر پوچھا!

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟"

جولیانا نے بغیر کسی خوف اور دہشت کے کہا!

"صرف یہ کہ کائنات کے اس لامحدود خلا میں ہماری حیثیت ایک قطرۂ ناچیز کی ہے خدا کی اس وسیع دنیا میں ہم ذرۂ بے مقدار سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہوا کا ایک جھونکا ہمیں کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے اور ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ لہروں کی کروٹ ہمیں ادھر سے ادھر پھینکتی رہتی ہے اور ہم ایک بے بس پھول کی طرح صرف ہاتھ پاؤں مار کر رہ جاتے ہیں۔ کل تک میرا باپ یہاں کا صدر تھا، آج اس کی بے گور و کفن لاش نمونۂ عبرت بنی ہوئی ہے۔ آج اس دنیا میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا، جو آپ کو چیلنج کر سکے، جو آپ کی یکتائی اور کبریائی کا مقابلہ کر سکے، جو آپ کا ہاتھ روک سکے جو آپ کا فیصلہ رد کر سکے لیکن کیا یہ صورت ہمیشہ قائم رہے گی؟ ———

اگر آپ کا یہ خیال ہے تو آپ قابل رحم حد تک غلط فہمی بلکہ خود فریبی میں مبتلا ہیں!"

غیظ و غضب سے لاٹ پادری کا چہرہ تمتما اٹھا۔ اس نے کڑک کر پوچھا،

"کیا مقصد ہے ان مہمل اور لایعنی باتوں کا؟"

جولیانا نے لاٹ پادری کے شدت لہجہ، الفاظ کی تندی اور تلخی کو ذرا بھی محسوس کئے بغیر کہا۔

"آپ کے حقوق و اختیارات، آپ کا جاہ و جلال، آپ کا دبدبہ اور طنطنہ، آپ کی یکتائی اور کبریائی، مقدس پوپ سے زیادہ تو نہیں ہے ———"

لاٹ پادری نے پوچھا،

"ہاں تو۔"

جولیانا نے طنز لطیف کا خنجر لاٹ پادری کے سینہ میں اتار دیا،

"مقدس پوپ مسلمانوں کے سامنے ان کی شرافت و دانائی کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہیں۔ وہ عیسائی قوم کے خدا بھی ہیں اور ناخدا بھی لیکن ان کی خدائی بھی دم توڑتی رہی، اور ناخدائی بھی کام نہ کر سکی ——— کیا یہی آپ کے ساتھ بھی نہیں ہو سکتا؟ وہ منظر بڑا عبرت انگیز اور شاید میرے لئے تکلیف دہ بھی ہو گا جب آپ مسلمانوں سے زندگی کی بھیک مانگ رہے ہوں گے یقیناً آپ کی جان بخشی کی جائے گی، کچھ اسلئے کہ مسلمان بزدلوں کی جان نہیں لیتے اور زیادہ تر اس لئے کہ مسلمان پادریوں، راہبوں اور دنیا سے قطع تعلق رکھنے والوں کو ذرا بھی نہیں چھیڑتے ———"

لاٹ پادری صاحب کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا! انہوں نے ہاتھی کی طرح چنگھاڑتے ہوئے کہا،

"اے بے دین لڑکی شاید تیرا نشہ آخر بھی قریب آ گیا ہے شاید تو سینٹ پال کے پاس پہنچنے کے لئے بیتاب ہو رہی ہے لیکن تیری یہ آرزو پوری ہو گی بھی، تو کچھ عرصے کے بعد ابھی تجھے نن بننا ہے مقدس کنواریوں میں شامل ہونا ہے ———"

جولیانا نے تیوری چڑھاتے ہوئے کہا،

"میں نن بن کر کیا کروں گی؟ کیا آپ مجھے ایسی نن بنانا چاہتے ہیں جیسی پولا بہن تھی، جو آپ کی دلالی کرتے میرے پاس آئی تھی اور آپ کی بیوی دیکھ کر نازدادا کے جلوے دکھاتی واپس چلی گئی؟"

لاٹ پادری نے کہا،

"ہاں ——— "

جولیانا نے پوچھا۔

"کیا عیسائیت یہی ہے؟ کیا خدائی قانون یہی ہے؟"

لاٹ پادری نے کہا،

"جو کچھ میرے منہ سے نکل جائے وہ عیسائیت ہے، میرے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ خدائی قانون ہے!"

جولیانا نے کہا،

"صرف عیسائیوں کے لئے یا غیر عیسائیوں کے لئے بھی؟"

لاٹ پادری نے حیرت سے جولیانا کی طرف دیکھا، پھر گویا ہوا،

"عیسائیوں کے لئے! ——— جو لوگ عیسائی نہیں ہیں ان سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ کشتنی اور گردن زدنی ہے!"

وہ بولی ——— "تو پھر آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میرا دین عیسوی سے کوئی تعلق نہیں ہے"

لاٹ پادری نے غصہ کی وجہ سے لرزتی آواز میں پوچھا "یہ کیا بک رہی ہے تو؟"

"وہی جو آپ نے ابھی سنا ہے۔ مسلمانوں کا اعلیٰ کردار، ان کی بلند سیرت، ان کا قابلِ تقلید نظامِ زندگی، ان کے مذہبی اقدار کوئی چیز بھی اب تک مجھے عیسائیت سے منحرف نہیں کر سکی تھی، بے شک میں آپ سے نفرت کرتی تھی، امیر ٹرسٹے بھی نفرت کرتی تھی، عیسائیوں کی بہت سی خامیوں اور کوتاہیوں کو محسوس کرتی تھی، مسلمانوں کی خوبیوں اور اچھائیوں کی دل سے قائل ہو چکی تھی، لیکن ان باتوں کے باوجود میرے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ عیسائیت سے روگرداں ہو جاؤں گی آج آپ کی گندہ سیرت کا جلوہ میری آنکھوں نے دیکھا ہے، آپ کی ہوس پرستی کا جو نظارہ میں نے کیا ہے، اس نے وہ کام کر دیا جو کوئی نہیں کر سکا تھا یعنی میں عیسائیت سے کنارہ کش ہو گئی، اگر یسوع مسیح کے جانشین ایسے ہی ہوتے ہیں تو وہ دن دور

نہیں جب چند غرض پرستوں کے سوا کوئی بھی اس مذہب سے وابستگی پسند نہیں کریگا اگر واقعی آپ خدا کے نائب ہیں تو میں خدا کو ماننے سے بھی انکار کر دوں گی ——

"لاٹ پادری کے چہرے پر اب سکون نظر آرہا تھا، اس نے پُرسکون لہجہ میں کہا،

"میں نے تمہاری باتیں سن لیں، اب تم میری ایک بات سن لو، تم عیسائی ہو یا نہیں؛ اس سے مجھے بحث نہیں، لیکن تمہیں بہر حال، کل شام کو باقاعدہ نن بنا پڑے گا تم مقدس کنواریوں کے گروہ میں شامل کی جاؤ گی اور اس کے بعد "

جو لیانا نے پوچھا

"اور اس کے بعد؟"

لاٹ پادری نے کہا،

"اس کے بعد تمہیں میرے پاس رہنا پڑے گا، میرے اشاروں پر چلنا پڑے گا، تمہیں میرے پاس رہ کر وہی زندگی بسر کرنی پڑے گی جیسی میں چاہوں گا، میرا کوئی کام گناہ نہیں ہے، میرے حضور میں پہنچنے کے بعد گناہ ثواب جاتا ہے گناہ وہ ہے جو تم کرو گو بظاہر وہ کارِ ثواب ہی کیوں نہ ہو، اور ثواب وہ ہے جو مجھ سے سرزد ہو، خواہ چشمِ ظاہر اسے گناہ کیوں نہ سمجھے، اگر تم لڑکی سے عورت بن جاتی ہو، تو یہ گناہ ہے، لیکن اگر تم میں یہ تغیر میرے واسطے سے ہوتا ہے، تو یہ ثواب ہے، بحث و مناظرہ کی نہ ضرورت ہے، نہ وقت، تم سے اور میری بھیجی ہوئی راہبہ سے جو گفتگو ہوئی تھی، اس کا ایک ایک حرف میں سن چکا ہوں، یہیں، اسی دروازے کے پاس کھڑا ہو کر ——

بے ساختہ جو لیانا نے سوال کیا،

"کیا یہ بھی تقدس کی کوئی قسم ہے؟"

لاٹ پادری نے زہر خند کرتے ہوئے جواب دیا

"ہاں —— ابھی کہہ چکا ہوں کہ جو کچھ میں کروں وہی ٹھیک ہے

گناہ کیا ہے اور ثواب کیا ؟ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ؟ اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ؟
——— اس بارے میں میرا قول حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے ،
میں نے ابھی جو فیصلہ تمہیں سنایا ہے وہ اٹل ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی
——— یاد رکھو کل شام کو تم وہ نہ ہو گی ، جو آج ہو ، کل رات کو
تم وہ نہ رہ سکو گی جو کل شام کو نظر آؤ گی ، اب کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے ۔
یہ کہہ کر لاٹ پادری صاحب تشریف لے گئے ،

---

(۲۳)

پیاساتھی

لاٹ پادری کے جانے کے فوراً ہی بعد راہبہ پھر ہنستی اور مسکراتی ہوئی داخل ہوئی، وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"جولیانا تم بڑی پیاری لڑکی ہو، واللہ کیا بات ہے، محبت ہوتی جا رہی ہے تم سے!"

اور پھر کھلکھلا کر وہ ہنس پڑی!!

جولیانا نے نہ اس قہقہے پر توجہ کی، نہ طنز سے بھرپور باتوں کا کوئی جواب دیا۔

کچھ دیر وہ راہبہ خاموش کھڑی رہی، پھر گویا ہوئی،

"دیکھو تمہیں ایک گر کی بات بتاتی ہوں ——— دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر کرنا عقلمندوں کا شیوہ نہیں، تم لاٹ پادری سے نہیں جیت سکتیں، تم ان کے پنجے سے بچ کر نہیں نکل سکتیں، تم ان کی خواہش رد نہیں کر سکتیں، میں ہوں یا تم ان کے سامنے ہم اسی طرح بے بس ہیں، جس طرح شیر کے سامنے بکری۔ بکری چیختی ہے، پھڑپھڑاتی ہے، جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتی ہے، لیکن شیر نہایت اطمینان

سے سُنی ان سُنی کرکے اس کا ٹینٹوا دباتا ہے، خون پیتا ہے، تھوڑا بہت گوشت چکھ لیتا ہے، پھر اسے دوسرے درندوں کے لئے تحفہ کے طور پر چھوڑ کر چلا جاتا ہے ہمارے لاٹ پادری صاحب شیر نہیں، شیر ببر ہیں، نہ جانے کتنی بکریوں کا خون پی چکے ہیں، اور پھر اپنا جھوٹا دوسرے درندوں کو عطا فرما چکے ہیں، یہی میرے ساتھ ہوا تھا، یہی تمہارے ساتھ ہوگا، اور یہی اس وقت تک ہوتا رہے گا، جب تک کلیسا کا یہ بلند و بالا حصار موجود ہے، جب تک اس حصار میں اور اس حصار سے باہر لاٹ پادری، پوپ اور دوسرے چھوٹے بڑے پادریوں کی حکومت ہے، میری بہن تمہاری طرح مجھے بھی یہ باتیں بری لگی تھیں، میں نے بھی احتجاج کیا تھا، میں بھی خوب روئی تھی کہ روتے روتے جل تھل کر دیا تھا، لیکن دیکھ لو آج تمہارے سامنے نن اور راہبہ کا لباس پہنے جو عورت کھڑی ہے اپنا احتجاج، اپنا گریۂ بے اختیار، اپنی آہ و فریاد فراموش کرکے اس زندگی پر قانع ہو چکی ہے۔ شاید تم نہیں جانتیں، ہاتھی جب گرفتار ہوتا ہے تو خوب اودھم مچاتا ہے، لیکن جب وہ سدھا لیا جاتا ہے، تو دوسرے ہاتھیوں کو پکڑنے اور گرفتار کرانے میں پیش پیش رہتا ہے، میرے بھڑکنے کا زمانہ ختم ہو گیا، اب میں سدھائی جا چکی ہوں، اور تم جیسوں کو گرفتار کرنے کا کارنامہ انجام دے رہی ہوں، کوئی میرے دل کی طرف نہیں دیکھتا، میں خود بھی نہیں دیکھتی، اس کم بخت کو رونے کی ایسی عادت پڑ چکی ہے کہ کسی طرح اس کے آنسو تھمتے ہی نہیں، لیکن میرا ظاہر دیکھو کتنا خوش ہے، میں کتنی ہشاش بشاش نظر آتی ہوں!"

یہ کہہ کر وہ راہبہ اور قریب آئی اور جولیانا کے کان میں کہا "کیوں میں ٹھیک کہتی ہوں نا"

جولیانا نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے جھلک رہے تھے، جولیانا نے کوئی جواب نہیں دیا، اس سے لپٹ کر رونے لگی، راہبہ نے اسے اپنے کلیجہ سے لگا لیا، اتنے زور سے بھینچا، جیسے بہت دنوں کے بعد کوئی

کہا دوست، کسی گم شدہ دوست کو پالے، اور پھر وہ بھی رونے لگی ———— پھوٹ پھوٹ کر!

دونوں ایک دوسرے سے لپٹی کھڑی تھیں اور رو رہی تھیں، دونوں کی سسکیاں اور ہچکیاں اپنی انفرادیت ختم کر کے ایک بن چکی تھیں، عہدِ نشاط کی رفاقت اتنی گراں مایہ نہیں ہوتی، جتنی درد و الم کی رفاقت قیمتی ہوتی ہے!

راہبہ کی آغوش میں پہنچکر جولیانا نے ایسا محسوس کیا، جیسے دشتِ ناپیدا کنار میں جہاں نہ کوئی آدم تھا نہ آدم زاد، نہ ہمدرد، نہ رفیق، نہ غمگسار، نہ ہم نشین، ایک ایسا شریکِ غم مل گیا جس نے دکھ درد کا سارا بار اپنے اوپر لے لیا، اب تک وہ اپنے آپ کو تنہا بے یار و مددگار سمجھ رہی تھی، اب ایسا محسوس ہوا جیسے وہ تنہا نہیں ہے:

"میں تنہا نہیں ہوں!" ———— کیا اس تصور سے بڑھ کر بھی نشاط انگیز کوئی چیز ہو سکتی تھی؟

راہبہ نے جولیانا کو ویسے پکڑے پکڑے لا کر بستر پر بٹھا دیا، پھر اس کے آنسو پونچھتی ہوئی بولی،

"جولیانا تم تنہا نہیں ہو!"

وہ گلو گرفتہ آواز میں بولی،

"ہاں اب میں بھی ایسا محسوس کر رہی ہوں، جیسے تنہا نہیں ہوں ———— تم میرے ساتھ ہو، اور یہ سوچتے ہی دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے!"

راہبہ نے اس کے خوبصورت بالوں کی لٹ درست کرتے ہوئے کہا،

"صرف میں ہی ساتھ نہیں ہوں، خدا بھی تمہارے ساتھ ہے ————
———— جولیانا، خدا ہر مظلوم کے ساتھ ہے، بشرطیکہ وہ اسے پکارے! شاید

میں نے اُسے نہیں پکارا تھا، اسی لئے اس نے میرا ساتھ نہیں دیا، تم نے اُسے پکارا، اور وہ مدد کے لئے آن موجود ہوا!"

دل سوزی اور ہمدردی سے بھری ہوئی ان باتوں نے جو بیانا کے قلب ناتواں میں ایک نئی توانائی پیدا کر دی، وہ اسے محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگی، آنکھوں میں آنسو ڈبڈباتے ہوتے تھے، راہبہ نے اس کا سر کندھے پر رکھ لیا، اور پیار سے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،

"روتے نہیں!"

(۳۱)

جولیانا اور ایملین

جولیانا نے پریشانی اور اضطراب کے عالم میں کہا،

"یہ شیطان صورت آدمی، جسے دنیا لاٹ پادری کے مقدس نام سے پکارتی ہے، کہہ گیا ہے کہ کل ——————"

راہبہ نے بات پوری نہ ہونے دی،

"میں جانتی ہوں، دروازے کی اوٹ میں کھڑی ایک ایک بات تم دونوں کی سن رہی تھی، وہ دھمکی دے گیا ہے اس کی دھمکی ہمیشہ پوری ہوتی ہے، شاید زندگی میں پہلی مرتبہ اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا،"

جولیانا کے چہرے پر راہبہ کی ان باتوں سے بشاشت آگئی، اس نے کہا،

"تم تو اس طرح اعتماد اور یقین کے ساتھ یہ باتیں کر رہی ہو، جیسے تم نے اس کی شیطنت کا کوئی توڑ معلوم کر لیا ہے۔"

راہبہ ہنسنے لگی، اس نے کہا،

"اور کیا نہیں تو؟"

جولیانا کو یقین نہ آیا،
"لیکن مجھے بھی تو بتاؤ، تاکہ دل کو اطمینان ہو!"

راہبہ نے جواب دیا،
"میں آج ہنری کے پاس جاؤں گی!"

جولیانا :- وہ کیا کرے گا؟

راہبہ :- وہ تمہارے مرحوم والد کا وفادار دوست ہے!

جولیانا :- وہ تو میں جانتی ہوں کہ ہے لیکن اگر وہ میری مدد کر سکتا ہے تو اس لڑکی کی بھی
مدد کرنی چاہیئے تھی اسے!

راہبہ :- ان کا معاملہ تو اتنا چٹ پٹ ہو گیا کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ
ایسا ہو جائے گا، ورنہ وہ خود کسی سے کیا کم تھے؛ اس لاٹ پادری کو ایسا مزا
چکھاتے کہ زندگی بھر یاد کرتا، لیکن ہونے والی بات ہو کر رہی،

جولیانا :- بہرحال تمہارا پروگرام کیا ہے؟

راہبہ :- میں اس کے پاس جاؤں گی اسے لاٹ پادری کے کرتوت سے باخبر کروں گی
میرا دل گواہی دیتا ہے، وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا ——————
کم از کم اتنی کہ تم اس کے دست ستم سے بچ جاؤ —————— کیا
یہ کافی نہیں ہے،

جولیانا :- بہت کافی ہے —————— اگر اتنا ہو جائے تو میں سمجھوں گی، میں
نے نئی زندگی پائی،

راہبہ :- (مسکراتے ہوئے) تو بس وہ نئی زندگی تمہیں ضرور ملے گی،

جولیانا :- تم کہتی ہو تو مانے لیتی ہوں —————— لیکن اسے کیا کروں کہ
دل کو نہیں اعتبار آتا،!

راہبہ :- اتنی مایوس نہ ہو، خدا پر بھروسہ رکھو!

جولیانا :- لیکن تم ہنری کے پاس جاؤ گی کس طرح؟

راہبہ :- (ہنستے ہوئے) جس طرح تمہارے پاس آگئی!

جولیانا :- اگر لاٹ پادری نے پوچھا کہاں گئی تھیں تو کیا جواب دو گی،

راہبہ :- کہہ دوں گی، جولیانا کو پرچانے اور بہلانے گئی تھی، پھر وہ خوش ہو جائیں گے

کیا عجب کچھ انعام بھی مرحمت فرما دیں ——————

لیکن مزہ تو اس وقت آئے گا، جب وہ دیکھیں گے کہ پنجرہ موجود ہے لیکن

شکار ہاتھ سے نکل گیا،

پھر راہبہ ہنسنے لگی، اس نے جولیانا سے کہا،

"تم بھی ہنسو، خوب ہنسو، جی بھر کے ہنسو، خدا نے تمہیں ہنسنے اور ہنستے رہنے

کے لئے پیدا کیا ہے"!

اور اس کے بعد اس نے جولیانا کو اس طرح گدگدایا کہ بے اختیار وہ بھی ہنس

گئی، راہبہ نے اثر انگیز انداز میں کہا۔

"کتنی اچھی لگ رہی ہو تم —————— جب ہنستی ہو تو ایسا

معلوم ہوتا ہے، جیسے پھول کھل گیا"!

جولیانا نے پوچھا،

اور جب روتی ہوں تب کیا معلوم ہوتا ہے؟

وہ بولی،

"پھر ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ساری کائنات پر اداسی چھا گئی ہے ——————

جولیانا تم اندازہ نہیں کر سکتیں، تمہیں خوش دیکھ کر فرطِ طرب سے میرا کیا حال ہوتا ہے

اپنے سارے غم بھول جاتی ہوں، اپنا ہر دکھ درد فراموش کر دیتی ہوں، اتنی محبت

تو آج تک مجھے کسی کے ساتھ نہیں ہوئی تھی۔"

جولیانا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا،

"بنا لو خوب جی بھر کے!"

اور واقعی یہ راہبہ جولیانا کے لئے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئی تھی، وہ اکثر سوچا کرتی تھی اگر اللہ نے اس کے دل میں رحم نہ ڈال دیا ہوتا تو میری کیا حالت ہوتی؟ میں کیا کرتی؟ میرا کیا حشر ہوتا؟ اور پھر اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیر نے لگتے۔

(۳۲)

مشکلات

رات کا وقت ہے ہنری اپنے چند مخصوص مصاحبوں کے ساتھ بیٹھا ہے اسکے چہرے سے تکدر اور پریشانی کا اظہار ہو رہا ہے، ایک مصاحب نے ذرا جھجکتے ہوئے کہا،

"کیا بات ہے، آج آپ بہت پریشان سے دکھائی دے رہے ہیں!"

ہنری نے تشویش انگیز لہجہ میں کہا،

"کیا کروں، جیوری کا تاج میرے لئے کانٹوں کا تاج بن گیا ہے، جب تک میرے ہاتھ میں عارضی حکومت نہیں آئی تھی، میں خوش تھا مطمئن تھا، بے فکر تھا، لیکن اب مجھے رات رات بھر نیند آتی،"

مصاحب نے پوچھا،

لیکن اس اضطراب اور تشویش کی کوئی وجہ بھی تو ہوگی؟ ———— ؟

ہنری نے جواب دیا،

"ایک؟ ———— نہ جانے کتنی وجہیں ہیں!"

مصاحب نے سوال کیا،

"تو کیا آپ نہیں بتائیں گے؟"

ہنری نے مدھم آواز میں کہا،

"کیا بتاؤں؟ —————— دو طرفہ مصیبت میں گرفتار ہوں،
ایک طرف جینوئی کی حکومت میرے ہاتھ میں ہے جو کچھ ہوتا ہے، میرے نام سے میرے حکم سے، میرے دستخط سے ہوتا ہے، دوسری طرف یہ کیفیت ہے کہ صرف پادری کے حکم اور مرضی کے خلاف پتہ بھی نہیں ہل سکتا، وہ اگر ایک مجرم کو معاف کر دیں تو میں اسے سزا نہیں دے سکتا، وہ اگر کسی بے گناہ کی گردن مارنے کا حکم صادر کر دیں تو میں اس کی جان نہیں بچا سکتا، اور تیسری سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ پرنس امبرٹو یہاں کا اصل فرماں روا کلیسا کی طرف سے نامزد ہوا ہے، ہر روز طرح طرح کے احکام بھیجتا رہتا ہے جن کی مجھے تعمیل کرنی چاہیئے، اور لاٹ پادری ان احکام کو بلاے حقارت سے ٹھکرا دینے کی مجھے ہدایت کرتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے میرا بھی امبرٹو یا لاٹ پادری کے ہاتھوں وہی حشر ہونے والا ہے، جو ولیم کا ہوا تھا،

مصاحب نے دل دہی اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا،

"ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟"

ہنری نے پوچھا،

"کیوں نہیں ہو سکتا؟"

مصاحب نے جواب دیا۔

"ولیم کی جان بے خبری میں گئی، وہ لاٹ پادری کا حد درجہ احترام کرتا تھا، اس کی عقیدت اسے لے ڈوبی، اگر وہ حوصلہ سے کام لیتا تو لاٹ پادری صاحب کو سر چھپانے کی جگہ نہ ملتی جینوئی میں!"

ہنری نے اپنے مصاحب کو ٹوکتے ہوئے کہا،

"دیوار ہم گوش دارد آہستہ آہستہ بولو"

پھر کہنے لگا،

"لاٹ پادری صاحب، صرف پادری نہیں ہے، وہ بہت بڑا سیاستدان بھی ہے، اس کے چہرے سے اس کے ارادوں کا اظہار نہیں ہوتا، لیکن وہ بڑی دُور کی کوڑی لاتا ہے، وہ جس طرح کلیسا کی ایک ایک بات پر نظر رکھتا ہے، اسی طرح حکومت کا ایک ایک اقدام اس کی نظر میں رہتا ہے، وہ لوگوں کی رُوح سے اپیل کرنا بھی جانتا ہے اور اسے کچلنا بھی وہ ولیم سے ایک مدت سے خفا تھا، لیکن بظاہر اس طرح ملتا تھا کہ ولیم کو کبھی یہ وہم بھی نہیں ہوا کہ پادری صاحب اس سے انتقام لینے کی فکر میں ہیں، پھر ایک روز بے خبری کے عالم میں لاٹ پادری صاحب نے ایسا بھرپور وار کیا کہ ولیم جان سے گیا، میری ویلانی ہوگئی، اور بےچاری جولیانا موت کی آرزو میں زندگی کی مصیبتیں جھیل رہی ہے!"

مصاحب نے پوچھا،

"لیکن لاٹ پادری صاحب ولیم سے خفا کیوں تھے؟"

ہنری نے بتایا،

اس لئے کہ ولیم نے جولیانا کی منگنی امبرڈو سے کردی تھی ——————

"لاٹ پادری کی مرضی کے خلاف؟"

"ہاں"!

لیکن لاٹ پادری ہی نے تو سارے مراسم انجام دیئے تھے!"

"ہاں —————— اور کتنے خوش نظر آرہے تھے، جیسے جولیانا ولیم کی نہیں لاٹ پادری کی اکلوتی لڑکی ہے!

"اسی پر تو تعجب ہے!"

"یہی تو ان کا کمال ہے ——————— کیا یہ معمولی بات ہے کہ دل میں نفرت، برہمی اور اشتعال کا طوفان اُمڈ رہا ہو، اور منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں باتوں سے شہد ٹپک رہا ہو، چہرہ پھول کی طرح کھل رہا، اور چاند کی طرح دمک رہا ہے!"

"واقعی یہ بہت بڑا کمال ہے!"

اور لاٹ پادری صاحب کو اس کمال پر فخر ہے!

"لیکن سوال یہ ہے کہ آخر لاٹ پادری امبرڈ کے خلاف کیوں تھے؟" وہ جولیانا کی شادی کس سے کرنا چاہتے تھے؟"

یہ تو میں نہیں جانتا ——————— لیکن یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ولیم نے جب اس نسبت کا ذکر کیا تو لاٹ پادری صاحب کی بھویں تن گئیں، انہوں نے نہایت حقارت کے ساتھ کہا مخمل میں ٹاٹ کا پیوند کہیں لگ سکتا ہے، امبرڈ اس قابل نہیں ہے کہ تمہارا داماد اور جولیانا کا شوہر بن سکے، لیکن جب ولیم نے اپنے فیصلہ پر اصرار کیا اور اپنے ارادے پر ڈٹا رہا تو ذرا ہی دیر کے بعد لاٹ پادری صاحب اپنے اختلاف سے دستبردار ہو گئے، اور اس تقریب کی ساری ذمہ داریاں اپنے سر لے لیں، لیکن ان کی آنکھوں میں غصے، نفرت اور انتقام کی چمک اس وقت میں نے دیکھ لی تھی!"

"بہت حیرت ہے!"

"ہاں مجھے بھی ——————— لیکن یہ بتاؤ، اب کیا کیا جائے؟"

"کس سلسلہ میں؟"

"امبرڈ کے قاصد پر قاصد آرہے ہیں، کہ جولیانا کو فوراً جنوا بھیج دیا جائے، یہ پیام جب لاٹ پادری تک پہنچتا ہے تو فرماتے ہیں "ابھی نہیں!" اور ان کی آنکھوں

ہیں غصّے، نفرت اور انتقام کی چمک مجھے پھر نظر آنے لگتی ہے!"

"کس کے خلاف؟"

"یا میرے خلاف، یا امبرٹو کے خلاف ——— میرے خیال میں ہم دونوں میں سے ایک کی شامت آئی ہے، ہم دونوں میں سے کم از کم ایک کی زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں!"

"کیا آپ دونوں مل کر بھی لاٹ پادری کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟"

"نہیں ——— قطعاً نہیں، ان کا مقابلہ تو شیطان بھی نہیں کر سکتا ہم تو بہرحال انسان ہیں!"

"پھر اب کیا ہو گا؟"

"یہ تو نہیں معلوم، لیکن جو کچھ ہو گا، جلد ہی ہو جائے گا،"

"یہ آپ نے کس طرح جان لیا؟"

"آج امبرٹو کا جو قاصد آیا ہے وہ اپنے ساتھ یہ نوید لایا ہے کہ کل امبرٹو اپنے لشکر گراں کے ساتھ یہاں پہنچ رہا ہے ———"

"واقعی!؟"

"ہاں ——— وہ آرہا ہے، اور آتے ہی پہلا مطالبہ یہ کرے گا کہ جولیانا اس کے حوالے کر دی جائے، جو اب تک لاٹ پادری کے تہہ خانے میں، جس کا مقابلہ دنیا کا بدترین عقوبت خانہ بھی نہیں کر سکتا، دم توڑ رہی ہے!"

"تو کیا پادری صاحب جولیانا کو اس کے حوالے کر دیں گے؟"

"پادری صاحب کیا کریں گے، دنیا کا سب سے بڑا اور کامل نجومی بھی اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا!"

"امبرٹو کے آنے کے بعد آپ تخت حکومت سے دستبردار ہو جائیں گے؟

"ظاہر ہے ——— آب آمد تیمم برخاست!"

"لیکن میری رائے تو یہ نہیں ہے!"

"تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"

"تختِ حکومت پر قابض رہیئے، یہاں کی رعایا دل و جان سے آپ کو چاہتی ہے جبونی کے باشندے اپنا حکمران کسی غیر شخص کو تسلیم نہیں کر سکتے!"

"میں الگ الگ بھی امبرٹو اور لاٹ پادری صاحب کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا، ایک وقت میں ان دونوں کا مقابلہ کس طرح کر سکوں گا، جبونی کے باشندے دل سے کچھ چاہتے ہوں لیکن ان کی زبان وہی کہے گی، جو لاٹ پادری صاحب کا ارشاد ہو گا، وہ اگر کسی گدھے کو بھی تختِ حکومت پر بٹھا دیں تو جبونی کے باشندے چوں نہیں کر سکتے!"

امبرٹو کی حیثیت ایک گدھے سے زیادہ ہے بھی کب؟"

"دیکھ لو ایک گدھا اُن کی مدد سے تختِ حکومت پر قابض ہے! اور ہم تم سب اس کی اطاعت پر مجبور ہیں!"

"لیکن دل سے نہیں!"

"اس سے کیا ہوتا ہے؟ ——— اصل چیز عمل ہے دل نہیں!"

(۳۴)

قرض کی یاددہانی

بڑی دیر تک ہنری ہیں اور اس کے مصاحبیں باتیں ہوتی رہیں رات گئے جب وہ واپس گیا، اور ہنری اپنے حجلۂ راحت میں آرام کے ارادے سے جانے لگا، تو حاجب آیا، اور دست بستہ سر جھکا کر کھڑا ہو گیا، ہنری نے پوچھا،

"کوئی خاص بات ہے"

وہ عرض گذار ہوا،

"ایک عورت آپ سے ابھی، اور اسی وقت ملنا چاہتی ہے!"

ہنری چونک پڑا،

"عورت؟ ——— کون ہے وہ"

حاجب نے سر جھکائے جھکائے عرض کیا،

"وہ اپنا نام نہیں بتاتی، وہ ایک سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی ہے، اس کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا، وہ اس پر بضد ہے کہ آپ سے ابھی اور اسی وقت ملیگی"

ہنری نے تھکے ہوئے انداز میں کہا،

"اس سے کہہ دو یہ ہمارے آرام کا وقت ہے صبح آنا!"

حاجب نے کہا،

"وہ تو یہ کہہ رہی ہے اگر اعلیٰحضرت خواب راحت میں ہوں تو بھی انہیں جگا دو میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ کہنے لگی، اگر تم نے انہیں ابھی بیدار نہ کیا، اور اس وقت میری ملاقات نہ ہو سکی تو صبح تمہاری گردن اڑا دی جائے گی!"

اس اجنبی عورت کی یہ عجیب و غریب باتیں سُنکر ہنری پریشان ہو گیا، کچھ دیر خاموشی سے سر جھکائے سوچتا رہا، پھر بولا،

"جاؤ، بلالاؤ اسے!"

حاجب گیا اور ذرا دیر میں ایک عورت کو لے کر حاضر ہو گیا، وہ ایک سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی تھی، اور آنکھ کے سوا اس کا ہر عضو بدن ڈھکا ہوا تھا،

ہنری نے کھڑے کھڑے دریافت کیا،

"تم کون ہو، کیا چاہتی ہو؟ اور اتنے ناوقت کیوں آئی ہو؟"

وہ بولی،

"ان تینوں سوالوں کا جواب ابھی ملجائے گا، لیکن جب تک تخلیہ نہ ہو جائے میری زبان بند رہے گی!"

یہ مطالبہ اس عورت سے بھی زیادہ عجیب و غریب تھا، ہنری حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا، پھر اس نے حاجب سے کہا،

"چلے جاؤ!"

حاجب نے ادب سے گردن جھکا لی اور اُلٹے پاؤں واپس چلا گیا،

اس کے جاتے ہی عورت نے وہ چادر اُتار دی،

یہ وہی راہبہ تھی،

اُسے دیکھ کر ہنری چونک پڑا، اس کا دل دھڑکنے لگا، وہ لاٹ پادری سے حد درجہ دہشت زدہ تھا، اور اس کے پیام یہی راہبہ لایا کرتی تھی، اتنے ناوقت اس کا آنا خطرہ سے خالی نہیں ہوسکتا بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"تم ہ ـــــــ اس وقت ؛ خیریت تو ہے ؟"

راہبہ نے اطمینان بھرے لہجہ میں جواب دیا۔

"خیریت ہوتی تو اس وقت جب سارا سنسار سو رہا ہے کیوں آتی ؟"

نہایت پریشانی کے لہجہ میں ہنری نے کہا،

"تو بتاؤ پھر جلدی سے کیا بات ہے ؟"

وہ کہنے لگی،

"میں آپ کو ایک فرض یاد دلانے آئی ہوں !"

ہنری اور زیادہ پریشان ہوگیا۔

"کس فرض کے ادا کرنے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے !"

راہبہ نے جواب دیا،

"حق وفا ادا کرنے میں ـــــــ اعلیٰ حضرت ایک بات ذہن نشین کر لیجئے انسان کی زندگی بہت مختصر ہوتی ہے، یہ درخت، یہ پتھر، یہ دریا، یہ سمندر انسان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ طویل العمر ہیں لیکن اس عظمت سے محروم ہیں جو چند روزہ زندگی میں انسان حاصل کر لیتا ہے، آج جس تختِ حکومت پر آپ قابض ہیں، کل اس پر ولیم کا قبضہ تھا، اور ایک دن امبرٹو آ کر اُسے آپ سے چھین لے گا، اور پھر موت امبرٹو سے اُسے چھین لے گی۔ ولیم بھی مرگیا، آپ بھی مریں گے، اور امبرٹو کو اور اس کے بعد جو لوگ اپنے اپنے وقت میں تخت نشین ہوں گے، انہیں بھی ایک نہ ایک دن مرنا ہی پڑے گا۔ اگر موت اس طرح آئے کہ آدمی اپنا فرض ادا کر چکا ہو، تو وہ مرنے

کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اور اگر اس طرح آئے کہ آدمی فرض نہ ادا کر سکے، تو پھر اس کی زندگی موت سے بدتر ہوتی ہے، اور موت اس کے لئے دائمی لعنت بن کر آتی ہے! میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ ایک اہم فرض کی یاد دہانی کراؤں، اگر آپ نے اسے انجام دے لیا تو امر ہو جائیں گے، نہ دیا، تو دنیا آپ کو کبھی بھی نیک نام سے یاد نہ کرے گی!"

اس طویل تقریر سے ہنری اکتا گیا، اس نے کہا،

"جو کچھ کہنا چاہتی ہو، جلد کہو، اور صاف صاف کہو، پہیلیاں بجھوانے سے کیا حاصل؟"

راہبہ بولی،

"نسیم آپ کا دوست تھا؟"

ہنری نے کہا،

"ہاں تھا ——— اس کی یاد آج بھی کانٹے کی طرح میرے دل میں کھٹکتی رہتی ہے!"

راہبہ نے کہا،

"اس کی ایک اکلوتی، چہیتی اور لاڈلی لڑکی بھی تھی!"

"ہاں، ——— جویانا ——— کیا ہوا ہے؟"

راہبہ نے کہا،

"کاش اسے کچھ ہو گیا ہوتا، کاش نہ مر گئی ہوتی، کاش اب بھی زہر کا جام اسکے ہونٹوں تک پہنچ جائے ——— تو کتنے سکھ سے جان دے گی وہ؟"

ہنری نے پوچھا،

"کیوں؟ ——— کیا کلیسا کے جیل میں اس پر بہت زیادہ جبر و جور

کیا جاتا ہے ؛"

راہبہ ہنسنے لگی ،

"وہ جبر و جور سے گھبرانے والی لڑکی نہیں ہے !"

"پھر کس بات سے وہ اتنی متاثر ہے، اور تم بھی اس کے لئے یہ حسرت اپنے دل میں رکھتی ہو کہ کاش مرجاتے !"

راہبہ نے سنجیدگی کے ساتھ کہا ،

"اس لئے کہ وہ اپنی لاج نہیں گنوانا چاہتی !"

ہنری اپنی جگہ سے ایک بالشت اچھل پڑا ،

"لاج ؛ ———— بے شک وہ کلیسا کے معتوب ولیم کی بیٹی ہے، لیکن کلیسا کے محبوب امبرٹو کی منگیتر بھی ہے اس کی لاج پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے"

راہبہ نے پرسکون لہجہ میں جواب دیا ۔

"وہ جو کلیسا کا فرماں روا ہے !"

ہنری نے ہکلاتے ہوئے پوچھا ،

"کیا ؛ ———— یعنی ؛ ———— تم نے کیا کہا ؛ ———— کیا مطلب ہے تمہارا ———— ؟"

راہبہ نے سوال کیا ،

"کیا آپ لاٹ پادری کو جانتے ہیں ؛"

ہنری نے جواب دیا ،

"بہت اچھی طرح ————"

راہبہ بول پڑی ،

"میری مراد انہی کی ذات گرامی سے ہے !"

ہنری سر پکڑ کر بیٹھ گیا، اس نے خود سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا،

"یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ ——— کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ —

——— پھر یہ زمین پھٹ کیوں نہیں جاتی؟ ———

یہ آسمان ٹوٹ کیوں نہیں پڑتا؟"

راہبہ نے پُر وقار انداز میں کہا،

"ممکن ہے یہ سب کچھ ہو، لیکن شاید قدرت آپ کو ایک موقع، ایک مہلت دینا

چاہتی ہے، وہ آپ کی آزمائش کر رہی ہے، وہ دیکھنا چاہتی ہے ———

——— آپ حق وفا ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؛ وہ دیکھنا

چاہتی ہے آپ اپنا فرض ادا کریں گے یا نہیں؟ ——— اعلیحضرت

سچ کہئے گا، اگر یہی حالات خدا نخواستہ آپ کی بیٹی کو پیش آئیں تو آپ کیا کریں گے؟

میں صرف یہ عرض کرنا چاہتی ہوں، وہی کیجئے، جو آپ اپنی بیٹی کو بچانے کے لئے

کرتے! ——— اس سے زیادہ کچھ نہیں، اس سے زیادہ مطالبہ اگر

میں کروں تو وہ انسانی طاقت سے باہر ہو گا؛ اور ایسا بوجھ جو انسانی طاقت سے

باہر ہو، میں آپ پر لادنا نہیں چاہتی!"

کئی منٹ تک ہنری ہکا بکا گم صم بیٹھا رہا، پھر اس نے کہا،

"میں اپنا فرض ادا کروں گا ——— میں اپنا فرض ضرور ادا کروں گا!"

---

(۳۴)

حقِ وفا

ہنری نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنا فرض ادا کرے گا، حق وفا ادا کرے گا، اور کسی نہ کسی حد تک اس نے اپنا یہ فرض ایفا کر دیا، اس نے لاٹ پادری کے سامنے پرنس امبرٹو کا آخری خط رکھا، جس میں دھمکی دی گئی تھی کہ اگر جلد از جلد اس نے جولیانا کو جنوا نہ بھیجا تو وہ خود جینوا آئے گا، اور جولیانا کو تو اپنے ساتھ لے ہی جائے گا، لیکن اس حکم عدولی، نافرمانی، اور سرکشی کی بڑی عبرت انگیز سزا بھی اسے دے گا،

یہ خط پڑھ کر لاٹ پادری کی آتشِ غضب بھڑک اٹھی، اس نے کہا،

"یہ دھمکی تمہیں نہیں مجھے دی گئی ہے ———— اسے آنے دو پھر میں دیکھوں گا کیا کر سکتا ہے ؛"

ہنری نے دست بستہ عرض کیا،

بے شک یہ دھمکی آپ ہی کو دی گئی ہے لیکن امبرٹو آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، مگر میری گردن قلم کر سکتا ہے!

لاٹ پادری نے پیکرِ قہر و جلال بن کر کہا

"کیا میری موجودگی میں بھی؟ ——— تم تو بڑے بہادر تھے، کیا اقتدار حکومت ملنے کے بعد بزدل بن گئے؟"

ہنری نے اپنے اوپر بہادری کی کیفیت طاری کرتے ہوئے کہا،

بے شک میں بہادر ہوں مجھے خود بھی اپنی شجاعت اور دلیری پر ناز ہے لیکن اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا، امبرٹو کو آپ کی سرپرستی اور پشت پناہی حاصل ہے اور اس سرپرستی اور پشت پناہی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ جینوا کا سردار مطلق تسلیم کیا جا چکا ہے، لوگوں نے اس کی وفاداری کا حلف اٹھایا ہے، اگر میں اس سے سرتابی کروں تو میرے جاں نثار اور قدردان بھی ساتھ نہیں دیں گے!"

لاٹ پادری نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا،

"نہ گھبراؤ، تمہارے ہاتھ میں اقتدار و اختیار کی باگ عارضی طور پر آئی تھی، لیکن یہ مستقل بھی ہو سکتی ہے، جو قوت ولیم کے پرخچے اڑا سکتی ہے، وہ امبرٹو اور اس کے باپ البرٹ کو بھی سرتابی اور سرکشی کی سزا دے سکتی ہے!"

ان باتوں سے ہنری بالکل مطمئن ہو گیا، اس نے کہا،

"جینوا کی حکومت ہو یا جینوا کی یا کہیں اور کی، اس کا انحصار بہرحال آپ کی خوشنودی پر ہے، آپ جس کے ساتھ ہیں، وہ کامیاب و کامگار ہے، آپ جس پر سے اپنا دستِ شفقت اٹھالیں وہ ذلیل و خوار ہے، اگر آپ مجھے حوصلہ دلاتے ہیں، تو میں بھی ثابت کر دوں گا کہ میں کیا ہوں، اور کیا کر سکتا ہوں ——— لیکن اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کروں؟"

لاٹ پادری نے اشتیاق کے ساتھ پوچھا،

"وہ کون سی بات ہے؟"

ہنری نے کہا،

کل پرنس امبرٹو آرہا ہے مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ جولیا کو رہا کر دی جائے!"

لاٹ پادری نے حالتِ اشتعال میں کہا،

"یہ نہیں ہو سکتا، وہ اس سے نفرت کرتی ہے۔!"

ہنری: لیکن نسبت تو ہو چکی ہے دونوں کی، اور کلیسا اس پر اپنی مہر تصدیق بھی ثبت کر چکا ہے کیا یہ واقعہ نہیں ہے؟

لاٹ پادری:- اس سے کیا ہوتا ہے، جس کلیسا نے یہ نسبت منظور کی تھی، وہی اُسے فسخ بھی کر سکتا ہے،

ہنری:- کم از کم اتنا تو کیجیئے کہ ظاہری طور پر اُسے رہا کر دیجئے، جب وہ امبرٹو سے نفرت کرتی ہے تو ظاہر ہے نہ وہ اُسے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے نہ بیوی بنا سکتا ہے، پھر خواہ مخواہ اسے قید رکھنے اور اذیت دینے سے کیا حاصل؟

لاٹ پادری: لیکن وہ اب تک تائب نہیں ہوئی ہے،

ہنری:- اس کا ذمہ میں لیتا ہوں، ————

لاٹ پادری: یعنی؟ ————

ہنری:- میں اسے توبہ کرنے پر آمادہ کروں گا،

لاٹ پادری:- جو کام میں نہ کر سکا تم کس طرح کرو گے؟

ہنری:- پیارے ! ———— آپ نے سختی کی، اور آپ کو سختی ہی کرنی بھی چاہیئے تھی، تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور وہ اس واقعہ سے سبق لیں، لیکن میں شفقت اور نرمی کا برتاؤ کروں گا، اور مجھے یہی کرنا چاہیئے، وہ میرے دوست کی لڑکی ہے، میری گود میں کھیلی ہے، بہرحال ایک اونچے خاندان

کی لڑکی ہے اضدی ہمیشہ سے ہے میں اسے پیار دلا سے راہ پر لگا لوں گا، وہ نہ صرف تائب ہو جائے گی بلکہ آپ کے اشارے پر چلے گی،

لاٹ پادری :- یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو، ؟

ہنری :- اس طرح کہ مجھ سے زیادہ اس حقیقت کا کوئی رمز آشنا نہیں، کہ اس خود سر، ضدی اور تنک مزاج لڑکی کو اگر کسی سے والہانہ عقیدت تھی، تو وہ آپ کی ذات تھی، ولیم کے پاس اکثر میں آنا رہتا تھا ——— میں بھی میری بیوی بھی، میری لڑکیاں بھی، ہم سب دنیا جہان کے موضوعات پر گفتگو کیا کرتے تھے ———

لاٹ پادری :- کہے جاؤ، میں دلچسپی سے سن رہا ہوں،

ہنری :- اور یہ لڑکی جو لیانا الٹ پھیر کر صرف آپ ہی کا ذکر کرتی تھی،

لاٹ پادری :- میرا ذکر ——— ؟

ہنری :- جی ہاں کبھی کہتی کہ لاٹ پادری صاحب کے وعظ میں ایسا اثر ہوتا ہے کہ پتھر کا دل بھی موم ہو جائے، کبھی کہتی لاٹ پادری صاحب کتنے شاندار اور وجیہہ آدمی ہیں، کبھی کہتی لاٹ پادری صاحب کو تو کوئی شہزادہ ہونا چاہیئے تھا ———

لاٹ پادری :- یہ کیا کہہ رہے ہو تم ؟

ہنری :- جو کچھ عرض کر رہا ہوں، اس کا ایک ایک حرف درست ہے، میں تقدس مآب کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کر سکتا، اگر کروں بھی تو جانتا ہوں، آپ اپنی روحانی قوت سے اس کا پتہ چلالیں گے، پھر دنیا میں بھی منہ کالا ہوگا، اور آخرت بھی ہاتھ سے جائے گی!

لاٹ پادری :- مجھے یقین ہے تم سچ کہہ رہے ہو،

ہنری :- میں اس بندہ نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں،

لاٹ پادری: لیکن تعجب ہے کہ جولیانا کے میرے بارے میں یہ خیالات تھے :

ہنری :- تعجب کیوں ہے ؛ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ گرجا میں عبادت کے وقت جولیانا ضرور موجود ہوتی تھی؟

لاٹ پادری: ہاں یہ تو سچ ہے،

ہنری :- پھر کیا یہ بھی واقعہ نہیں ہے کہ وہ سب سے اگلی نشست پر بیٹھا کرتی تھی ؟

لاٹ پادری :- اب تم نے کہا تو مجھے یاد آیا ——— ہاں یہ بھی درست ہے

ہنری :- جب کبھی ولیم کی محلسرا میں آپ تشریف لاتے تھے، کون دیدہ و دل فرش راہ کرنے کے لئے سب سے پہلے آگے بڑھتا تھا؟

لاٹ پادری :- میں جولیانا کے سوا کسی کا نام نہیں لے سکتا ،

ہنری :- پھر کیا یہ تمام باتیں میرے دعوے کا ثبوت نہیں ہیں!"

لاٹ پادری :- ضرور یہیں ماننا پڑے گا،

ہنری :- اس کی موجودہ روش صرف اس کی بڑھی ہوئی خودداری، انانیت اور پندار کا نتیجہ ہے، وہ اپنی توہین نہیں برداشت کر سکتی، لیکن ماننا پڑے گا توہین ہوتی اس نے آج تک اپنی زندگی میں سایہ بھی نہیں دیکھا تھا، لیکن اس کا باپ اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہوا، اور ماں دیوانی ہو گئی، اس نے کبھی تکلیف نہیں اٹھائی تھی لیکن اب وہ ایک قیدی ہے ان حالات میں وہ جان دے دیگی لیکن جھکے گی نہیں ——— انسان میں ہر طرح کی تبدیلی ہو سکتی ہے لیکن اس کی فطرت نہیں بدل سکتی، اس کی سرشت نہیں تبدیل ہو سکتی،

لاٹ پادری :- کہتے تو سچ ہو،

ہنری :- آپ اسے رہا کر دیجئے اس کی ماں کو رہا کر دیجئے ان دونوں کو میرے

پاس چھوڑ دیجیے، عملی طور پر ماں بیٹی یہاں بھی قیدی ہوں گی، لیکن بظاہر آزاد اور خود مختار ہوں گی، میں ان کے زخم دل پر پھاہا رکھوں گا۔ ان کے آنسو پونچھوں گا، آپ بھی تشریف لاتے رہیے اور شفقت و نرمی کی باتیں کرتے رہیے، اور اس کا حیرت انگیز نتیجہ دیکھ لیجئے،

لاٹ پادری: حیرت انگیز نتیجہ ؛

ہنری :- جی اور کیا ـ —— اگر سوء ادب نہ ہو تو مجھے یہ عرض کرنے میں ذرا باک نہیں ——

لاٹ پادری: ہم اجازت دیتے ہیں ،

ہنری :- میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر آپ دنیا سے رشتہ قطع نہ کر چکے ہوتے تو میرا خیال یہ ہے کہ ——

لاٹ پادری :- کیا خیال ہے تمہارا ؛"

ہنری :- میرا خیال یہ ہے کہ ——

لاٹ پادری :- تم کہتے کہتے رک کیوں جاتے ہو، کہو،

ہنری :- میرا خیال یہ ہے کہ جو لیانا صرف آپ کو اپنا رفیق زندگی بنانا پسند کرتی،

لاٹ پادری :- (انتہائی اضطراب کے ساتھ) تمہارا یہ خیال غلط ہے،

ہنری :- (نہایت جوش کے ساتھ) مجھے اپنے اس خیال کی صحت پر اصرار ہے،

ہنری :- (کچھ دیر خاموش رہ کر) جانتے ہیں آپ میرے اس خیال کی بنیاد کیا ہے؛

لاٹ پادری :- نہیں، لیکن میں اسے معلوم کرنا چاہتا ہوں !

ہنری :- امیر تو اور جولیانا کے درمیان جو ناقابل عبور خلیج پیدا ہو گئی ہے، اس کا سبب صرف آپ ہیں،

لاٹ پادری :- ہنری یہ تم کیا کہہ رہے ہو ؟

ہنری :- تقدس مآب میں غلط نہیں کہتا، میرے سامنے کا واقعہ ہے ———

لاٹ پادری :- کون سا واقعہ ؟

ہنری :- جولیانا نے صرف آپ ہی کی وجہ سے امبرٹو کو ذلیل کیا تھا،

لاٹ پادری :- میرے سبب سے ؟

ہنری :- جی، صرف آپ کے سبب سے،

لاٹ پادری :- وہ کس طرح ؟ ———

ہنری :- امبرٹو بڑا آزاد خیال آدمی ہے ایک مرتبہ ہوا یہ کہ آپ کا مذاق اڑانے لگا ———

لاٹ پادری :- (غصہ کے ساتھ) کیا کہا میرا مذاق اڑانے لگا ؟

ہنری :- جی ہاں آپ کا مذاق اڑانے لگا کلیسا کے اندرونی حالات کے بارے میں نہایت فحش اور گندی قسم کی باتیں کرنے لگا، یہ سنتے ہی جولیانا بپھر گئی، اس نے کہا آپ میرے سامنے ان کی توہین نہیں کر سکتے، امبرٹو نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا، کیوں ؟ ——— کہیں تم ان سے محبت تو نہیں کرتی ہو، بغیر کسی جھجک کے اس نے کہا،

"ان سے محبت کرتے پر ہر دل مجبور ہے، کون سی خوبی ہے جو ان میں نہیں، صورت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ، سیرت کے اعتبار سے خود اپنا جواب، باتیں اتنی دلکش کہ گھنٹوں اور پہروں سنتے رہیئے مگر جی نہ بھرے، کشش ایسی کہ ایک مرتبہ پاس بیٹھ کر پھر اُٹھنے کا جی نہ چاہے،

لاٹ پادری :- آج تو میں عجیب قسم کی باتیں سُن رہا ہوں ——— خیر پھر کیا ہوا ؟

ہنری :- یہ باتیں سُنکر امبرٹو چڑ گیا، اس نے کہا پھر ایسا کرو، ہماری جو نسبت

ہو چکی ہے، اُسے فسخ کر دو، اور لاٹ پادری سے پہلے نسبت پھر شادی کرو ——— آپ جانتے ہیں اس کے جواب میں اس سرپھری لڑکی نے کیا کہا تھا"

لاٹ پادری :- مجھ سے بار بار سوالات کر کے گفتگو کا سلسلہ منقطع نہ کرو، جو کچھ کہہ رہے ہو، کہے جاؤ ———

ہنری :- جولیانا نے بغیر کسی جھجک اور تردد کے نہایت فیصلہ کن انداز میں کہا، "جہاں تک نسبت فسخ کرنے کا سوال ہے، وہ تو میں نے منسوخ کر دی، اور اگر لاٹ پادری صاحب علائق دنیوی سے وابستہ ہوتے تو بے شک میں ان سے شادی کر لیتی ——— فخر کے ساتھ، ناز کے ساتھ، خوشی کے ساتھ،

لاٹ پادری :- (جوش کے عالم میں) ہنری ———

ہنری :- مقدس مآب یہ ایک سچی داستان ہے جو میں گوش گذار کر رہا ہوں ——— ——— پھر امبرڈ نے معافی مانگی، خوشامد کی، منت کی، ولیم کی سفارش کی، میری سفارش کی، میں نے سمجھایا، لیکن اس کی نہیں کو ہاں سے نہ بدل سکا۔

لاٹ پادری :- اس کے معنیٰ تو یہ ہوئے کہ ہم نے ولیم کے ساتھ زیادتی کی؛

ہنری :- یہ الفاظ میرے منہ سے تو نہیں نکل سکتے، اتنی گستاخی اور بے ادبی کی ہمت کہاں سے لاؤں؛

لاٹ پادری :- (جوش اور جذبہ کے عالم میں) اس کے معنی یہ بھی ہوتے کہ امبرڈ نے ہمیں دھوکا دیا۔

ہنری :- اور اس کے معنی یہ بھی ہوئے کہ اس نے جولیانا سے انتقام لے لیا،

لاٹ پادری :- ہاں تم صحیح کہتے ہو، مگر اب تمہاری رائے میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؛

ہنری :- تلافی،

لاٹ پادری :- وہ کس طرح،

ہنری :- میری اور جولیانا کو رہا کر دیجئے، انہیں اپنے ساتھ محل میں عیش و آرام سے رہنے کا موقع دیجئے، میری تو اب بچتی نظر نہیں آتی، آج نہیں تو کل مر جائے گی

لاٹ پادری :- اور ہمیں اس کا افسوس ہو گا،

ہنری :- رہ گئی جولیانا، تو وہ وہی کرے گی، جو اس نے امبر ٹو سے کہا تھا،!

لاٹ پادری :- کیا کہا تھا اس نے ؟

ہنری :- جب ہنری نے اسے آپ سے شادی کرنے کا طعنہ دیا اور یہ بات زیادہ بڑھی تو اس نے کہا تھا، اگر وہ دُنیا سے کنارہ کش نہ ہو چکے ہوتے تو بے شک میں ان سے شادی کر لیتی، اس پر امبر ٹو نے اسے چھیڑتے ہوئے اور طنز کرتے ہوئے کہا تھا، مجھے تم سے ہمدردی ہے کہ اس عنقا کو تم نہیں پا سکتیں، اس پر پھر کر اس نے جواب دیا تھا، ہاں لیکن میں نن ہو سکتی ہوں، اور کچھ نہیں کر سکتی تو اتنا بہر حال کر سکتی ہوں کہ خود بھی دُنیاوی علائق سے منہ موڑ لوں،

یہ سُن کر امبر ٹو گھبرا گیا تھا، صرف امبر ٹو ہی نہیں، ولیم بھی، میری بھی، میں بھی، ہم سب جانتے ہیں وہ جو کچھ کہتی ہے کر گذرتی ہے، اگر اسے مشتعل نہ کیا گیا ہوتا، اگر اس کا پندار مجروح نہ کیا گیا ہوتا، اگر امبر ٹو کی خاطر اسے ہدفِ انتقام نہ بنایا گیا ہوتا تو بلا شبہ وہ کب کی کلیسا میں داخل ہو چکی ہوتی، اور گو اسے باپ کے قتل اور ماں کی دیوانگی کا بہت افسوس ہے، لیکن اگر اب بھی اس کا دل ہاتھ میں لیا جائے تو وہ یہی کرے گی، امبر ٹو سے اُسے نفرت ہے، آپ اسے پا نہیں سکتے، اس کے سوا اور اس کے لئے چارہ کار کیا ہے

لاٹ پادری :- لیکن صہیب کے بارے میں جو افسانہ امبرٹو نے سنایا تھا، وہ کہاں تک درست ہے؛

ہنری :- ہنستے ہوئے! آپ خود ہی فرما رہے ہیں کہ وہ افسانہ تھا، اور افسانہ افسانہ ہی ہوتا ہے! اسے حقیقت سے کیا تعلق؛

لاٹ پادری :- تو وہ غلط ہے؛

ہنری :- بالکل غلط ہے ——— ذرا غور تو کیجئے، جو لڑکی اسلام کی بدترین دشمن ہو وہ ایک مسلمان سے محبت کر سکتی ہے؛

لاٹ پادری :- لیکن اس نے میرے سامنے ایسے الفاظ کہے، جن سے اسلام کی تحسین اور مسلمانوں کی برتری کا پہلو نکلتا تھا! ——— اس کا کیا جواب ہے؛

ہنری :- وہی ضد!

لاٹ پادری :- کیا مطلب؛

ہنری :- یہی تو امبرٹو کی شرارت تھی، اس نے جب آپ کے سامنے جولیانا پر اتہام لگایا اور خاموش سنتے رہے تو اس کی خودی بھڑک اٹھی، اور اس نے ایسے الفاظ کہہ دیئے، پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ اس نے جو کچھ کہا غلط تو نہیں کہا،

لاٹ پادری :- یعنی تم بھی اس کے ہمزبان ہو؛

ہنری :- میں بھی ہوں، اور آپ بھی ہیں ——— ذرا غور تو کیجئے صہیب نے دفینہ کا سراغ دیا اور جس بے نفسی سے ایک پائی بھی لینے سے انکار کر دیا، کیا یہ قابل تعریف بات نہیں ہے؛

لاٹ پادری :- ہاں یہ بات تو ضرور قابل تعریف ہے۔

ہنری :- کیا یہ بھی واقعہ نہیں ہے کہ صہیب کے مذہب نے عورتوں کو بہت زیادہ حقوق دے دیئے ہیں؛

لاٹ پادری :- ہاں لیکن یہ قابلِ اعتراض بات ہے، بھلا مرد اور عورت کو مساوات کس طرح دی جا سکتی ہے؟

ہنری :- بالکل نہیں دی جا سکتی، لیکن ایک عورت یقیناً اس مساوات کا خیر مقدم کرے گی، اسے اچھا سمجھے گی، اس کے گن گاتے گی، کون غلام ہے جو غلامی پر آزادی کو ترجیح نہ دے؟ کون پست ایسا ہے جو اونچ نیچ کے امتیاز پر مساوات کو فوقیت نہ دے۔ جولیانا ایک عورت ہے اور اگر مساوات کے نام ہم رنگ زمین کی تعریف کرنے لگی تو یہ عین مقتضائے فطرت تھا، اور تقاضائے دانش یہ تھا کہ اس کے غلط خیالات کی اصلاح کی جاتی، ہمدردی شفقت اور ملائمت کے ساتھ اسے بتایا جاتا کہ یہ مساوات کتنی غلط چیز ہے، پھر یہ سمجھایا جاتا کہ اسلام میں اور کیسی کیسی خرابیاں اور خامیاں ہیں، چونکہ وہ دل سے عیسائیت کی پرستار اور اسلام سے متنفر اور آپ سے متاثر تھی، اس لئے فوراً حق کو قبول کر لیتی، اور باطل کو ٹھکرا دیتی، لیکن ماننا پڑے گا، یہ نہیں کیا گیا، اسلام کے بارے میں جو تحسین و ستائش کا جذبہ ناواقفیت اور غلط فہمی سے اس کے دل میں پیدا ہوا تھا، وہ بڑی آسانی سے دور کیا جا سکتا تھا، لیکن تشدد اور سختی کے برتاؤ نے ایسا نہ ہونے دیا، وہ قلبِ سلیم کی مالک ہے، اب بھی وعظ و پند کے ذریعہ وہ راہِ راست پر آ سکتی ہے، سختی کا برتاؤ یقیناً ذہنی طور پر اسے آغوشِ اسلام میں پہنچا دے گا!

لاٹ پادری کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ہنری کی باتوں سے بہت زیادہ متاثر ہے، کچھ دیر وہ خاموش رہا، پھر اس نے کہا،

"تم ٹھیک کہتے ہو تمہارے صائب مشورہ کی ہم قدر کرتے ہیں کہ جولیانا اور میری کو رہا کر دیا جائے اور انہیں سرِ دست تمہاری تحویل میں دے دیا جائے، ہم بھی

وقتاً فوقتاً اس سے ملتے رہیں گے، پند و نصیحت کرتے رہیں گے، ہمارا برتاؤ اب بالکل بدلا ہوا ہو گا، یقین ہے وہ راہ راست پر آ جائے گی، اور نن بننے پر تیار ہو جائے گی،

ہنری نے اعتماد اور یقین کے ساتھ کہا،

"ضرور ایسا ہو گا، تقدس مآب!"

اور پھر دوسرے دن واقعی جولیانا اور میری اپنے محل میں پہنچ گئیں، جہاں ہنری نے ان دونوں کا بڑا پر تپاک خیر مقدم کیا؛

---

(۳۵)

ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کریں؟

جرلیانا اب جیونی کے شاہی محل میں تھی!

لیکن یہ محل اب اس کا نہیں تھا،

اسی محل میں وہ پیدا ہوئی تھی، یہیں اس نے ہوش کی آنکھیں کھولی تھیں، یہیں وہ پروان چڑھی تھی، یہاں کی فضا، یہاں کے درودیوار جن سے وہ بے حد مانوس تھی، اب اس کے لئے اجنبی تھے،

یہاں کے نوکر چاکر، غلام اور باندیاں جن کی زندگی کا مشغلہ یہ تھا کہ اسے خوش رکھیں، اس کے اشاروں پہ چلیں، اس کی ہر فرمائش کی تکمیل بہ عجیل کریں، اب بھی اس کا کہنا مانتے تھے اس کے ارشادات کی تعمیل کرتے تھے لیکن ان کی آنکھوں سے ان کی حرکتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے یہ ظاہر داری ہے اس کا تعلق اطاعت سے نہیں،

میری کا جنون حد سے زیادہ شورش انگیز ہو گیا تھا محل میں آنے کے دوسرے روز اس کا انتقال ہو گیا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو شاید جرلیانا اس غم میں پاگل ہو جاتی، لیکن یہ ایسی گھڑی تھی کہ گو اس کی آنکھوں نے اس سانحہ پہ آنسو برسائے، لیکن اس کا دل

مطمئن تھا،

وہ مطمئن تھی کہ اس کی ماں نے اس اذیت سے نجات حاصل کر لی، ولیم کے قتل کے بعد جس نے اُسے دیوانہ بنا دیا تھا،

ہنری کا جہاں تک تعلق تھا پوری کوشش کرتا تھا، کہ جولیانا کا دل ہاتھ میں رکھے، اس کا غم دور کرے، اس کے زخم دل پر شفقت و محبت کا پھاہا رکھے! اور واقعی اس حسن سلوک نے اُسے ہنری کا دل سے ممنون کر دیا تھا، لیکن ——

—— ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کریں،؟

یہ غم ایسا تو نہیں تھا جو کسی کی شفقت اور عنایت سے کم ہو جاتا،

ولیم کا بے دردانہ قتل،

میری کی بیکسانہ موت،

امبر ٹو کی منتقمانہ ذہنیت،

لاٹ پادری کی حریصانہ نگاہیں،

اور —— صہیب کا غم فراق!

اتنے سارے غموں اور صدموں نے اس جانِ ناتواں پر حملہ بول دیا تھا،

ے ہو رہے ہیں جو ہفت افلاک کے
امتحاں ہیں ایک مشت خاک کے

لیکن بہر حال وہ استقلال اور حوصلہ کے ساتھ اس غم کو جھیل رہی تھی،

ہنری نے اُسے سمجھا دیا تھا کہ ہر قیمت پر —— حتیٰ کہ اپنی جان کی قیمت پر بھی —— اسے لاٹ پادری یا امبر ٹو کے ہتھے نہیں چڑھنے دے گا، لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اس سے اشتراک و تعاون نہ کرے۔

اور اشتراک و تعاون کی صورت یہ ہے کہ لاٹ پادری ہوں یا امبرٹو، جس کسی سے مڈبھیڑ ہو اس سے گفتگو اس انداز میں کی جائے، وہ اسے فراموش کر دے کہ اس کا پالا ایسی ہستی سے پڑا ہے، جس پر جبر و جور کے بغیر قابو نہیں پایا جا سکتا، صرف اتنے سے اشتراک و تعاون کے بعد ہر مشکل آسان ہو جائے گی، اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر امبرٹو اور لاٹ پادری دونوں کے پنجۂ حرص و ہوس سے نکلنے کی صورت نکل آئے گی،

شروع میں جولیانا نے اشتراک و تعاون کرنے سے انکار کر دیا، اس نے کہا،

"جن لوگوں سے میں نفرت کرتی ہوں، نہ انہیں منہ لگا سکتی ہوں، نہ اخلاق و تملق کی باتیں کر کے انہیں مبتلائے فریب کر سکتی ہوں ——————— !"

لیکن جب ہنری نے صاف الفاظ میں یہ بتایا،

"پھر اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ میں اپنے دوست ولیم کے پاس پہنچ جاؤں، اور تم اپنی نفرت اور انکار کے باوجود ان دونوں شیطانوں میں سے کسی ایک کی قربان گاہ ہوس پر بھینٹ چڑھ جاؤ، !"

تو وہ خاموش ہو گئی، !

ہنری کی سعی و کوشش سے راہبہ بھی خانقاہ سے اٹھ کر عارضی طور پر جولیانا کے پاس آ گئی تھی، ہنری نے لاٹ پادری سے کہا تھا،

"آپ کی وکالت جس طرح یہ راہبہ کر سکتی ہے میں نہیں کر سکتا، یہ اگر جولیانا کے پاس رہے گی تو میرا کام آسان ہو جائے گا، اور میں اسے بہت آسانی سے ہموار کر دوں گا !"

اور لاٹ پادری جو پہلے ہی ہنری سے بہت زیادہ متاثر ہو چکا تھا، سوا اس کے کچھ نہ کر سکا کہ کلیسا میں واپس جاتے ہی اس نے راہبہ کو جولیانا کے پاس

بھیج دیا۔

راہبہ کی رفاقت اور معیت سے جولیانہ کے دل کا بوجھ بہت کچھ اتر گیا تھا، وہ اُسے تسلی بھی دیتی تھی اور خوش آیند امیدوں کے چمنستان کی سیر بھی کراتی تھی، بیچاری جولیانا نے کتنے دنوں کے بعد اطمینان کا سانس لیا تھا، باپ کے ہولناک اور بھیانک قتل کے بعد آج پہلی مرتبہ اسے ایک ایسی ہستی ملی تھی جو اسکی غمخواری کر رہی تھی، جو اس کے آنسو پونچھ رہی تھی، جو اس کے دلِ ناتواں کو سہارا دے رہی تھی!

(۳۶)

ہیلن

جولیانا اپنے کمرے میں خاموش اور مضمحل، افسردہ اور پژمردہ بیٹھی تھی کہ وہی راہبہ جس کا نام ہیلن تھا، دبے پاؤں داخل ہوئی، اور پیچھے سے آکر اس نے اسکی آنکھیں بند کر لیں، جولیانا نے اس کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا،

"اس دنیا میں تمہارے سوا اور کون ہے، جو یوں مجھ سے چہلیں کرے گا، آؤ بیٹھو"!

ہیلن اس کے پاس بیٹھ گئی، اور دونوں میں باتیں شروع ہو گئیں،

ہیلن :- آج بہت زیادہ افسردہ نظر آتی ہو کیا بات ہے؟

جولیانا :- تم نے خوش کس دن دیکھا تھا مجھے؛

ہیلن :- خدا چاہے گا وہ دن بھی جلد آجائے گا!

جولیانا :- میری زندگی میں وہ دن نہیں آسکتا!

ہیلن :- کیسے نہیں آئے گا، ہم لائیں گے اُسے،

جولیانا :- اب خیر سے آپ نجومی بھی بن گئیں؛

ہیلن :- اور بھی کچھ سنا تم نے؟

جولیانا :- جو سناؤ گی سن لوں گی ـــــــــــ کہو کیا بات ہے ؛

ہیلن :- مسلمانوں کا لشکر صہیب کی سرکردگی میں قنصریانہ کی طرف بڑھ رہا ہے ،

جولیانا :- (خوش ہو کر) سچ ؛

ہیلن :- ہاں بھئی، یہ خبر جو لاٹ پادری کے لئے حد درجہ تشویش انگیز اور تمہارے لئے حد درجہ مسرت بخش ہے ابھی سرنار ہنری سے سن کر آ رہی ہوں !

جولیانا :- تو انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا، وہ قول کے سچے ثابت ہوئے ؟ ـــــــــــ تم تو کہہ رہی تھیں مرد جھوٹے ہوتے ہیں ۔ بے وفا ہوتے ہیں، دغاباز ہوتے ہیں شیطان ہوتے ہیں ،

ہیلن :- ہاں کہہ رہی تھی، لیکن صہیب کے لئے تھوڑے ہی، میری مراد تو امبرو اور لاٹ پادری اور ان جیسے دوسرے لوگوں سے تھی !

جولیانا :- ہیلن تم نے میرا دل خوش کر دیا، جب سے ابا جان قتل ہوئے ہیں جب سے اماں مری ہیں، آج پہلی مرتبہ میرے اندر نشاط و مسرت کی لہریں اٹھ رہی ہیں، ورنہ میں تو بھول گئی تھی کہ خوشی کیا ہوتی ہے، مسرت کسے کہتے ہیں، نشاط کس چیز کا نام ہے ؛

ہیلن :- وہ دن بھی جلد آنے گا، جب تمہاری زندگی صرف نشاط و مسرت ہو گی ، تم نے بہت دُکھ درد جھیل لئے تکلیفیں اُٹھا لیں، اذیتیں سہہ لیں، اب ان کے بدلے میں نشاط و مسرت اور خوشی کے خزانے قدرت کی طرف سے کھول دیئے جائیں گے تمہارے لئے ـــــــــــ

جولیانا :- خدا کرے ایسا ہو،

ہیلن :- پھر یہ مایوسی،

جولیانا :- اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا !

ہیلن :- دل کو قرار اور اعتبار اسی دن آئے گا جب صہیب ایک فاتح کی حیثیت سے جبونی میں داخل ہو گا، اور ایک مفتوح کی حیثیت سے تمہارے سامنے کھڑا ہو گا،

جولیانا :- (تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ) ہم بھی،

ہیلن :- ہاتھ کنگن کو آرسی کیا، دیکھ لینا ——— لیکن ایک اور خبر بھی تو سن لو،

جولیانا :- وہ بھی سنا دو!

ہیلن :- پرنس امبرٹو اپنے لشکر گراں کے ساتھ کل یا پرسوں یہاں پہنچ جائیں گے، اور جبونی کی فوج کو اپنے ساتھ لے کر قصریانہ کی طرف بڑھ جائیں گے!

جولیانا :- (سہم کر) پھر کیا ہو گا؟

ہیلن :- وہی ہو گا جو ہونا چاہیئے، میرا تو دل گواہی دے رہا ہے کہ امبرٹو کے قصریانہ پہنچنے سے پہلے وہاں اسلامی پرچم لہرا رہا ہو گا، اور میرا خیال ہے کہ امبرٹو کو جبونی سے باہر نکلنے کا موقع بھی نہیں ملے گا،

جولیانا :- یہ کیسے خیال کر لیا تم نے؟

ہیلن :- (مسکرا کر) کیا خیال پر بھی کوئی پابندی ہے؟

جولیانا :- (روٹھتے ہوئے) بتاؤ تو سہی،

ہیلن :- لاٹ پادری صاحب اس سے بہت خفا ہیں،

جولیانا :- تو اس سے کیا ہوتا ہے؟

ہیلن :- اسی سے تو سب کچھ ہوتا ہے، اب یہ تمہارا فرض ہے کہ لاٹ پادری صاحب کو امبرٹو سے اور زیادہ خفا کر دو، اور امبرٹو کو لاٹ پادری سے برہم اور بدگمان کر دو۔

جولیانا :- وہ کیسے ؟

ہیلن :- اب اتنی بھولی بھی نہ بنو، تم کیا نہیں کرسکتیں ؛ چاہو تو زمین کے طبقے اُلٹ سکتی ہو،

جولیانا :- پھر وہی مذاق وہی دل لگی، کبھی تو آدمی بنا کرو،

ہیلن :- میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں یہ کام تمہیں کرنا پڑے گا، جب تک صہیب کو فتح نہیں ہو جاتی، لاٹ پادری اور امبرٹو میں جنگ ہونی چاہیئے، اسی طرح عافیت ہے اسی طرح دونوں کے دستِ ہوس سے اپنے آپ کو بچا سکتی ہو!

(۴۷)

دورِ فتح وکامرانی

اسلامی لشکر قنسرین پہنچا، رومیوں نے شہر سے نکل کر قنسرین کے سامنے صف آرائی کی، دونوں فوجیں دل کھول کر لڑیں، بالآخر نہایت سخت کشت و خون کے بعد رومیوں کو پسپا ہونا پڑا، اور ہزیمت خوردہ فوج قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئی، اور شہر کے دروازے بند ہو گئے

مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا، قنسرین کے قدرتی فوجی استحکام ایسے نہ تھے کہ محاصرین انہیں نقصان پہنچا کر شہر پر قبضہ کر سکتے، عرصہ تک محاصرہ کئے پڑے رہے جب فصل بہار آئی تو رومیوں نے پیش قدمی کی اور شہر سے نکل کر میدان میں صفیں جمائیں دونوں میں دوبارہ مقابلہ ہوا،

رومی بڑے ساز و سامان کے ساتھ باہر نکلے، دونوں فوجیں صف آرا ہو گئیں اور ایک خونریز جنگ کے بعد رومیوں کو پسپا ہونا پڑا، اسی گھمسان کی جنگ میں مجاہدین رومیوں کے لشکر گاہ تک پہنچ گئے، وہ بدحواس ہو کے قلعہ میں بھاگے، لشکر گاہ کا سارا خیمہ و خرگاہ و ساز و سامان مجاہدین کے ہاتھ آیا، اور اتفاق سے اس دار و گیر میں قنسرین کے کسی معزز بطریق کی بیوی اپنے بچے سمیت مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گئی

اور لشکر واپس برم چلا آیا [1]

اب صقلیہ کی اسلامی حکومت کو اس قدر استحکام حاصل ہو گیا تھا کہ یہاں کوئی دوسری ایسی منظم طاقت باقی نہیں رہ گئی تھی، جو اپنا نظام قائم رکھ کر کسی چھوٹے سے علاقے کو بھی حدود حکومت قرار دے سکے، اور کسی باضابطہ قانونی حکومت کا سکہ رواں رکھے کیونکہ اب صورت حال یہ پیدا ہو گئی تھی، کہ صقلیہ کے ہر بڑے شہر میں ایک حکومت قائم تھی اور رومی گورنر وہیں قیام پذیر تھا، لیکن یہاں کے ہر ایک شہر میں کچھ قدرتی حفاظت کے سامان اور کچھ مختلف فاتح قوموں کے جنگی استحکامات ایسے تھے، کہ رومی سالہا سال تک قلعہ بند رہ کر منظم سے منظم طاقت کا مقابلہ کر سکتے تھے، اس لئے اس صورت حال کے قائم ہو جانے کے باوجود شہروں کا منتح ہونا آسان نہ تھا، جب مسلمانوں نے یہ حالت دیکھی تو اپنے نقشہ جنگ میں تبدیلی پیدا کی، اور ایک جدید حکمت عملی یہ اختیار کی، کہ وہ اپنی بے پناہ فوج کو پورے جزیرہ میں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک جہاں چاہتے بھیج دیتے، اور جس شہر کا محاصرہ کرنا چاہتے کر لیتے جب جنگ کا یہ نقشہ قائم ہوا تو لشکر اسلام کے سامنے پورے جزیرہ میں بجز اتفاقی حوادث کے کوئی قوت سد راہ نہیں ہوتی، وہ جہاں چاہتے چلے جاتے اور جس علاقہ کو چاہتے زیر کرتے لیکن جب کسی شہر کے محاصرہ کی نوبت آتی تو وہاں کے رومی باشندے قلعہ سے نکل کے جم کر مقابلہ کرتے،

صہیب کی اس فتح کے بعد مہدیہ سے تیس جہازوں کے بیڑے سے دوبارہ روانہ ہوا، اور صقلیہ پہنچا اور یہاں سے صقلیہ کی بحری فوج ہمراہ لی اور آنکبرہ میں لنگر انداز ہوا، لیکن یہاں کوئی مقابلہ نہیں ہوا، صرف کسی موقع پر چند قیدی پکڑ لئے،

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۳۸، تاریخ مغرب ابن عذاری صفحہ ۱۴۱

اس کے بعد اسلامی جہاز .... آگے روانہ ہوئے اور طارنت (ٹارنٹو) پہنچے، اور شہر کا محاصرہ کر لیا، یہ شہر مسلمانوں کے زیر اقتدار رہ چکا تھا، عیسائیوں نے چند دن اسلامی حملہ کا جواب دیا، پھر تابِ مقاومت نہ لا سکے اور شہر اسلامی اقتدار میں داخل ہو گیا،

اس کے بعد دو قلعوں قلعہ غیران اور قلعہ حسب کا رخ کیا، اور ان پر چھاپے مارے، جو بہت جلد مفتوح ہو گئے اور قلعہ کے تمام املاک پر قبضہ کر لیا، پھر یہاں سے سلیر کے شہر پناہ کے نیچے ڈیرے ڈال دیئے، لیکن اہل شہر نے ایک متعین رقم اور یہاں کی خام پیداوار ریشم پر صلح کر لی پھر نیپلس (NAPLES) پہنچے، یہاں کے گورنر نے بھی اسی طرح کچھ مال و دولت اور کپڑے وغیرہ دے دلا کر جان بچائی، لیکن یہ صلحیں کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتی تھیں، صرف عارضی طور پر ایک سال کے لئے معاہدہ کر لیا گیا تھا،

پھر اسلامی لشکر ان مقامات کو طے کر کے اٹلی کے ایک دوسرے اہم شہر اورنت پہنچے یہاں مقابلہ سخت تھا، اہل شہر، شہر پناہ کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے، مسلمانوں نے بھی طویل محاصرہ کا ارادہ کر لیا، چنانچہ اسلامی لشکر شہر پر وقتاً فوقتاً مختلف آلات حرب سے حملہ آور ہوتا، اور شہر کی عمارتوں کو نقصان پہنچاتا رہا، لیکن کوئی آخری نتیجہ برآمد نہ ہونے پایا تھا کہ سوئے اتفاق سے اسلامی لشکر میں ایک مہلک وبا پھیل گئی اور لشکر کو مجبوراً کوچ کر دینا پڑا، لیکن روانگی سے پہلے حکومت نار بیہ سے ایک سال کے لئے معاہدہ کر لیا[1] اس کے بعد صہیب نے پھر کوچ کیا، اتفاق وقت کہ کسی موقع پر صہیب کے ساتھ صرف چار جہاز تھے، اور ادھر کوئی رومی افسر سرو غوس گذر رہا تھا، دونوں کی وسط سمندر میں مڈبھیڑ ہو گئی اور فتحمندی کا سہرا صہیب کے سر بندھا،

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ البیان المغرب صفحہ ۲۷

اس کے بعد وہ شہر ترمولا (TERMOLI) پہنچا، جو اٹلی کے مشرقی ساحل پر کپڈینا ٹا کے علاقہ میں اس وقت بھی نقشوں میں اسی نام سے نظر آتا ہے۔ اس حملہ میں بھی وہ فتحیاب ہوا اور شہر پر قابض ہو گیا، اس جنگ میں بے شمار قیدی ہاتھ آئے، جن کی تعداد صاحب تاریخ صقلیہ کی روایت کے بموجب ۱۲ ہزار تھی۔[1]

مسلمانوں نے ۳۱۰ھ / ۹۲۲ء سے ۳۱۷ھ / ۹۲۹ء تک کی ان پیش قدمیوں سے اٹلی میں تہلکہ مچا دیا اور بالآخر حکومت قلوریہ اسلامی حکومت کے سامنے سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئی، اور مستقل امن و امان کے حصول کے لئے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی، اسلامی حکومت نے جزیہ کی ادائی کی شرط پیش کی اور اسی پر معاہدہ مرتب ہو گیا،

اس معاہدہ صلح کے بعد مسلمانوں کو اٹلی کے ایک وسیع علاقہ پر کامل اقتدار حاصل ہو گیا، جب اسلامی حکومت اور حکومت قلوریہ کے درمیان معاملات یکسو ہو گئے اور جنوبی اٹلی پر مسلمانوں کی پیش قدمی کا سلسلہ موقوف ہو گیا تو صہیب نے یورپ کی دوسری سمتوں کا رخ کیا، نگاہ انتخاب شہر جنوا پر پڑی، جو آج کل اٹلی اور فرانس کی عین سرحد پر نقشہ میں نظر آتا ہے، چنانچہ ایک لشکر لے کر صہیب جنوا کی طرف بڑھا،[2]

ان مسلسل فتحمندیوں نے مسلمانوں کے حوصلے بہت بلند کر دیئے تھے صہیب کی شجاعت اور دلیری نے ہر سپاہی میں کٹ مرنے اور ملت کے نام پر جان دے دینے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا خشکی ہو یا تری، میدان ہوں یا سمندر صہیب کے سپاہی ہر جگہ بے جگری سے لڑتے اور داد شجاعت دیتے، نہ انہیں مال و زر کی ہوس تھی، نہ دولت و ثروت کی، بس صرف ایک جذبہ تھا جو رواں دواں انہیں بڑھائے لئے چلا جا رہا تھا ——— !

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ البیان المغرب صہ ۲۷۲ [2] ابن خلدون جلد ۴ صہ ۲۰۸

(۳۸)

بطریق

جنگی قیدی جب صہیب کے حضور میں پیش ہوئے تو اس نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا انہیں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونے دی، انہی قیدیوں میں بطریق (پادری) بھی تھا، اور اس کی بیوی بھی،

یہ دونوں جب صہیب کے سامنے آئے تو اس کے کانوں میں قاضی عمر بن میمون کے الفاظ گونجنے لگے، جو انہوں نے اس میدانِ جنگ کا طرف رخصت کرتے ہوئے فرمائے تھے، اس نے بطریق اور اس کی بیوی کے ساتھ عزت اور احترام کا برتاؤ کیا، یہ دونوں ایک قیدی کی طرح اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے، اس نے انہیں اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا،

"غیر مذاہب کے سربراہوں کی عزت کرنا ہمارا شیوہ ہے ——— مجھے امید ہے کہ آپ کو کسی طرح کی تکلیف میرے اہلِ لشکر سے نہ پہنچی ہو گی، اور اگر ایسا ہوا تو بتائیے میں تلافی کرنے کو آمادہ ہوں!"

بطریق ایک نوجوان آدمی تھا، اس کی ابھی حال میں شادی ہوئی تھی، بیوی بھی خوش قسمتی سے بڑی خوبصورت پائی تھی، جب سے وہ گرفتار ہوا تھا، اسے اپنی ذات سے زیادہ

اپنی بیوی کی فکر تھی، اس کا خیال تھا، سپہ سالار لشکر اسلام کے سامنے پیش ہوتے ہی اسکی گردن قلم کر دی جائے، اور اسکی بیوی حرم میں باندی بنا کر پہنچا دی جائے گی، لیکن یہاں کا تو منظر ہی کچھ اور تھا، سپہ سالار نے اس کی بیوی پر نظر بھی نہ ڈالی، البطریق سے گفتگو کی لیکن عزت و احترام کے جملہ آداب ملحوظ رکھ کر،

اس نے حیران ہو کر اپنی بیوی کی طرف دیکھا، پھر نہایت عاجزی کے ساتھ کہا،

"تمہیں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوئی، ہم آپ کی عنایت اور نوازش کے شکر گذار ہیں!"

صہیب نے اور زیادہ تپاک اور اخلاق کے ساتھ کہا،

"ارشاد فرمایئے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

بطریق نے ممنون نگاہوں سے اُسے دیکھا اور کہا،

"کیا ایک قیدی سے اس طرح کا سوال کیا جا سکتا ہے؟"

صہیب ہنس پڑا اس نے کہا،

"قیدی؟ —— آپ قیدی نہیں ہیں، مذہبی سرداروں کو اگر جنگ میں عملی حصہ نہ لیں، ہم ذرا بھی نہیں چھیڑتے اور آپ کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے، کہ جنگ کی عملی سرگرمیوں سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا، میں نے آپ کی رہائی کا فرمان صادر کر دیا ہے ——"

بطریق کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا،

"آپ نے میری رہائی کا فرمان صادر کر دیا ہے؟"

صہیب نے اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ جواب دیا،

"جی ہاں —— جہاں آپ جائیں پہنچا دیئے جائیں گے!"

بطریق کا چہرہ نور مسرت سے گلنار ہو گیا، اس نے کہا،

"آپ کے احسانات میں زندگی بھر یاد رکھوں گا!"

صہیب نے کہا،

"میں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا ہے، یہ میرا فرض تھا جسے میں نے ادا کیا ہے
——— ہاں تو کہاں جائیں گے آپ ؟"

بطریق نے عرض کیا،

"میں جبنا جانا چاہتا ہوں!"

صہیب نے جواب دیا

"افسوس اس ارشاد کی تعمیل میرے لئے مشکل ہے، ہم جبنا پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا چکے ہیں، نہ میرے لئے یہ کوئی پسندیدہ بات ہوگی کہ دوبارہ گرفتار ہوکر آپ میرے سامنے آئیں، نہ آپ کے لئے یہ کوئی خوشگوار کام ہوگا، بار بار گرفتاری اور رہائی کے مراحل سے گزریں، پھر جنگی نقطۂ نظر سے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ جس ملک پر حملہ کرنے والا ہوں وہاں آپ کو بھیج دوں تا کہ آپ اپنی زبان بند رکھیں گے لیکن ہوسکتا ہے کہ دوران گفتگو میں کسی موقع پر آپ کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جائے، جو ہماری جنگی تیاریوں کا راز فاش کردے ——— کیا آپ کہیں اور نہیں جاسکتے؟ جہاں جبنا کے بادشاہ اور ولی عہد کا آپ پر دباؤ نہ پڑ سکے؟

کچھ سوچتے ہوئے بطریق نے کہا،

"ایسی جگہ تو صرف جبونی ہے، وہاں بھجوا دیجئے، لاٹ پادری صاحب بھی وہیں تشریف رکھتے ہیں، میری بیوی ان کی بہن ہیں، وہاں ہمیں ہر طرح کا آرام رہے گا،!"

صہیب کے منہ سے نکلا،

"جبونی ———؟"

اور پھر وہ کسی گہرے خیال میں ڈوب گیا، ذرا دیر کے بعد اس نے سر اٹھایا اور کہا،

"میں آپ کو جبونی بھجوانے کا انتظام کئے دیتا ہوں لیکن ایک وعدہ آپ کو

کرنا پڑے گا!"

بطریق نے بڑی آمادگی اور مستعدی کے ساتھ کہا،

"آپ کے ہر ارشاد کی تعمیل میں اپنا فرض سمجھتا ہوں!"

صہیب نے کہا،

"ہم مذہبی آدمیوں کو اس لئے نہیں چھیڑتے کہ وہ طبعاً امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں، کیا آپ اسکا وعدہ کرتے ہیں کہ جبرونی میں لاٹ پادری سے یا سردار ولیم سے کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے، جو ہمارے جنگی عزائم اور حربی تیاریوں پر روشنی ڈالتی ہو؟ ان حالات میں کسی آدمی کی بات پر بھروسہ کرنے کو میں تیار نہیں ہوں لیکن آپ کے وعدے پر اعتبار کروں گا، کیونکہ میں مذہبی آدمی ہوں اور مذہبی رہنماؤں کے بارے میں یہ تصور کرنا بھی میرے لئے آسان نہیں کہ وہ جھوٹ بول سکتے ہیں!"

بطریق نے بلا تامل کہا،

"میں وعدہ کرتا ہوں!"

صہیب نے اسی وقت احکام نافذ کر دئیے کہ بطریق کے لئے ایک کشتی اور چند نگہبانوں کا انتظام کر دیا جائے اور اسے جبرونی کے ساحل پر پہنچا کر واپس آ جائیں!

(۳۹)

راستے میں!

دوسرے روز ایک خوشنما اور مضبوط کشتی پر بطریق اپنی بیوی کے ساتھ جنوبی کی طرف روانہ ہو گیا، یہاں بھی ان دونوں کی راحت و آسائش کا پورا اہتمام ملحوظ رکھا گیا تھا کشتی لہروں پر ہچکولے کھاتی رواں دواں تھی بطریق بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا بیوی شوہر کو خاموش دیکھ کر پریشان ہو گئی، اس نے کہا،

"آپ اتنے افسردہ کیوں نظر آ رہے ہیں، حالانکہ رہائی پا کر آپ کو خوش ہونا چاہیئے تھا، !"

بطریق نے بجھے ہوئے لہجہ میں کہا،

"کیا پوچھتی ہو لوسی؟ —— واقعی میرا دل بجھا ہوا ہے"!

"وہ تو میں دیکھ رہی ہوں، لیکن کیوں؟"

"ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے مسلمان صقلیہ تو صقلیہ روم (اٹلی) پر بھی چھا جائیں گے انہیں کوئی نہیں روک سکے گا، انہیں کوئی شکست نہیں دے سکے گا - اس طوفان کا جو مقابلہ کرے گا، وہ تباہ ہو جائے گا، مٹ جائے گا، برباد ہو جائے گا، !"

"آپ اتنے مایوس کیوں ہیں اپنی قوم سے ؟"

"اس لئے کہ میری قوم زندہ رہنے کا حق کھو چکی ہے، اور یہ ہماری حریف مسلمان قوم زندگی سے بھرپور ہے، ہم عیاش ہیں زندگی کی آسائشوں پر جان دیتے ہیں، زندہ رہنے کے لئے سب کچھ کر ڈالتے ہیں، لیکن یہ مسلمان ؟ ———— یہ عروس مرگ سے ملنے کے لئے بے چین رہتے ہیں، زندگی کی ان کی نظر میں کوئی قیمت نہیں، ہم بزدل ہیں، یہ بہادر ہیں، ہم بزدل اس لئے ہیں کہ زندگی پر مرتے ہیں، اور یہ بہادر اس لئے ہیں کہ زندگی کو ہیچ سمجھتے ہیں، اور پھر ان کے اخلاق ،!"

"ہاں ان کے اخلاق تو واقعی فرشتوں جیسے ہیں۔"

"بے شک ———— میں جب اسلامی لشکر کے سپہ سالار کے سامنے پیش کیا گیا تھا تو یہ یقین لے کر گیا تھا کہ اب تم میرے ساتھ واپس نہیں آؤ گی،

"کیوں ؟"

"میرا خیال تھا کہ باندی بنا کر حرم میں داخل کر لی جاؤ گی!"

"(کانپ کر) یہی دھڑکا مجھے بھی لگا ہوا تھا!"

"لیکن کیا ایسا ہوا"؟

"خدا کا شکر ہے نہیں!"

"کیوں؟ ———— کیا مسلمانوں کو باندیوں کی ضرورت نہیں رہی، یا تم اتنی بدصورت تھیں کہ تمہیں باندی بنانا بھی منظور نہیں کیا جا سکتا تھا ؛ لیکن سچ کہنا، تمہارے ساتھ جو ایک بے بس قیدی کی حیثیت سے اس کے سامنے کھڑی تھیں کیا برتاؤ کیا اس نے؟"

"اس نے تو دیکھا تک نہیں میری طرف ؟"

"کیا یہ بلندیٔ اخلاق کی انتہا نہیں ہے ؟"

"بے شک ہے، مانتی ہوں!"

"کیا یہ اخلاق البرٹ فرمانروائے جنوا میں ہے؟ کیا جنوا کے ولی عہد پرنس امبرٹو میں ہے؟"

"نہیں —— (نفرت کے ساتھ) اگر میں تمہاری بیوی اور لاٹ پادری کی بہن نہ ہوتی تو نہ جانے میرا کیا حشر ہوتا، البرٹ کی حریص نظروں اور امبرٹو کی گستاخ نگاہوں کا مجھے خوب تجربہ ہے!"

"پھر تم ہی سوچ لو جو قوم اخلاق کھو چکی ہو وہ زندہ رہ سکتی ہے؛ جو قوم اخلاق کی بلندی پر پہنچ چکی ہو اُسے کوئی شکست دے سکتا ہے؟"

"بہت مشکل ہے!"

"یہی میں بھی کہہ رہا تھا!"

ماننا پڑے گا، ہم مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمی کا شکار تھے، ہماری نظر میں یہ وحشی تھے، جاہل تھے، درندے تھے، لیٹرے تھے، ڈاکو تھے، عیاش تھے، حریص تھے، ظالم تھے سنگدل تھے، لیکن چند روز ان کے درمیان رہ کر ہم نے اندازہ کر لیا کہ ان سے بڑھ کر کھرا، سچا اور اونچا انسان کوئی نہیں! تم حضرت صہیب، سالار لشکر اسلام کی تعریف کرتے ہو سچ کہنا کیا ان کے لشکر کا ہر فرد اخلاق میں ایسا نہیں ہے جیسا خود صہیب؟"

"کیوں نہیں ہے؟ دن کو دن، رات کو رات کیسے نہ کہوں؟ اور نہ کہوں تو کیا ان کی حقیقت اور ماہیت بدل جائے گی؟"

"لیکن وہ کہہ رہا تھا کہ جنوا پر حملہ کرے گا، اگر ایسا ہوا تو کیا ہوگا؟"

"وہی جو نصرانیہ کا حشر ہوا، جو کلبریہ کا انجام ہوا —— ہم ہار جائیں گے وہ جیتیں گے، ہم ذلیل ہوں گے وہ سربلند ہوں گے، ہم ٹھوکریں کھائیں گے، وہ ٹھوکریں ماریں گے —— "

"ایسا نہ کہو دل پر چوٹ لگتی ہے، اپنی قوم بہرحال اپنی قوم ہے، خواہ اچھی ہو خواہ

بری، کیا اپنی قوم کی ذلت سے تمہیں خوشی ہوتی ہے؟"

"خوشی کس طرح ہو سکتی ہے؟ کیا اس کی ہر ذلت سے، ہر شکست سے، ہر ناکامی سے ہمیں بھی حصہ رسدی نہیں ملتا؟ اگر امبرٹو شکست کھا گیا، اگر البرٹ کا ملک چھن گیا، اگر جبرئی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا، اگر البرٹ کو مسلمانوں نے تباہ و برباد کر دیا، تو ہمیں کیا مل جائے گا؟ ہماری یہ مشیخت کہاں قائم رہے گی؟ ہمارا یہ تقدس جو رلہے پر نیلام ہوگا، اور کوئی بولی بولنے والا خریدار نہ ملے گا، لیکن اس کے باوجود حقیقت بہرحال حقیقت ہے اس سے انکار کر دینا آسان ہے، لیکن اس کے نتائج سے بچ جانا ممکن نہیں! ———

"اچھا ہوا ہم جنلا نہیں جا رہے ہیں ———"

"کیوں؟ اس میں خیر کا کون سا پہلو نکل آیا؟"

"ہم گرفتاری سے بچ گئے، اور جنوا کی تباہی و بربادی کا حسرت انگیز منظر ہمیں نہیں دیکھنا پڑے گا ——— کیا یہ کوئی معمولی بات ہے!"

"ٹھنڈی سانس لے کر) بہت بڑی بات ہے!"

اتنے میں ناخدا آیا، اس نے کہا،

"طوفان کے آثار ہیں، عرشہ سے اٹھ کر کمرے میں چلے جائیں آپ لوگ تو اچھا ہو!"

بطریق نے لوسی کا ہاتھ پکڑا اور عرشہ سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا !

(۴۰)

طوفان

طوفان آیا، اور اس شدت کا کہ کشتی ایک تنکے کی طرح ادھر سے اُدھر اور ادھر سے ادھر ڈولنے لگی۔ سامنے سے لہروں کا ریلا آتا تو ایسا معلوم ہوتا، پانی کا پہاڑ دوڑتا بھاگتا چلا آ رہا ہے، اور جو سامنے پڑ گیا اُسے سُرمہ بنا دے گا۔ پھر لہروں کے ہچکولے شروع ہوتے کشتی داہنی طرف جھکتی تو ایسا معلوم ہوتا ابھی غرق ہو جائے گی، بائیں طرف جھکتی تو ایسا محسوس ہوتا کہ بس اب ڈوبی،

کشتی اگرچہ خاصی بڑی تھی، اور چونکہ جنگی مواقع پر استعمال کی جاتی تھی، اس لئے مضبوط بھی خاصی تھی، لیکن اس طوفان عظیم کے سامنے اس کی مضبوطی، لکڑی کے جالے سے زیادہ مضبوط نہ تھی۔

ملاح اور ناخدا، ایکسا سی کر رہے تھے، بھاگے بھاگے پھر رہے تھے، کبھی ادھر کبھی اُدھر، کبھی یہاں کبھی وہاں لیکن ان کے چہروں سے معلوم ہو رہا تھا صورت حال کی نزاکت کا انہیں پورا پورا احساس ہے، خطرہ ہے، اور بہت شدید ہے، اور شاید یاس انگیز بھی،

بطریق اور اس کی بیوی لوسی اپنے کمرے میں بیٹھے اس طرح ڈول رہے تھے، جیسے کوئی جھولا جھول رہا ہو بطریق باربار باہر جاتا، پھر ہراساں اور سراسیمہ واپس آتا اس کا چہرہ فق ہو رہا تھا، ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں، وہ دل شکستہ اور دل گرفتہ نظر آ رہا تھا، اس کا یہ حال زار دیکھ کر لوسی ضبط نہ کرسکی رونے لگی، اس نے روتے ہوئے کہا،

"آپ اتنے پریشان کیوں نظر آرہے ہیں ؟"

بطریق نے جواب دیا۔

"اس لئے کہ اب موت سامنے ہے ———— اے زندگی الوداع،

اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے، اس نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"کاش اس بے بسی سے ہمیں نہ مرنا پڑتا،"

لوسی بولی،

"موت اپنے اختیار کی بات نہیں یہ خدا کی مرضی ہے جس طرح چاہے جان واپس لے لے!"

بطریق کی تیوریاں چڑھ گئیں،

"کیا میری ساری عمر کی ریاضت، عبادت اور تبلیغ کا یہی صلہ ملنا چاہیئے تھا، کیا خداوند یسوع کے دربار میں اس طرح انصاف ہوتا ہے ؟"

یہ کہتے کہتے اس کا چہرہ خوفناک ہو گیا، اس کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے، اس نے چیخ کر کہا،

"بتاؤ کیا یہی انصاف ہے ؟"

لوسی کو بطریق کی صحت دماغی پر شبہ ہونے لگا، وہ اسے سمجھاتی ہوئی بولی،

"کیوں پریشان ہوتے ہیں آپ ————"

بطریق نے اسے قہر آلود نگاہوں دیکھا اور گویا ہوا،

"تو کیا تم چاہتی ہو، ہنستا اور قہقہے لگاتا اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں: کیا کسی کو تم نے مرتے وقت ہشاش بشاش دیکھا ہے: کیا کسی کو تم نے قہقہے لگاتے دیکھا ہے: ———"

اتنے میں کشتی بڑے زور سے اچھلی، بطریق کھڑا نہ رہ سکا، لوسی نے اسے اٹھایا اور سمجھاتے ہوئے کہا،

"آپ مرد ہو کر حوصلہ ہارے دے رہے ہیں ———"

بطریق نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا،

"اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو یہی سہی، میں ہنستا ہوا جان دوں گا!"

لوسی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا،

"چلئے ناخدا سے پوچھ لیجئے چل کر، اب طوفان کم ہو رہا ہے!"

بطریق کو اس کی باتوں پر یقین نہ آیا، اس نے کہا،

"ہاں اس کے کم ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ میں کھڑے سے گر پڑا!"

اتنے میں ناخدا جس کا نام محمود تھا بطریق کے کمرے میں پہنچا، اس نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا،

"خدا کا شکر ہے خطرہ ٹل گیا، طوفان کا زور ٹوٹ گیا ——— (بطریق کی طرف دیکھ کر) آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟"

بطریق نے خشک لہجہ میں کہا،

"کیا کروں طوفان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا، مجھے تو موت سر پر کھڑی نظر آ رہی تھی!"

ناخدا محمود نے کہا،

"ہاں آپ کا چہرہ کتنا سفید ہو رہا ہے، لیکن میرے محترم موت بھی کوئی ڈرنے کی

چیز ہے؟"

ان الفاظ پر بطریق کو حیرت ہوئی،

"یہ تو آج پہلی مرتبہ سن رہا ہوں کہ موت کوئی ڈرنے کی چیز نہیں!"

محمود نے اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ کہا،

"اگر ہماری دہشت سے موت متاثر ہو تو بے شک اس سے ہراساں ہونا ضروری ہے لیکن جب یہ معلوم ہے کہ وہ آتی ہے اور خالی ہاتھ واپس نہیں جاتی، لیکن صرف وقت پر آتی ہے، پھر تو اس کا خیر مقدم کرنا چاہیئے!"

بطریق نے بچوں کی طرح پوچھا،

"تو کیا آپ بالکل نہیں ڈرتے؟"

محمود نے جواب دیا۔

"ہمارا تو کام ہی اس سے کھیلنا ہے، نہ جانے کے مرتبہ اس سے سامنا ہو چکا ہے لیکن چونکہ وقت نہیں آیا تھا، لہٰذا وہ ہی راستہ کترا گئی!"

واقعی اب طوفان کا زور ٹوٹ چکا تھا، اگرچہ ہچکولوں کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔

محمود نے کہا،

"آیئے عرشہ پر واپس چلئے اس وقت کا منظر بڑا دلکش اور سہانا ہے؟"

بطریق نے اس طرح بے بسی کے ساتھ لوسی کی طرف دیکھا، جیسے ناخدا اُسے ڈبانے لئے جا رہا ہے، لوسی نے مسکراتے ہوئے کہا،

"کیا حرج ہے آیئے چلیں!"

یہ لوگ عرشہ پر آ گئے، ناخدا تھوڑی دیر تک باتیں کرنے کے بعد چلا گیا، بطریق اور لوسی کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ پھر ایک مرتبہ زور کی لہر آئی، لوسی ڈگمگائی اور توازن قائم نہ رکھ سکی، دھڑام سے سمندر میں!

بطریق سے اور کچھ تو بن نہ آیا، دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، ناخدا کا نائب بختیار اس طرف سے گذر رہا تھا، اس نے جو لوسی کو پانی میں گرتے، اور بطریق کو آہ و فغاں کرتے دیکھا تو فوراً بے دھڑک اس خود بھی مچلتے ہوئے پانی میں کود پڑا،

لوسی کچھ کچھ تیرنا جانتی تھی، لیکن ان بے رحم اور فلک رفعت موجوں کا مقابلہ کرنے کی اس میں سکت نہ تھی، چند ہی لمحوں میں بے سدھ ہو گئی، اتنے میں بختیار پہنچ گیا، اور وہ اس کے بال پکڑ کر کھینچتا ہوا، کشتی کی طرف بڑھا، لوسی کے ہوش وحواس قائم تھے اس نے پانی بھی کچھ ایسا زیادہ نہ پیا تھا، بختیار کے سہارے نے اس کی کھوئی ہوئی ہمت کو پھر سے زندہ کر دیا تھا، کشتی روک لی گئی تھی، اور سب ہی لوگ ان دونوں کے استقبال کو جمع تھے، بہت جلد لوسی اور بختیار پھر کشتی پر پہنچ گئے، بیچارے بطریق کی جان میں جان آئی، وہ لوسی کو لے کر اپنے کمرے میں پہنچا، لوسی نے جلدی جلدی بھیگے ہوئے کپڑے اتارے، اور دوسرے پہنے، اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی بطریق نے دروازہ کھولا، تو ناخدا اپنے ساتھیوں سمیت مزاج پرسی کے لئے موجود تھا۔

---

(۴۱)

نئی زندگی

دوسرے روز بطریق اور لوسی جیونی پہنچ گئے! ——————— جان میں جان آئی، نئی زندگی ملی، کلفت دور ہوئی، مسرت وشادمانی کا دور شروع ہوا،

لوسی کو یہاں آنے کے بعد صرف یہ معلوم ہوا کہ ولیم کا انتقال ہو گیا، حکومت کی باگ امبرٹو کے ہاتھ میں آگئی، ہنری اس کے قائم مقام کی حیثیت سے کاروبار مملکت سرانجام دے رہا ہے، امیری کا انتقال ہو گیا، جولیانا اپنے قصر میں ہے اور آرام کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اصل میں لاٹ پادری صاحب اپنی چھوٹی بہن کے نازک دل کو دفعتاً کوئی وحشتناک خبر سنانا نہیں چاہتے تھے، جبکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ لوسی اور جولیانا میں بچپن سے بڑی گہری دوستی ہے۔

لیکن لوسی صرف ان خبروں پر اکتفا کرنے والی کب تھی وہ جولیانا سے ملاقات کرنے کے لئے مچل گئی، لاٹ پادری صاحب کی اجازت کی بھی اس نے پرواہ نہ کی، وہ کلیسا میں ہنری اور دوسرے امرائے مملکت کے ساتھ بعض اہم امور پر ایک کانفرنس میں مصروف تھے۔ کیونکہ امبرٹو کی آمد بروقت متوقع تھی، اور وہ اس کے پہنچنے سے پہلے بہت

سی پیش بندیاں کر لینا چاہتے تھے، لوسی بھائی کی دولت سرا سے نکل کر، سیدھی قصر مملکت میں پہنچی، جب تک لاٹ پادری صرف لاٹ پادری تھے، اس وقت بھی لوسی بے روک ٹوک آجا سکتی تھی، اور اب تو عملاً اختیار کی باگ انہی کے ہاتھ میں تھی، کس کی مجال تھی کہ لوسی کو روک سکتا۔ یا ٹوک سکتا۔

لوسی ویرانہ محل میں پہنچی اور سیدھی دندناتی ہوئی جولیانا کے خلوت کدے میں پہنچی اور جاتے ہی اس سے لپٹ کر رونے لگی، اسے وہ شفقتیں یاد آرہی تھیں، جو ولیم اس کے حال پر کیا کرتا تھا، اسے وہ زمانہ یاد آرہا تھا جب اس کی شادی نہیں ہوئی تھی اور وہ جولیانا کے ساتھ چہلیں اور تفریحیں کیا کرتی تھی، لیکن اب وہ بساط الٹ چکی تھی، ولیم اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا، اور جولیانا ——— وہ شگفتہ کلی ——— پژمردہ اور افسردہ اس کے سامنے موجود تھی، جولیانا بھی اسے دیکھ کر بے اختیار رونے لگی، وہ گذرا ہوا زمانہ اس کی آنکھوں میں پھر گیا، وہ بیتے ہوئے دن یاد آنے لگے، وہ آرام کے قہقہے اور چہچہے، ایک بھولے ہوئے خواب کی طرح سامنے آکھڑے ہوئے

بڑی دیر تک یہ دونوں سہیلیاں اسی طرح روتی رہیں، پھر لوسی نے سمجھاتے ہوئے کہا!

جولیانا، کب تک غمگین رہو گی؟ کس کے ماں باپ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں؟

جولیانا نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا،

"سچ کہتی ہو لوسی، کسی کے بھی ماں باپ ہمیشہ زندہ نہیں رہتے، لیکن میرے ماں باپ میری آنکھوں کے سامنے قتل کئے گئے ہیں، ان کے غم میں اگر ساری زندگی بھی گزار دوں تو حق محبت ادا نہ ہو سکے گا"

لوسی چونک پڑی،

"قتل کئے گئے ہیں؟ کس نے قتل کیا انہیں؟"

جولیانا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر حسرت ماندہ کے لہجہ میں کہا،

"میرے سامنے، میری آنکھوں کے سامنے!"

لوسی : لیکن کون تھا ان کا قاتل ؟

جولیانا :- لاٹ پادری !

لوسی :- (حیرت سے) جولیانا، !

جولیانا : ہاں میری بہن، سچ کہتی ہوں، وہ لاٹ پادری کے کشتہ ستم ہیں!"

اور پھر اس نے رو رو کر اپنی ساری بپتا از اوّل تا آخر سنا ڈالی، لوسی سنتی رہی اور سسکیاں بھرتی رہی، وہ اپنے بھائی سے بڑی محبت کرتی تھی لیکن اب نفرت کرنے لگی، اس نے جولیانا کو کلیجہ سے لگایا اور بولی،

"ہائے تمہاری جان ناتواں پر یہ ستم ؛ میرے بھائی ایسے تو نہ تھے، انہیں کیا ہو گیا؟ ان کے سر پر شیطان کس طرح سوار ہو گیا ؛ انہوں نے بادشاہ ولیم کی جان لی، امبرٹو کو یہاں کی حکومت سونپ دی اور تمہاری عزّت کے درپے ہو گئے، کسی اور نے یہ کہانی سنائی ہوتی تو میں ہرگز یقین نہ کرتی، لیکن تمہیں کس طرح جھٹلا سکتی ہوں ؛ کاش وہ میرے بھائی نہ ہوتے، کاش میں ان کی بہن نہ ہوتی، یہی وجہ ہے کہ عیسائی زوال سے دوچار ہو رہے ہیں، اور مسلمانوں کے قدم کے ساتھ اقبال چل رہا ہے، اگر یہی لیل و نہار رہے تو بے شک مسلمان جنوا پر قبضہ کر لیں گے، جنوبی یورپ بھی ہر جگہ ہر کہیں دیکھ لینا خود بخود عوام ان کا ساتھ دینگے، ان کا اخلاق، ان کی انسانیت، ان کی بہادری، ان کی شرافت ہر چیز، بلندی میں آسمان سے باتیں کرتی ہے!"

لوسی کی یہ تقریر سنکر جولیانا کو بڑی حیرت ہوئی وہ جانتی تھی، اس کی طرح لوسی بھی مسلمانوں سے نفرت کرتی تھی، اس نے دریافت کیا،

"لوسی تمہاری زبان سے مسلمانوں کی تعریف ؛ "

وہ بولی،

"ہاں، دن کو رات، اور رات کو دن کیسے کہہ دوں؟"

جولیانا :- لیکن پہلے جو کہتی تھیں؟

لوسی :- پہلے اس لئے کہتی تھی کہ میں نے یہی سنا تھا،

جولیانا :- لیکن اب؟

لوسی :- اب وہ کہتی ہوں جو آنکھوں نے دیکھا ہے؟

جولیانا :- کیا تم مسلمانوں سے واقف ہو؟

لوسی :- ہاں میں نے مسلمانوں کو دیکھا ہے، پرکھا ہے، سچ کہتی ہوں، وہ انسان نہیں فرشتے ہیں!"

اور پھر اس نے صہیب، ناخدا، محمد، اور اس کے نائب مختیار کی کہانی سنا ڈالی،

اور کہا،

"سچ کہنا کیا ہم عیسائیوں کا بھی یہی کردار ہے؟ ——— میں تمہارے برابر خوبصورت نہ سہی ———"

جولیانا نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

"نہ، مجھ سے کہیں بڑھ کر ہو!"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"خیر بناؤ مت، البتہ بدصورت بھی نہیں ہوں، یہاں یہ حال ہے کہ امبر ٹو کی نگاہ نے اور امبر ٹو سے زیادہ بھائی صاحب کی ہوس نے تمہارے بے گناہ ماں باپ کی جان لی، اور وہاں یہ عالم ہے کہ جس صہیب کے ایک اشارہ پر باندی بنا کر میں حرم میں داخل کی جا سکتی تھی، اس نے نگاہ بھر کے مجھے دیکھا بھی نہیں، بلکہ جب یہ معلوم ہوا، کہ میں بطریق کی بیوی ہوں تو اور زیادہ احترام کرنے لگا، اور پھر نہایت حفاظت کے ساتھ

ہمیں جہاں ہم نے کہا پہنچا دیا، ناخدا محمود بھی ایک جوان خوبصورت اور بانکا سجیلا شخص ہے جس کشتی پر ہم آئے ہیں، اس کا گویا مالک و مختار تھا، اگر بطریق کو سمندر میں چپکے سے دھکیل دیتا، اور مجھ سے شادی کر لیتا تو کیا میں انکار کر سکتی تھی،"

جولیانا نے پھر قطع کلام کیا،

"معلوم ہوتا ہے تمہیں اس کا افسوس ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا!"

لسی ہنسنے لگی،

"چلو ہٹو بھی ———— مگر اس نے کیا کیا؟ راستے بھر ہماری خاطرداریاں کرتا رہا، ہمیں آرام پہنچاتا رہا، ہمارے دکھ سکھ کا خیال رکھتا رہا، اور پھر جب میں سمندر میں جا گری، تو اس کا نائب بختیار بے خطر مچلتی ہوئی موجوں میں کود پڑا، بپھری ہوئی موجوں سے لڑتا، میرے پاس پہنچا، اور مجھے کھینچ لایا، ذرا سوچو تو سہی کیا ضرورت تھی ان لوگوں کو ایک غیر مذہب کی عورت سے اس حسن سلوک کی؛ بلا سے ڈوب جاتی، بختیار نے کیوں اپنی جان خطرے میں ڈالی، ————؟"

جولیانا نے کہا،

"محبت کرنے لگا ہوگا؛"

لسی بگڑ گئی،

"ایسی باتیں نہ کرو، وہ لوگ بڑے شریف اور بڑے اونچے کردار کے ہیں، اس طرح کی ذلیل باتیں وہ سوچ ہی نہیں سکتے، یہ باتیں تو کچھ ہمارے پرنس امرا اور لاٹ پادری صاحب ہی کو زیب دیتی ہیں!"

جولیانا نے سوال کیا،

"کیا صہیب حیفا پہنچ چکا ہوگا؛"

لسی نے جواب دیا۔

"میں کیا جانوں؛ ——————— نہ پہنچ چکا ہوگا تو پہنچ جائے گا،
بھلا ملنے والوں کو بھی کوئی روک سکا ہے؟" "نہ ہی تو ان سب کو مزا چکھائے گا!" ———
——————— "سچ کہتی ہوں ایسا جیالا، ایسا باوقار اور ایسا خوبصورت شخص میری نظر سے آج تک نہیں گزرا، اس کے چہرہ پر نگاہ نہیں ٹھہرتی، اس کے سامنے بات کرنے کا حوصلہ نہیں پڑتا، اسے دیکھ کر ایسا جی چاہتا ہے کہ بس قصیدے پڑھنے لگو اس کی شان میں زیادہ سے زیادہ شاعرانہ مبالغہ بھی، درحقیقت اس کے اوصاف سے کم ہے میدانِ جنگ میں وہ شمشیر آبدار ہے، اور بزمِ مجلس میں ریشم و پرنیاں، میدانِ جنگ میں شیر بھی اسکے سامنے جاتے ہوئے لڑکھڑاتا ہے، اور بزمِ مجلس میں اسکے اخلاق کے سامنے فقیر بے نوا بھی آسانی سے پہنچ جاتا ہے، وہ جب باتیں کرتا ہے تو اس کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں، اسکا اندازِ تکلم، اسکی وضع، اسکی روش ہر چیز جادو ہے سحر ہے طلسم ہے ——————— جمیلا میں اس کی تعریف نہیں کر سکتی!"

جمیلا نے مسکراتے ہوئے اور چھیڑتے ہوئے کہا،

"کیا اسکے بعد بھی تعریف کا درجہ باقی ہے کچھ"!

وہ کہنے لگی،

"زیادہ سے زیادہ تعریف بھی اس کا کم سے کم حق ادا نہیں کر سکتی!"

جمیلا نے پھر چھیڑا،

"اچھا تو یہ آزار لگا کر آئی ہیں آپ"؛

لوسی نے پوچھا،

"آزار کیا؟"

جمیلا نے جواب دیا -

"آزارِ محبت"!

لوسی نے کہا،

"بے شک وہ اس قابل ہے کہ اس سے محبت کی جائے، اگر میں اپنے شوہر سے محبت نہ کرتی ہوتی تو بے شک اس کی یاد میں ساری عمر گذار دیتی، بے شک میں اس سے محبت کرتی، اور میں خاندان، قوم، مذہب، ملت ہر چیز اس پر قربان کر دیتی، میں تو مجبور ہوں لیکن تمہارے لئے موقع ہے۔!"

جولیا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

لوسی نے کہا،

"محبت کرنے لگو اس سے؟"

جولیا نے کہا،

"میں تو اُسے دل و جان سے چاہتی ہوں،

لوسی ہنسنے لگی،

"وہ بھی تمہارا عاشق صادق ہے!"

جولیا نے سنجیدگی سے کہا،

"تو کیا تمہیں شبہ ہے کچھ؟"

"وہ بولی،

"شبہ کیوں ہوتا، لیکن کب دیکھا تھا اسے خواب میں؟"

جولیا نے کہا،

"خواب میں کیوں دیکھتی؟ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا تھا! وہ یہاں آیا تھا، یہاں ٹھہرا تھا، میں میزبان تھی، وہ مہمان تھا، پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے قریب ہوتے گئے، پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے، پھر وہ یہاں سے یہ وعدہ کر کے گیا

کہ آئے گا اور مجھے لے جائے گا، لوسی جانتی ہو میں کیوں زندہ ہوں؟ صرف اسی وعدہ کے سہارے، ورنہ اتنے زخم کھا کر، اتنے صدمے کہہ کر، اتنے غم اٹھا کر، میں زندہ رہ سکتی تھی؟ مجھے زندہ رہنا چاہیئے تھا؟ لوسی تم مجھے جھوٹا سمجھ رہی ہو، لیکن میں سچی ہوں، میں سچ بول رہی ہوں؛"

لوسی کو جولیانا کی ان باتوں میں صداقت کی جھلک نظر آئی، اس نے کہا،

"جانتی ہوں، تم جھوٹ نہیں بولتیں، لیکن یہ باتیں سچ ہیں، یہ میں کس طرح مان لوں؟"

پھر جولیانا نے صہیب کی ساری سرگذشت کہہ سنائی، کس طرح وہ قید ہو کر رابرٹ کے قبضہ میں گیا، کس طرح ولیم نے اس کے سامنے رابرٹ سے صورت کا قصہ بیان کیا؛ کس طرح وہ جیل آیا، اور صورت کا معمہ حل کرکے ایک بہت بڑے دفینہ کا سراغ دیا!

لوسی گوش ہوش سے یہ ساری باتیں سنتی رہی، پھر اس نے جوش اور جذبہ کے عالم میں کہا

"جولیانا میری مبارکباد قبول کرو!"

جولیانا نے حیرت سے اسے دیکھا،

"مبارکباد کیسی؟"

لوسی نے کہا،

"صہیب کو پالینے کی، واقعی تم خوش قسمت ہو کہ صہیب نے تم سے محبت کی، اور جھوٹ کیوں کہوں صہیب بھی خوش قسمت ہے کہ تم اس سے محبت کرتی ہو!"

جولیانا نے شرما کر نگاہیں نیچی کر لیں، لوسی نے اسے چھیڑا،

"اب خاموش کیوں ہو؟ بولو نا کچھ؟"

وہ بولی،

"کیا بولوں؟"

لوسی نے کہا۔

"کچھ صہیب کی باتیں کرو!"

جولیانا نے ترکی بترکی جواب دیتے ہوئے کہا،

"اتنی ساری باتیں تو کر چکی ہو، اب بھی جی نہیں بھرا ——— ؟"

لوسی نے شرارت سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں نہیں بھرا، لیکن مطمئن رہو، میں تمہاری رقیب نہیں ہوں، اس کامیابی پر تمہیں مبارکباد دیتی ہوں!"

جولیانا نے کہا،

"تمہارے اس خلوص کا میں شکریہ ادا کرتی ہوں، لیکن ابھی ہمارے راستے میں بہت سی مشکلات حائل ہیں، خدا ہی جانتا ہے، انجام کیا ہوگا اس محبت کا!"

لوسی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا،

"یہ مایوسی کیسی؟"

وہ بولی،

"اب تک میرے حصے میں مایوسی کے سوا اور آیا ہی کیا ہے؛ خوشی کی ایک ذرا سی جھلک بے شک دیکھی تھی، میں نے پھر وہ دن ہے اور آج کا دن کہ مایوسی، نامرادی، حسرت اور بے کسی میری کارفیق ہیں!"

لوسی اس کے اور قریب آگئی،

"دل تھوڑا نہ کرو، خدا پر بھروسہ رکھو صہیب ضرور آئے گا، اور تم ضرور اپنی مراد پاؤگی مانتی ہوں اس راستے میں رکاوٹیں ہیں، لیکن صہیب جیسے عالی ہمت اور اولوالعزم شخص کے لئے ان کی حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہیں؛"

جولیانا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"یہ تو سچ ہے لیکن ذرا سوچو تو سہی ایک طرف صہیب ہے، اور اس کا چھوٹا

سا لشکر، دوسری طرف جنیوا کی فوج ہے، ہر طرح کے سازوسامانِ جنگ سے آراستہ، تعداد میں بھی بہت زیادہ، پھر جینوا کے جیالے سپاہی ہیں جو بڑی سے بڑی فوج سے ٹکر لے سکتے ہیں، پھر ذرا دیر میں رابرٹ کی طرف سے کمک پہنچ سکتی ہے، بیچارہ صہیب ان ساری مصیبتوں کا کس طرح مقابلہ کرے گا؟"

بڑے اطمینان کے ساتھ لوسی نے کہا،

"کرے گا؛"

جولیانا نے پوچھا،

"اب خیر سے نجومی بھی ہو گئیں تم؛"

وہ بولی،

"نجومی جھوٹا ہو سکتا ہے لیکن میرا یہ قول کرسی نشین ہو کر رہے گا؛"

جولیانا نے سوال کیا،

"وہی تو پوچھتی ہوں کس طرح؛"

لوسی نے بتایا،

"اس طرح کہ صہیب کے لشکر کا ہر سپاہی عروسِ مرگ سے ہم آغوش ہونے کے لئے بیتاب ہے، خود صہیب موت کو ایک کھیل سمجھتا ہے اور یہاں ہمارے لاٹ پادری صاحب ہوں یا کنگ البرٹ یا ان کے ولی عہد بہادر پرنس امبرٹو یا جینوا کے موجودہ فرمانروا ہنری صاحب یہ سب بھی فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن زندہ رہ کر، یقین کرو ان میں اور اُن میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہ ضرور ہاریں گے ——— اور ایک عیسائی کی حیثیت سے مجھے اس کا افسوس ہے ——— لیکن قدرت کا فیصلہ بہرحال پورا ہو کر رہتا ہے اور قدرت مسلمانوں کے حق میں فیصلہ کر چکی ہے؛

(۴۲)

امبرٹو آگیا

لوسی اور جولیانا میں خوب گھل مل کے باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک ہیلن دوڑی دوڑی آئی، اس کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، اس نے آتے ہی کہا،

"وہ آگیا!"

جولیانا اس کی طرف حیرت سے دیکھنے لگی، لیکن لوسی نے پوچھا،

"کون آگیا؟"

ہیلن نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں جواب دیا،

"وہ —— امبرٹو!"

لوسی نے تیوری پر بل ڈال کر کہا،

"تو کیا ہوا؟ —— اتنی سراسیمہ اور خوفزدہ کیوں ہو؟"

بے بسی کے ساتھ ہیلن بولی،

"آہ تم نہیں جانتی اسے!"

لوسی نے سکون کے ساتھ کہا،

"خوب جانتی ہوں ——— ویسا ہی آدمی ہے جیسے ہم تم!" نہ وہ شیر ہے، نہ ہاتھی، نہ بھیڑیا ———

ہیلن کہنے لگی،

"میری بہن وہ سب کچھ ہے بلکہ ان سب سے بڑھ کر"

جولیانا نے ایک عزم کے ساتھ کہا،

"کیوں پریشان ہوتی ہو ہیلن، خدا پر بھروسہ رکھو، آگیا ہے تو آجانے دو، میں اس کا مقابلہ کروں گا، جیسا اب تک کرتی رہی ہوں!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ بڑے لاٹ پادری صاحب تشریف لائے، ان کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا، آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، سب سے پہلے انہوں نے لوسی کو گھور کر دیکھا، جیسے کھا جائیں گے، پوچھا،

"تم یہاں کیسے آگئیں؟"

وہ بولی،

"آگئی، !"

لاٹ پادری کو غصہ آگیا، گرج کر پوچھا،

"کیوں آئیں؟"

وہ ذرا بھی دہشت زدہ ہوئے بغیر بولی،

"کیوں نہ آتی؟"

لاٹ پادری نے کہا،

"احمق، بے وقوف ——— جاؤ اپنے گھر!"

ان خطابات نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا، اٹھ کھڑی ہوئی اور جولیانا کا ہاتھ پکڑ کر

اسے اُٹھاتی ہوئی بولی،

"آؤ چلیں!"

لاٹ پادری کا صبر جواب دے گیا،

"جولیانا کو کہاں لئے جا رہی ہو؟"

اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا،

"اپنے ساتھ!" ——— اتنے دنوں کے بعد تو ہم دونوں ملے ہیں،

نہ اس کا جی بھرا ہے، نہ میرا!"

بہن کی اس ضد اور الھڑپن پر لاٹ پادری کو ہنسی آ گئی،

"تم اب بھی وہی ہو جو آج سے دس برس پہلے تھیں؛ ——— خدا

کی بندی، مجھے جولیانا سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں!"

لوسی نے سیلن کی طرف دیکھا اور گویا ہوئی،

"باہر چلی جاؤ"!

وہ چلی گئی! پھر جولیانا کے پاس اطمینان سے بیٹھتے ہوئے لوسی نے کہا،

"کر لیجئے جو باتیں کرنا ہیں جلدی سے! کیونکہ میری ضروری باتیں بھی ابھی ختم نہیں ہوئی

ہیں!"

لاٹ پادری نے مسکراتے ہوئے کہا،

"تم بھی تو جاؤ!"

وہ اڑ گئی

"میں کیوں جاؤں؛ نہ جولیانا مجھ سے کوئی بات چھپا سکتی ہے، نہ آپ،

میں اس کی ہمدرد اور آپ کی مشیر ——— '

لاٹ پادری نے مزید بحث و گفتگو فضول سمجھتے ہوئے کہا،

"پرنس امبرٹو آ گیا ہے، وہ اس پر مصر ہے کہ تمہاری شادی اس کے ساتھ کر دی جائے، کیا یہ رشتہ تمہیں منظور ہے؟

جولیانا نے جواب دیا،

"اگر منظور ہوتا تو وہ دکھ مجھے کیوں جھیلنا پڑتے جن کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، اس رشتہ کے سب سے بڑے حامی آپ تھے، اسی جرم میں آپ نے میرے بے گناہ باپ کی جان لی، اور میری معصوم ماں کو دیوانہ بنا کر مار ڈالا اب میری باری ہے، اور میں ہر اذیت بھگتنے کے لئے تیار ہوں،!"

لوسی کے سامنے یہ کھری کھری باتیں سن کر لاٹ پادری صاحب پر شرمندگی کے آثار طاری ہوئے، انہوں نے اپنی کیفیت پر غالب آتے ہوئے کہا،

"جو کچھ ہوا مجھے اس کا بے حد افسوس ہے، غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے، میں تم سے معافی چاہتا ہوں!"

بھرپور طنز کے ساتھ جولیانا نے کہا،

"شکریہ!"

لاٹ پادری صاحب گویا ہوئے،

"جولیانا مجھے زیادہ شرمندہ نہ کرو، جو ہونا تھا ہو چکا لیکن میں تلافی پر آمادہ ہوں"،

جولیانا نے تیور پر بل ڈال کر پوچھا،

"کس طرح؟"

لاٹ پادری نے بتایا،

"اگر تم امبرٹو کو ناپسند کرتی ہو تو میں اس سے انکار کر دوں گا ——— "

جولیانا نے جوش غضب میں کہا،

"میں اس سے نفرت کرتی ہوں!"

لاٹ پادری نے جواب دیا۔

"اگر یہ بات ہے تو جبونی کی سرداری بھی اس کے پاس نہیں رہے گی، اگر عورت کو یہ منصب مل سکتا۔ تو میں تاج حکومت تمہارے سر پر رکھ دیتا، لیکن اگر تم پسند کرو۔ تو ہنری کو یہ اعزاز مستقل طور پر بخشا جا سکتا ہے!"

جولیانا نے کچھ دیر سکوت کر کے کہا،

"ایبرٹ کے علاوہ کسی کے سر پر بھی یہ تاج دیکھنا میرے لئے خوشی کا باعث ہو گا!"

لاٹ پادری نے فیصلہ کن انداز میں کہا،

"آج رات کو کلیسا کے بڑے ہال میں ایک کانفرنس منعقد ہو رہی ہے، جس میں جبونی کے معززین و امراء شامل ہوں گے، میں تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں!

لوسی نے کہا،

"جولیانا کے ساتھ میں بھی آؤں گی،!"

لاٹ پادری نے کوئی جواب نہیں دیا اور تشریف لے گئے!

(۴۳)

بدلی ہوئی دُنیا

امیر ٹو جبونی آیا تو اس نے دُنیا ہی بدلی ہوئی دیکھی، وہ ایک لشکر کثیر لے کر آیا تھا کہ چند روز یہاں قیام کرکے، اور جولیانا کو اپنے ساتھ لے کر جبونی کی فوج کو اپنی فوج میں شامل کرکے آگے بڑھے گا۔ اور صقلیہ پہ تاخت و تاراج اور حملہ کا سلسلہ شروع کر دیگا لیکن یہاں کا ماحول یہاں کی فضا میں اس مرتبہ ایسی تبدیلی نظر آئی کہ وہ حیران و ششدر ہو کر رہ گیا۔

ہنری اس کا نائب تھا لیکن اس نے خیر مقدم میں نہ کوئی گرمجوشی دکھائی، نہ اطاعت اور نیازمندی کا اظہار کیا،

نعیم کا قلعہ اب اس کا قلعہ تھا، لیکن اس اپنے قلعہ میں اس کے ساتھ ایک معزز مہمان کا نہیں اجنبی کا برتاؤ ہو رہا تھا، غلام، خادم، نوکر چاکر سب ہمہ وقت خدمت پہ آمادہ تھے لیکن ان کے چشم و ابرو سے بیگانگی ٹپک رہی تھی،

جبونی کے عوام جنہوں نے نعیم مردہ باد، اور امیر ٹو زندہ باد کے نعرے لگائے تھے، جو اس کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کیا کرتے تھے، اس مرتبہ ایسی سرد مہری سے

پیش آ رہے تھے، گویا وہ اتنا ناپسند شخص ہے، جس کی صورت دیکھنے کی بھی وہ روادار نہیں ہے۔ ہنری کے ساتھ جب وہ شہر کے گشت کو نکلا تو شہر کے بام و در ہنری زندہ باد کے نعروں سے گونج رہے تھے، لیکن کوئی ایک آواز بھی امبرٹو کے لئے نہیں اٹھی —— ——!

حد یہ ہے کہ لاٹ پادری صاحب جنہیں جبونی کے صدر دروازے پر خیر مقدم، اور دعائے خیر و برکت کے لئے موجود ہونا چاہیئے تھا، اب تک روپوش تھے، کیا مجال ہے جو انہوں نے صورت زیبا دکھائی ہو، نہ خود تشریف لائے، نہ اُسے یاد فرمایا——!

یہ صورت حال امبرٹو کے لئے حد درجہ تشویش انگیز تھی، شہر کے گشت سے جب وہ فارغ ہو کر محلسرا میں واپس آیا تو اس نے ہنری سے پوچھا،

"کیا بات ہے، ہر چیز مجھے بدلی ہوئی نظر آ رہی ہے؛ کیا میں جبونی کا تسلیم شدہ سردار اور فرماں روا نہیں ہوں؟

ہنری نے نہایت بے تعلقی کے ساتھ کہا،

"اس سوال کا جواب لاٹ پادری صاحب ہی دے سکتے ہیں؟"

امبرٹو نے تصویر حیرت بن کر ہنری کو دیکھا، اور گویا ہوا،

"تم کچھ نہیں کہہ سکتے؛ کچھ نہیں بتا سکتے؟"

ہنری نے جواب دیا۔

"جبونی کے کسی درخت کی پتی بھی لاٹ پادری کے ایما کے بغیر جنبش نہیں کر سکتی؛"

امبرٹو نے پوچھا،

"لیکن لاٹ پادری کہاں ہیں؛ وہ مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے؛ وہ مجھے اپنے پاس کیوں نہیں بلاتے؟"

ہنری نے اسی بے تعلقی کے انداز میں کہا،

دونوں باتیں ہوں گی، وہ بھی تشریف لائیں گے، اور آپ کو بھی شرف باریابی عطا کریں گے، لیکن اپنے وقت پر ———— "

ابرٹو نے اُلجھتے ہوئے کہا،

"اپنے وقت پر، ———— کب آئے گا وہ وقت؟"

ہنری نے مسکراتے ہوئے کہا،

"شاید جلدی ———— "

پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے، وہ گویا ہوا،

لاٹ پادری صاحب آج کئی دن سے بے حد مصروف ہیں، اور آج تو ان کی مصروفیت بے اندازہ ہے، ایک طرف ان کے بہنوئی ہجولطریق ہیں، اور بہن لوسی مسلمانوں کے پنجۂ ستم سے رہائی حاصل کر کے تشریف لائے ہیں، ان کی خاطر داشت اور دوسری طرف آج کلیسا میں رات کو بے حد اہم اور فیصلہ کن جلسہ ہے، جس میں جیونی کے مستقبل کا فیصلہ کیا جائے گا؟"

ابرٹو نے بہت زیادہ پریشان ہو کر پہلو بدلتے ہوئے کہا،

"جیونی کے مستقبل کو کون سا خطرہ لاحق ہے؟"

ہنری نے جواب دیا،

"یہ تو میں نہیں جانتا، بہرحال ہم سب وہاں موجود ہوں گے معلوم ہو جائے گا کیا بات ہے؟"

ان اکھڑی اکھڑی باتوں سے ابرٹو کے آتے گئے حواس غائب ہو گئے، وہ جتنا سے نئے نئے پروگرام بنا کر آیا تھا لیکن یہاں ہر پروگرام شکست ہوتا نظر آ رہا تھا، آخر اس نے موضوع بدلا اور سوال کیا،

"جولیانا کا حال کیسا ہے؟"

ہنری نے بتایا،

"اچھی ہے!"

امبرٹو :- کہاں ہے وہ ؟

ہنری :- یہیں قصر شاہی میں،

امبرٹو :- لیکن میں نے تو اسے نہیں دیکھا،

ہنری :- یہ اس کی بدنصیبی ہے،

امبرٹو :- کیا اس کے خیالات میں کوئی تبدیلی ہوئی ؟

ہنری :- عورتیں بڑی ضدی ہوتی ہیں۔

امبرٹو :- بہرحال میرے ساتھ اس کی نسبت طے پا چکی ہے، اسے میرے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے، عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ضد اور ہٹ چھوڑ کر حقیقت پسندی اختیار کی جائے،

ہنری :- یہ مسئلہ بھی آج کے ایجنڈے میں شامل ہے،

امبرٹو :- کیا کہنا چاہتے ہو تم ؟ (غصہ کے ساتھ) کیا مطلب ہے تمہارا ؟ (اور زیادہ برہم ہوکر) آج کے جلسہ کا مجھ سے اور جولیانا سے کیا تعلق ؟"

ہنری :- میں نہیں جانتا جو کچھ میرے علم میں تھا میں نے عرض کر دیا۔

امبرٹو :- یہ میری توہین ہے، اور میں اپنی توہین کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا،

ہنری :- بجا فرمایا آپ نے ——— میرے علم میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنی توہین کسی قیمت پر بھی برداشت کرنے کو تیار رہا ہو، لیکن وہ حالات ہیں جو انسان کو سب کچھ کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں،

امبرٹو :- میں ایسے حالات کو ٹھکرا سکتا ہوں، ایسے حالات کو بدل سکتا ہوں، ان کا مقابلہ کر سکتا ہوں،

ہنری :- ولیم کا خیال بھی یہی تھا، خدا اسے غریق رحمت کرے،

امبرٹو :- وہ کافر تھا،

ہنری :- کسی شخص کے کفر و ایمان کا فیصلہ نہ آپ کر سکتے ہیں، نہ میں، نہ کوئی اور یہ فیصلہ تو صرف لاٹ پادری صاحب کے ہاتھ میں ہے، اور اس کا فیصلہ کوئی رد نہیں کر سکتا،

امبرٹو :- (حد سے زیادہ سراسیمہ ہو کر) کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ لاٹ پادری صاحب مجھے کافر قرار دے سکتے ہیں؛

ہنری :- وہ کیا نہیں کر سکتے؛

امبرٹو :- کیا میں بھی ولیم کی طرح قتل کیا جا سکتا ہوں؛"

ہنری :- خدا نہ کرے کہ ایسا ہو، لیکن اگر لاٹ پادری صاحب کی مرضی یہ ہو تو پھر بے شک آپ کو قتل ہونا پڑے گا،

امبرٹو :- لیکن شاید یہ لاٹ پادری صاحب کو نہیں معلوم، میں صرف جبونا کا سرمایہ ہی نہیں، جنوا کا ولی عہد بھی ہوں، میرا باپ البرٹ جینا کا بادشاہ ہے، وہ شوکت و حشمت میں اپنا جواب نہیں رکھتا،

ہنری :- جی کیوں نہیں لاٹ پادری صاحب کو بھلا یہ باتیں نہ معلوم ہوں گی ——— ؛

امبرٹو :- پھر بھی وہ مجھے کافر قرار دے سکتے ہیں یا مجھے قتل کر سکتے ہیں ؛

ہنری :- آپ تو آپ ہیں، وہ چاہیں تو البرٹ کے ساتھ بھی یہی سلوک کر سکتے ہیں، جو ان کا باغی ہے وہ مقدس پوپ کا باغی ہے، وہ خدا کا باغی ہے ——— وہ گشتنی اور گردن زدنی ہے، خواہ وہ البرٹ ہو یا رابرٹ، ولیم ہو یا امبرٹو ہنری ہو یا کوئی اور!

امبرٹو :- ہنری تم ایک بات بھول رہے ہو،

ہنری :- وہ بھی ارشاد فرما دیجئے،

امبرٹو :- میں یہاں تنہا نہیں آیا ہوں، میرے ساتھ میری فوج گراں ہے،

ہنری :- بھلا اس سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن میرے محترم، وہ فوج گراں جو آپ کے ساتھ ہے مسلمان ہے یا عیسائی؟

امبرٹو :- عیسائی، مسلمان کیوں ہوتی؟

ہنری :- اگر وہ عیسائی ہے تو سب سے پہلے وہ کلیسا کی اور لاٹ پادری کی وفادار ہے پھر البرٹ، اور امبرٹو کی،

امبرٹو :- (ہراساں ہو کر) کیا میری فوج ——

ہنری :- جی ہاں اگر لاٹ پادری صاحب ارشاد فرمائیں تو آپ کو قتل کر سکتی ہے!

---

(۴۴)

ہنری

ہنری کی ان باتوں نے امبرٹو کو ہراساں اور سراسیمہ کر دیا، اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، اس نے سوچا یہ وقت اکڑنے کا نہیں دبنے کا ہے اگر وانتی لاٹ پادری بگڑ گیا، تو پھر کہیں اماں نہ ملے گی، پھر زندگی کی خیر نہیں موت سامنے نظر آنے لگی اس کی ساری اکڑ ختم ہو گئی، اس نے ہتھیار ڈال دیئے دوستانہ انداز میں ہنری کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا،

لیکن میرے دوست سوال یہ ہے کہ لاٹ پادری صاحب مجھ سے خفا کیوں ہیں ؟

ہنری نے سوکھے منہ سے کہا،

"یہ تو میں نہیں جانتا !"

امبرٹو نے اور زیادہ بے تکلفی کے ساتھ کہا،

"ضرور جانتے ہو ———— مجھے بتاؤ کیا بات ہے ؟ نہ میں کلیسا کا باغی ہوں نہ لاٹ پادری کا، نہ میرے ایمان میں فتور آیا ہے نہ عقل میں، میں لاٹ پادری کے ہر حکم کی تعمیل پر آمادہ ہوں، اگر وہ جونی کی سرداری کا تاج تمہارے سر پر رکھنا چاہتے ہیں

تو میں اپنے ہاتھ سے فریضہ سعادت سمجھ کر انجام دوں گا، اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ میں چلا جاؤں تو میں ابھی یہاں سے رخصت ہونے کو تیار ہوں، اگر ان کی مرضی یہ ہے کہ ——

—— "

ہنری نے امبرٹو کی تقریر کا سلسلہ منقطع کرتے ہوئے کہا،

افسوس میں کچھ نہیں کہہ سکتا، بہرحال اگر آپ کا ایمان قائم ہے، اگر آپ کلیسا کے باغی نہیں ہیں، اگر آپ لاٹ پادری سے سرتابی نہیں کرنا چاہتے تو پھر گھبرانے کی کوئی بات نہیں،

امبرٹو نے کہا،

"لیکن ایک بات ضرور چاہتا ہوں !"

ہنری نے پوچھا نہیں، سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا، امبرٹو نے کہا،

"جولیانا بہرحال میرے ساتھ جائے گی!"

ہنری نے جواب دیا۔

"اگر آپ اسے لے جا سکتے ہیں تو ضرور لے جائیے، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے!

امبرٹو نے کہا،

"میں اس سے محبت کرتا ہوں، میں نے اسے بھول جانے کی کوشش کی، میں نے اس سے نفرت کرنے کی کوشش کی —————— میں نے اسے ٹھکرا دینے کی کوشش کی، لیکن میں کامیاب نہ ہو سکا، میں اسے بھول نہ سکا، میں اس سے نفرت نہ کر سکا، میں اسے ٹھکرا بھی نہیں سکا، وہ میرے سول دماغ پر اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ میں بالکل بے بس ہو کر رہ گیا ہوں !

ہنری توجہ سے امبرٹو کی باتیں سنتا رہا، پھر اس نے کہا،

"محبت بے اثر نہیں ہوتی، آپ کی محبت بھی ضرور رنگ لائے گی، آپ اگر اسے

چاہتے ہیں تو وہ کیوں نفرت کرے گی آپ سے ؟"

امبرڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"لیکن وہ کرتی ہے، جب وہ اس ملک کی شہزادی تھی، جب بھی نفرت کرتی تھی اب اس کا باپ قتل ہو گیا، اور وہ بے سہارا رہ گئی، تب بھی نفرت کرتی تھی۔ لیکن میں اس کی نفرت کو جیت کر رہوں گا!

ہنری اپنا قہقہہ نہ ضبط کر سکا،

"کیا خود اسے قتل کر کے ؟"

امبرڈ بھونچکا ہو کر ہنری کو دیکھنے لگا، پھر پوچھا،

"یعنی ———— ؟"

ہنری نے کہا،

ایک لڑکی کے باپ کو اس کی آنکھوں کے سامنے قتل کر کے ایک لڑکی کو اقتدار، اختیار، دولت، ثروت، حکومت، عزت سے محروم کر کے ایک لڑکی کی ماں کو دیوانہ بنا کر موت سے ہمکنار کر کے اگر آپ اس کی نفرت جیت لینے کا حوصلہ رکھتے ہیں تو واقعی غیر معمولی آدمی ہیں آپ ———— "

امبرڈ نے بے بسی کے ساتھ کہا،

"یہ سب کچھ تو لاٹ پادری صاحب نے کیا،

ہنری نے جواب دیا،

"ان افعال میں اگر آپ کا کوئی حصہ نہیں تھا تو بے شک امید قائم کرنے میں آپ حق بجانب ہیں!"

امبرڈ نے یکایک سوال کیا۔

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں! ———— وہ کہاں ہے ؟"

ہنری نے نپے تلے الفاظ میں جواب دیا،

"وہ یہیں ہے اسی محلسرا میں، لیکن شاید اس سے ملنا ممکن نہیں ہے!

بے کل ہو کر امبرٹو نے سوال کیا،

"کیوں؟"

ہنری نے استقلال اور اطمینان کے ساتھ کہا،

"اس لئے کہ وہ لاٹ پادری کی تحویل میں ہے، آج ان کی بہن لوسی جو اپنے بھائی کی بڑی منہ چڑھی اور محبوب بہن ہے، اور جولیانا کی بچپن کی سہیلی ہے، اس سے ملنے چلی آئی تھی، اس پر بھی وہ خفا ہو گئے!"

"خفا ہو گئے اس پر بھی ——— کیوں؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا کیوں؟ لیکن واقعہ یہی ہے جو میں نے عرض کیا، صرف کلیسا کی ایک راہبہ ہیلین کو جولیانا کے پاس رہنے اور اس کے پاس آنے جانے کی اجازت ہے باقی پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا؛"

"تو کیا میں ہیلن سے بھی نہیں مل سکتا؟"

"اس سے مل کر کیا کریں گے آپ؟ وہ آپ کی کیا مدد کر سکتی ہے؟" اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کلیسا کی راہبات سے ملنا تو اور زیادہ ممنوع ہے کسی مرد کے لئے؛"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دفعتہً امبرٹو کی آنکھوں کے سامنے بجلی چمک گئی،

لوسی سامنے کھڑی تھی،

اسے دیکھ کر امبرٹو چکرا گیا، یکایک اس کی آمد سے ہنری پریشان ہو گیا اس نے پوچھا،

"خیریت؟ ——— آپ کیسے تشریف لے آئیں؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"میں آپ سے شکوہ کرنے آئی ہوں!"

ہنری نے ادب سے سر جھکا کر کہا،

"ارشاد!"

وہ بولی،

"آپ نے مجھے مبارکباد بھی نہیں دی ——————— آپ کو معلوم ہے، میں گرفتار ہو گئی تھی، اور رہا ہو کر آئی ہوں؟"

ہنری نے اسی طرح مودّب انداز میں جواب دیا،

"ہاں آپ کو براہِ راست مبارکباد دینے کی جرأت تو بے شک نہ کر سکا، لیکن لاٹ پادری صاحب اور بطریق صاحب کو میں نے صدقِ دل سے اس ابتلا سے نجات پانے پر مبارکباد دی تھی!"

لوسی ہنسنے لگی،

"ابتلا پر! ——————— ابتلا سے کیا مطلب ہے آپ کا؟"

ہنری نے بتلایا،

"یہی کہ آپ کافروں کے قبضہ سے صحیح وسلامت بچ کر چلی آئیں، کیا کیا اذیتیں نہ دی ہوں گی انہوں نے آپ کو؟"

اب تو لوسی کھلکھلا کر ہنس پڑی،

"ہاں بے شک مسلمان کافر تو ہیں، لیکن انسان بڑے اچھے ہیں!" ———————
بڑے اچھے بڑے اونچے!"

ہنری نے حیران ہو کر سوال کیا،

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ———————؟"

وہ بولی،

"سچ کہہ رہی ہوں ——————— مسلمانوں نے ہمارا ویسا ہی احترام ملحوظ

رکھا، جیسا آپ پسند کرتے ہیں! اور ان کا سپہ سالار عساکر مہیب، کیا کہوں کیسا اچھا آدمی ہے وہ آدمی نہیں فرشتہ ہے اسے جب یہ معلوم ہوا کہ میں لاٹ پادری کی بہن اور لبطریق کی بیوی ہوں تو اور زیادہ عزت سے پیش آیا اس نے کہا ہم مذہبی رہناؤں کے ساتھ وہ برتاؤ نہیں کرتے جو جنگی قیدیوں کے ساتھ کرتے ہیں، پھر اس نے ہماری رہائی کا حکم صادر کر دیا، اور اس کی ہدایت ہوئی ایک شاندار کشتی میں ہم لوگ جیرونی کی طرف روانہ ہو گئے، راستے میں طوفان آیا، بڑا خوفناک، بڑا ہولناک، کشتی کا ناخدا محمود بار بار ہماری خبر لیتا، ہمارے آرام و آسائش کا خیال رکھتا، پھر طوفان ختم ہونے کے بعد میں عرشہ پر کھڑی تھی کہ پاؤں پھسلا، اور دھڑام سے سمندر میں، فوراً ناخدا کا نائب بختیار اپنی جان کی پروا نہ کر کے سمندر میں کود پڑا، اور مجھے نکال لایا، میں مسلمانوں کے لشکر میں قیدی کی حیثیت سے رہی، پھر مسلمانوں کے ساتھ کئی دن تک کشتی میں رہی، کسی کی نگاہ میں نہ میں نے حرص دیکھی، نہ ہوس، شرارت، نہ گستاخی، جنگ کے میدان میں وہ شیر نظر آتے ہیں، انکی مجلسوں اور صحبتوں میں ان سے بڑھ کر نرم خو، اور با اخلاق کوئی نہیں، وہ اگر چاہتے تو مجھے باندی بنا لیتے، لبطریق صاحب کو قتل کر دیتے۔ کم از کم ہم اُن کی جگہ ہوتے تو یہی کرتے، لیکن انہوں نے یہ کچھ نہ کیا، آپ ہی کہیئے وہ کافر ہونے کے باوجود اچھے اور اونچے انسان ہیں یا نہیں،،؟

ہنری نے تائید کی،

"ضرور ہیں!"

وہ جاتے جاتے کہنے لگی،

"میں جولیا کے پاس جا رہی ہوں، ہم دونوں ابھی پہنچتے ہیں کلیسا کی کانفرنس شروع ہو رہی ہے، میں یہی اطلاع دینے آپ کو آئی تھی، جلدی جایئے،"

وہ چلی گئی اور امبرٹو حیرت سے اُسے دیکھتا رہا۔

(۴۵)

جنوا فتح ہو گیا

کلیسائے اعظم کا بڑا ایوان روشنی سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا، صدر میں ایک زرنگار کرسی پر عصائے تقدس ہاتھ میں لئے لاٹ پادری صاحب رونق افروز تھے، سامنے کی صف میں امبرٹو اور ہنری تھے، داہنی طرف جولیانا، ہیلن اور لوسی، بائیں طرف بطریق اور کلیسا کے دوسرے منصب دار، سارے ایوان پر مرگ آسا سکوت طاری تھا، کچھ کلیسائے اعظم کے تقدس کی حرمت، کچھ لاٹ پادری کی ہیبت، کچھ بدلتے ہوئے حالات کی نزاکت، یکایک لاٹ پادری نے امبرٹو کو مخاطب کیا۔ اور نہایت درشت لہجہ میں پوچھا،

"کیا تم اپنے ساتھ فوج گراں اس لئے لائے ہو کہ جنوا کو فتح کر لو؟ کلیسائے اعظم کی حرمت خاک میں ملا دو اور لاٹ پادری کو خاک و خون میں غلطاں کر دو؟"

یہ الفاظ بم کا گولہ ثابت ہوئے امبرٹو کو آنکھوں کے سامنے موت رقص کرتی نظر آئی اس نے سمجھ لیا اب زندگی کی خیر نہیں، وہ حوصلہ وہ جوش وہ دبدبہ آن کی آن میں ختم ہو گیا اس نے لرزتے ہوئے کہا،

"مقدس باپ کیا دنیا میں کوئی ایسا بدنصیب بھی ہے جو اس طرح کی جرأت کر سکے؟ کیا کوئی ایسا احمق بھی ہے جو ایسا تصوّر بھی کر سکے؟ میں کلیسائے اعظم کے حلقہ میں شریک ہوں، مجھے لاٹ پادری کی غلامی پر فخر ہے، میری زندگی، میرے خون کا ہر قطرہ لاٹ پادری کے اشارہ چشم و ابرو کے لئے وقف ہے، میں لاٹ پادری پر قربان ہو سکتا ہوں، ان کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھا سکتا، !"

لاٹ پادری نے پوچھا،

"پھر فوج گراں لانے کا مطلب؟"

امبر تو نے جواب دیا۔

"تاکہ جبولی کے بہادروں اور سرفروشوں کو اپنی فوج میں شامل کر کے آگے بڑھوں، اور مسلمانوں کا قلع قمع کر کے رکھ دوں، !"

لاٹ پادری کے ہونٹوں پر تبسم نمایاں ہوا،

"تم مسلمانوں کا قلع قمع کرنے یہاں آئے ہو؟"

امبر تو نے جواب دیا،

"تقدس مآب، یہ غلام یہی ارادہ لے کر حاضر ہوا ہے!"

لاٹ پادری نے کہا،

"لیکن یہاں تو مسلمان نہیں بستے؟"

امبر تو نے عاجز ہو کر کہا،

"یہاں نہیں یہاں سے آگے!"

لاٹ پادری نے پھر جرح کی،

"جنوا پر مسلمان حملہ کرنے والے ہیں، ممکن ہے کر بھی چکے ہوں، لیکن اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر تم یہاں اپنی فوج لے کر آ گئے؟"

امبرٹو نے نہایت اطمینان کے ساتھ کہا،

"جو فوج میرے ساتھ ہے وہ جنوا کی فوج کا صرف ایک چوتھائی حصہ ہے تین چوتھائی فوج وہاں ہے اور ہر طرح کے گیل کانسٹے سے لیس مسلمانوں کے حملہ کی خبر مجھے بھی مل چکی ہے اور آپ کے خادم خاص کنگ البرٹ کو بھی، مسلمانوں نے اگر جنوا پر حملہ کیا تو منہ کی کھائیں گے، اور میں ادھر سے اپنی باقی ماندہ فوج اور جمہوری کے سپاہی لے کر آگے بڑھوں گا اور عقب سے حملہ کروں گا، ایک طرف جنوا کی فوج ظفر موج ہوگی پیچھے سے میری فوج دباؤ ڈالے گی، اس کے بعد مسلمان اس طرح پسیں گے جیسے چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں دانۂ گندم پس جاتا ہے!"

بطریق اب تک خاموش بیٹھا تھا، اب ضبط نہ کر سکا، بول اٹھا،

"لیکن اب تک کوئی ایسی چکی میری نظر سے نہیں گذری ہے، جو لیبے کے چھولوں کو دانۂ گندم کی طرح پیس ڈالے!"

امبرٹو حیرت سے بطریق کی طرف دیکھنے لگا،

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

بطریق نے جواب دیا،

"صرف یہ کہ نہ مسلمان اتنے بے وقوف ہیں کہ آگا پیچھا نہ دیکھیں، نہ اتنے سادہ لوح ہیں کہ اپنی رسد کی لائن کو محفوظ کئے بغیر آگے قدم بڑھائیں، اور نہ اتنے کمزور ہیں کہ جو چاہے انہیں دانۂ گندم کی طرح پیس دے!"

امبرٹو نے ذرا تلخ لہجہ میں کہا،

"اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہمارے مقابلہ میں مسلمانوں کی طرفداری کرتے ہیں، آج کچھ اسی طرح کے الفاظ میں نے سردار ہنری کی موجودگی میں آپ کی بیگم صاحبہ کی زبان سے سُنے تھے۔

بطریق بگڑ گیا،

"میرے دوست مجھے غلط نہ سمجھو، میرا مقصد مسلمانوں کی طرفداری کرنا نہیں، تمہیں خواب غفلت سے بیدار کرنا ہے، تم مسلمانوں کو لقمۂ تر سمجھ رہے ہو اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں کہ انہوں نے قیصریانہ کی عیسائی فوج کے کتنی آسانی سے چھکے چھڑائے تھے، کتنی بڑی تعداد میں جنگی قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے، حالانکہ ان کی تعداد ہمارے مقابلہ میں بہت کم تھی، میرے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ خیال دل سے نکال دو کہ تم مسلمانوں کا اس طرح شکار کر سکتے ہو، جس طرح ہرن اور خرگوش کا شکار کیا جاتا ہے، تمہیں پوری تیاری کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے، وہ جزا پر حملہ کر رہے ہیں، تم سارا زور جزا کے دفاع پر لگا دو، وہاں سے انہیں پیچھے دھکیلنے کے بعد، بے شک جونی آؤ، اور یہاں کے بہادروں کو لے کر آگے بڑھو، اور جہاں تک ہمت اور حوصلہ ساتھ دے بڑھتے چلے جاؤ ——— وادی یہ تمہاری ہے وہ دریا بھی تمہارا!"

اطربون خاموشی سے بطریق کی باتیں سنتا رہا، پھر اس نے رک رک کر کہا،

"اگر لاٹ پادری کی مرضی یہی ہے تو مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے؟"

لاٹ پادری نے کہا،

"تمہیں جزا چلا جانا چاہیئے، اور اگر ضرورت ہوئی تو یہاں سے تمہیں کمک بھی پہنچتی رہے گی!"

اطربون عرض گذار ہوا،

"لیکن رخصت ہونے سے پہلے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں!"

باوقار لہجہ میں لاٹ پادری نے کہا،

"عرض کرو!"

اطربون کے منہ سے نکلا،

"جولیانا ——————

لاٹ پادری نے ہاتھ کے اشارہ سے اسے خاموش کیا، پھر درشت لہجہ میں فرمایا۔
"جب تک تم اپنا مقصد نہ حاصل کرو، مسلمانوں کا قلع قمع نہ کر لو، اس وقت تک ایسی کوئی بات تمہارے منہ سے نہیں نکلنی چاہیئے —————— اور یاد رکھو، کہ جنوا روانہ ہونے سے پہلے، بلکہ اس ایوان سے باہر نکلنے سے پہلے ابھی تمہیں جوابدہی کرنی ہے، کچھ الزامات ہیں جن کی صفائی دینی ہے، جب تک یہ نہ کر لو، جیوفی کیا اس ایوان سے بھی باہر نہیں جا سکتے،"

یہ باتیں سنکر امبرٹو کا رنگ رخ زرد ہو گیا، ابھی اس نے کچھ کہا نہیں تھا کہ ایک راہب دوڑا دوڑا آیا، اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، لاٹ پادری اسے اتنا سراسیمہ دیکھ کر خود بھی پریشان ہو گیا، اس نے کہا،

"کیا بات ہے، تم اتنے مضطرب اور پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟"

اس نے کہا،

"کنگ البرٹ کا قاصد آیا ہے اور بہت بری خبر لایا ہے!"

لاٹ پادری نے پہلو بدلتے ہوئے کہا،

"اسے ہمارے سامنے پیش کرو!"

البرٹ کا قاصد حاضر ہوا، اس نے کانپتی ہوئی آواز سے یہ جگر خراش اور دل دوز خبر سنائی کہ :-

"کارسیکا سے کوچ کر کے مسلمانوں کا لشکر جنوا پر حملہ آور ہوا، شہر پناہ کی دیواروں میں نقب لگا کر مسلمان شہر میں داخل ہو گئے، اہل شہر تاب مقاومت نہ لا سکے۔ [1]

---

[1] تاریخ صقلیہ بحوالہ ابن خلدون صہ ۲۲۳

مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا، بے شمار مالِ غنیمت اور لاتعداد جنگی قیدی ان کے ہاتھ آئے، فوج کی ہمت یہ دیکھ کر جواب دے گئی، اس نے ہتھیار ڈال دیئے، کنگ البرٹ بھی گرفتار کر لیا گیا، شاہی محل پر اب مسلمانوں کا قبضہ ہے، قید کی حالت میں موقع پا کر بادشاہ نے مجھے بھیجا ہے!"

بے ساختہ لاٹ پادری کے منہ سے نکلا،

"جنوا فتح ہو گیا،؟"

قاصدوں نے عرض کیا،

"جی ہاں فتح ہو گیا، اس کی فوج گرفتار ہو گئی، شہر پر اب مسلمانوں کا تسلط ہے، عیسائیوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا ہے!"

لاٹ پادری گویا ہوا،

"ہاں میں جانتا ہوں مسلمان ظالم اور قصاب ہیں!"

قاصد نے اس غلط فہمی کو رفع کر دیا،

"نہیں تقدس مآب یہ بات نہیں ہے، بے شک قسمت نے ہم سے دھوکا کیا، ہم مفتوح ہو گئے لیکن مسلمانوں نے کسی پر ظلم نہیں کیا کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی، ان کا برتاؤ عام خلقت کے ساتھ ایسا ہے، جیسے وہ فاتح نہیں بے تکلف دوست ہیں بازار اسی طرح کھلے ہوئے ہیں، شہری زندگی اسی طرح جاری ہے، عدالتیں اسی طرح اپنا کام کر رہی ہیں، کلیساؤں کے امور میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کی گئی، لیکن یک بیک حکمران قوم سے محکوم قوم بن جانے کے باعث وہاں کے عیسائی اپنے مستقبل کے بارے میں پریشان اور ہراساں ضرور ہیں، اگرچہ سالارِ عسکر صہیب نے انہیں اطمینان دلایا ہے کہ ——"

لاٹ پادری یہ نام سن کر چونک پڑا،

"صہیب ——————— ؟"

قاصد نے عرض کیا،

"جی ہاں اس کا یہی نام ہے اور واقعہ یہ ہے کہ وہ آدمی کے روپ میں فرشتہ ہے"

لاٹ پادری نے اُسے ڈانٹا،

"خاموش!"

وہ خاموش ہو گیا، پھر لاٹ پادری نے پوچھا،

"اب مسلمانوں کا ارادہ کیا ہے؟"

قاصد نے عرض کیا،

"میں نہیں جانتا، لیکن بہرحال وہ جوا کی فتح پر اکتفا نہیں کریں گے۔"

---

(۴۶)

بُری خبر

ایوانِ کلیسا پر سناٹا چھایا ہوا تھا، ہر شخص دہشت زدہ، سراسیمہ اور مضطرب نظر آ رہا تھا، جنوا فتح ہو گیا! ——— ہر شخص کی زبان خاموش تھی، لیکن دل میں یہی لفظ دوہرا رہا تھا، اگر جنوا فتح ہو گیا، تو پھر جبونی بھی فتح ہو جائے گا، یہ ایک چھوٹی سی ریاست ہے وہ ایک مضبوط و مستحکم مملکت،!

دفعتًہ لاٹ پادری کی آواز فضا میں گونجی،

"ہم جبونی کا دفاع کریںگے ——— جنوا فتح ہو گیا لیکن جبونی ہتھیار نہیں ڈالے گا، وہ لڑے گا،

یہ آواز ابھی فضا میں گونج رہی تھی کہ ایک راہب دوڑا دوڑا آیا، اس نے ہانپتے ہوئے کہا،

"تقدس مآب میں بہت بُری خبر لے کر آیا ہوں!"

لاٹ پادری نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا،

"کہو ——— جلد کہو!"

وہ گویا ہوا،

"اسلامی لشکر نے جبونی کا محاصرہ کر لیا ہے!"

لاٹ پادری پر سکتہ طاری ہو گیا،

"کیا کہا؟ ——— جبونی کا محاصرہ کر لیا گیا، یہ نیا لشکر دشمن کا کہاں سے ٹوٹ پڑا؟"

راہب نے کہا،

"یہ وہی لشکر ہے جس نے جنوا فتح کیا ہے!"

لاٹ پادری نے پوچھا،

"ہماری فوج کیا کر رہی ہے؟ کیا وہ سو رہی ہے؟"

راہب نے اس سوال کا جواب ابھی نہیں دیا تھا کہ ایک دوسرا راہب دوڑتا دوڑتا آیا، اس کا سانس بھی پھول رہا تھا، اس نے وہیں صدر دروازے سے ہانک لگائی،

"تقدس مآب ———"

تقدس مآب لاٹ پادری صورت سوال خاموش کھڑے تھے، وہ دوڑتا دوڑتا قریب آ گیا، پھر اس نے کہا،

"ہماری فوج نے ہتھیار ڈال دیئے!"

لاٹ پادری نے خاموشی کے ساتھ یہ خبر سنی،

"اور کیا ہوا؟"

وہ بولا،

"مسلمانوں کا لشکر شہر میں داخل ہو گیا!"

لاٹ پادری نے پوچھا،

"کوئی اور خبر بھی ہے؟"

اس نے جواب دیا،

"سالار لشکر صہیب، ناسی جو ایک عرصہ تک سردار ولیم کا مہمان رہ چکا ہے، قلعہ میں اپنا ایک دستہ لے کر آ گیا ہے، اور ——————"

لاٹ پادری نے ڈپٹ کر سوال کیا،

"کیا ابھی کچھ اور بھی باقی ہے کہنے کو؟"

اس نے سرزنش کی پروا کئے بغیر کہا،

"اور ایک دوسرا دستہ کلیسا کو اپنے محاصرے میں لے چکا ہے، اب یہاں سے کوئی شخص بچ کر نہیں جا سکتا،

لاٹ پادری نے اپنے آپ کو بڑی مشکل سے سنبھالا، پھر سوال کیا،

"جونی کے دلیر اور جیالے سپاہی سب کٹ گئے، سب قتل ہو گئے، سب نے جان دے دی؟"

اس نے عرض کیا،

"جی نہیں سب گرفتار ہو گئے، بہت کم آدمی قتل ہوئے ہیں زیادہ تر گرفتار ——

لاٹ پادری اپنی جگہ سے اتر آیا، حاضرین کی صف میں کھڑا ہو گیا، اس نے کہا،

"آج سے یہ کلیسا اپنی عظمت سے محروم ہو گیا!"

لوسی بولی،

"نہیں ایسا نہ کہیئے، اس کی عظمت کوئی نہیں چھین سکتا مسلمان نہ مذہبی اداروں کو چھیڑتے ہیں نہ مذہبی رہنماؤں کو!

(۱۷۸)

دھڑکن

جبونی سرنگوں ہو گیا ، !

جبونی کے قلعہ پر اسلامی پرچم لہرانے لگا ،

اگرچہ صہیب نے داخل شہر ہوتے ہی اعلان کر دیا تھا ، جو اپنے گھر میں بیٹھ رہے گا ، اس سے کوئی باز پرس نہ ہو گی ، اور واقعی اسلامی فوجوں نے شہر کے زن و مرد میں سے کسی کو نہیں ستایا ، نہ کسی طرح کی اذیت دی . پھر بھی دہشت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص سہما ہوا تھا !

اب کیا ہو گا ؟

یہ سوال ہر دل میں اٹھ رہا تھا ،

اب ہماری حیثیت کیا ہو گی ؟

ہر شخص یہی سوچ رہا تھا ، !

کل تک ہم آزاد تھے ، آج سے غلام ہیں ، ہمارے آقا ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے ؟

ان کا برتاؤ کیا ہو گا ہمارے ساتھ ؟

دل کی ہر دھڑکن یہی سوال دہرا رہی تھی !

کیا ہم غلام بنا لئے جائیں گے ؟

کیا ہماری بیویاں، بیٹیاں، بہنیں باندیاں بنا لی جائیں گی ؟

کیا ہمیں جلاوطن کر دیا جائے گا ؟

کیا ہماری پونجی ہم سے چھین لی جائے گی ؟

کیا ہمیں بزور شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا ؟

زبانیں سب کی خاموش تھیں، لیکن ہر دماغ میں یہی خیال تھا جو گردش کر رہا تھا،

صہیب ایک فاتح کی شان سے سب سے پہلے ولیم کی محلسرا میں پہنچا، وہاں سب سے پہلے اس کی مڈبھیڑ مرتھا سے ہوئی،!

مرتھا، جولیانا کی محرم راز خادمہ ! ——— جسے صہیب اچھی طرح جانتا تھا، جو صہیب سے بخوبی واقف تھی !

مرتھا سے پہلا سوال صہیب نے یہ کیا ،

"سردار ولیم کہاں ہیں ؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں !"

مرتھا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے !

صہیب اس کے گریۂ بے اختیار سے پریشان ہو گیا ، اس نے پھر سوال کیا ،

"جولیانا کہاں ہے ؟"

مرتھا نے اس مرتبہ بھی جواب نہ دیا، آنسوؤں کے ساتھ سسکیوں اور ہچکیوں کا اضافہ ہو گیا !

صہیب نے تقریباً چیختے ہوئے جوش کے عالم میں کہا،

"جواب دو مرتھا ؟"

مرتھا نے جواب دیا ،

ولیم قتل کر ڈالا گیا! ——— آپ کی دوستی کے جرم میں، اسے لاٹ پادری نے قتل کر دیا، اب یہاں کا سردار جس کا ولی عہد امبرٹو ہے، ولیم کی بیوی میری دیوانی ہو گئی، اور مر گئی، ولیم کی لڑکی جولیانا کی آنکھوں کے سامنے یہ مظالم توڑے گئے، اس لئے کہ وہ آپ سے محبت کرتی تھی، اس پر کفر کا الزام لگایا گیا، اسے کلیسائے اعظم کے تہہ خانہ میں قید کر کے رونگٹے کھڑے کر دینے والی اذیتیں دی گئیں، پھر لاٹ پادری صاحب کی نیت بدل گئی، اور وہ اس پر فریفتہ ہو گئے، لیکن عورت ایک ہی مرتبہ محبت کرتی ہے، جس جولیانا نے امبرٹو کو ٹھکرا دیا تھا، وہ لاٹ پادری کو کس طرح قبول کر لیتی؟ جس جولیانا کے دل میں صہیب کا بت رکھا تھا، اور اس کی پرستش وہ کر رہی تھی، بھلا اپنے دل کے مندر میں کسی اور کو کس طرح داخل ہونے دیتی؟ پادری نے اسے ڈرایا دھمکایا، لالچ دیا، لیکن وہ اپنی جگہ قائم رہی، ادھر امبرٹو نے زور اور جبر کے ذریعہ اسے حاصل کرنا چاہا، مگر وہ ثابت قدم رہی، شاید وہ بھی اب تک ہلاک کر دی گئی ہوتی، لیکن خدا رحم کرے سردار ہنری پر جنہوں نے اپنی حکمتِ عملی سے اسے یہاں بلا لیا ———

صہیب نے عجیب، از خود رفتگی کے عالم میں کہا،

"مرتھا اب مجھ میں زیادہ سننے کی تاب نہیں ہے"!

مرتھا بولی،

"بہت اچھا چپ ہو جاتی ہوں،"

صہیب نے کہا،

"خدا کے لئے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر مجھے جولیانا کے پاس لے چلو"!

مرتھا نے بتایا،

"لیکن وہ تو یہاں نہیں ہے"!

صہیب پر مردنی کی کیفیت طاری ہو گئی،

"کہاں ہے وہ؟"

مرتھا نے کہا۔

"آج لاٹ پادری کا دربار ہو رہا ہے کلیسائے اعظم کے ایوان میں آج وہاں امبرٹو اور جولیانا کی قسمت کا فیصلہ ہو گا!"

صہیب نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

"نہیں اس کی قسمت کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا؛ وہ اپنے مقدر کی خود مالک ہے! ——— چلو میرے ساتھ!"

مرتھا آگے بڑھتی ہوئی بولی،

"آئیے تشریف لائیے، میرے پیچھے پیچھے!"

ذرا دیر میں مرتھا صہیب کو لے کر کلیسائے اعظم کے رفیع الشان ہال میں داخل ہو گئی!

---

(۴۸)

شیر کے سامنے بکری

کلیسا کے ہال میں سب لوگ خاموش کھڑے تھے، !

یکایک ایسا محسوس ہوا جیسے مضبوطی کے ساتھ جچے تلے قدم رکھتا کوئی شخص ایوان میں

داخل ہو رہا ہے،

ہر شخص کی نگاہیں اٹھ گئیں!

یہ صہیب تھا،

جس کے ہاتھ میں تلوار تھی، اور جو ایک فاتح کی شان سے ہال میں آہستہ آہستہ قدم

رکھتا آگے بڑھ رہا تھا،

ایوان میں بہت سے لوگ تھے، اور تقریباً یہ سب مسلح تھے، یہ اگر چاہتے تو آن کی آن

میں صہیب کا قیمہ قیمہ کر ڈالتے؛

لیکن صہیب کو دیکھتے ہی سب اس طرح کانپنے لگے، جیسے شیر کے سامنے بکری،

امیر ثوکا توانا جسم لرز رہا تھا، حالانکہ وہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے ارادہ سے

گھر سے نکلا تھا،

لاٹ پادری کا جسد مقدس بید لرزاں کی طرح کانپ رہا تھا، حالانکہ یہ وہی بزرگ تھے، جنہوں نے ابھی ذرا دیر پہلے اعلان کیا تھا ا جسونی جنوا نہیں ہے جو فتح ہو جائے، وہ لڑے گا اور ہتھیار نہیں ڈالے گا، وہ آخر وقت تک دفاع کا فریضہ انجام دیگا،

ہنری جسونی کا مانا ہوا بہادر تھا، لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے کسی نے اس کا خون سونت لیا ہو، اس کی کمر میں تلوار لٹک رہی تھی، لیکن اس کے دل میں خیال بھی نہیں آیا کہ اسے استعمال کیا جا سکتا ہے!

یہ سارے آدمی جو ایوان میں موجود تھے اگر کوئی ہتھیار استعمال نہ کرتے، صرف صہیب پر گر پڑتے، تب بھی وہ سر سہ ہو جاتا، وہ تن تنہا تھا، اور یہ جم غفیر، لیکن فاتح اور مفتوح میں یہی فرق تھا، اس مجمع اعدا میں وہ اس طرح کھڑا تھا، جیسے یہ سب نہایت حقیر قسم کے کیڑے مکوڑے ہیں، جنہیں جب چاہے وہ روند سکتا ہے، کچل سکتا ہے، پامال کر سکتا ہے!

صہیب آگے بڑھا، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،

"جولیانا میں آگیا!"

جولیانا اپنی جگہ سے اٹھی، اور اس کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی؛

صہیب نے اسے دیکھا اور پریشان ہو کر کہا

"جولیانا یہ تمہارا کیا حال ہو رہا ہے؟ ——— تمہاری ساری داستان میں متھا سے سن چکا ہوں، مصیبت اور ابتلا کا دور ختم ہو گیا، اب مسرت اور شادمانی کا دور شروع ہو گا، آؤ میرے ساتھ!"

جولیانا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی،

چلتے چلتے وہ رک گیا، اس نے جولیانا سے کہا،

"میں سردار ہنری سے ملنا چاہتا ہوں!"

یہ سُن کر ہنری صف سے آگے بڑھا، اور گویا ہوا،

"میں ہوں ہنری"!

صہیب نے اس پر ایک نظر ڈالی اور کہا،

"تمہیں اطلاع مل چکی ہوگی، جیونی نے ہتھیار ڈال دیئے!"

ہنری نے جواب دیا،

"جی ہاں یہ خبر مجھ تک پہنچ چکی ہے!"

صہیب نے کہا،

"تمہارے سوا اس ایوان میں جتنے لوگ ہیں، وہ سب گرفتار تصور کئے جائیں، ان میں سے کوئی بھی اگر باہر نکلنے کی کوشش کرے تو اس کی گردن قلم کردو، کلیسا کے باہر ہماری فوج کا ایک دستہ موجود ہے، اُسے میں نے تاکید کر دی ہے کہ کلیسا کے اندر داخل نہ ہو، تاکہ کسی کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں، لیکن کلیسا کی عظمت تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر تم موقع نہ دو گے تو ہمارا ایک سپاہی بھی اندر داخل نہ ہو گا، شہر کا نظم و انتظام بدستور تمہارے ہاتھ میں رہے گا، کل صبح اسی ایوان میں ہم اپنی پالیسی کا اعلان کریں گے، اس وقت نہ صرف حاضر الوقت لوگوں کو بلکہ جیونی کے دوسرے اعیان و امرا کو بھی موجود رہنا چاہیئے ——— جو شخص آنا چاہے وہ آسکتا ہے لیکن یہاں سے نکل اس وقت تک نہیں سکتا، جب تک اجازت نہ مل جائے!"

پھر اس نے ہنری سے لاٹ پادری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"کیا لاٹ پادری یہی بزرگ ہیں!"

ہنری نے اثبات میں جواب دیا،

"جی ہاں"

صہیب نے کہا

"انہیں بھی موجود رہنا چاہیئے!"

پھر اس کی نظر پرنس امبرٹو پر پڑی،

"آپ بھی تشریف رکھتے ہیں، میں نے جنوا میں آپ کو بہت ڈھونڈا، مگر پتہ چلا آپ جینوا میں تشریف فرما ہیں، زیادہ انتظار نہ کرسکا میں خود آگیا آپ کے پاس ——— !"

امبرٹو کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، لیکن وہ خاموش تھا،

پھر صہیب کی نگاہ، بطریق، اور لوسی پر پڑی،

"آپ دونوں بخریت پہنچ گئے، !"

بطریق نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا،

"جی ہاں آپ کی نوازش سے!"

لوسی نے کہا،

"آپ کا احسان ہم زندگی بھر یاد رکھیں گے!"

صہیب نے کہا،

"مجھے شرمندہ نہ کیجئے، میں نے جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا!"

پھر اس نے جولیانا سے کہا،

"آؤ چلیں!"

اور وہ دونوں ایوان سے باہر چلے گئے!

لاٹ پادری اور امبرٹو کی نگاہیں آخر تک تعاقب کرتی رہیں!

(۴۹)

سزا

صہیب اور جولیانا آمنے سامنے بیٹھے ہیں!

قصر شاہی کا شاہی کمرہ ہے، جہاں ایک عرصہ تک صہیب مہمان کی حیثیت سے مقیم رہا تھا،

صہیب نے محبت بھری نظروں سے جولیانا کو دیکھا، اور کہا،

"خدا کا شکر ہے میں نے تمہیں پا لیا!"

جولیانا باچشم پرنم بولی،

"مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے ایک خواب دیکھ رہی ہوں!"

صہیب :- نہیں جولیانا، خواب ختم ہو گیا، اب تم جو کچھ دیکھ رہی ہو، وہ ایک حقیقت ہے

جولیانا :- (آہ سرد کے ساتھ) یہ دن کس طرح گذرے ہیں، ان دنوں میں کیا کیا ستم مجھے سہنا پڑے ہیں، اس مدت میں کیسے کیسے ظالموں سے مجھے واسطہ پڑا ہے، سوچتی ہوں تو حیرت ہوتی ہے، زندہ کس طرح رہ گئی؛ مر کیوں نہ گئی؛،

صہیب :- مصیبتوں کا دور آتا ہے اور گذر جاتا ہے، وہ آیا اور گذر گیا، اب اُسے

مت یاد کرو!

جولیانا :- کیا اپنے باپ کا وہ قتل بھی بھول جاؤں، جو میری ان بدنصیب آنکھوں نے دیکھا ہے؛ آہ کیسا حادثہ تھا وہ بھی ——

صہیب :- نہیں جولیانا رو مت، حوصلہ قائم رکھو، مجھے معلوم ہے سردار ولیم کس طرح قتل کیا گیا، ان کا خون رائگاں نہ جائے گا ——

جولیانا :- (گلوگیر آواز کے ساتھ) آہ میری بے کس اور بے بس ماں!
جب تک زندہ ہوں یہ زخم ہرا رہے گا،

صہیب :- سچ کہتی ہو، یہ غم زندگی کا ساتھی ہے، لیکن اسے بھولنا پڑے گا، سوچو تو سہی، تم نے اپنی حالت کیا بنا لی ہے، کتنی لاغر ہو گئی ہو تم؛ کیا اس طرح وہ زندہ ہو جائیں گے؛

جولیانا :- غم، مایوسی اور مصیبت کی اس تاریکی میں بس صرف آپ کا تصور تھا، جو مجھے زندہ رہنے پر اکساتا تھا،

صہیب :- خدا کو اگر منظور ہے تو اب زندگی کی آخری سانس تک ہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے —— مجھے بھی اس کا بڑا صدمہ ہے کہ اتنی دیر میں کیوں پہنچا، کاش کچھ پہلے پہنچ گیا ہوتا، تو یہ حالات کیوں پیش آتے؟ لیکن وہی ہوتا ہے جو خدا کی مرضی ہوتی ہے، اور اس کی مشیت یہی تھی —— —— بتاؤ اب تم کیا چاہتی ہو؟"

جولیانا :- اب کچھ چاہنے کی مجھے کیا ضرورت ہے؛ کیا میں نے وہ سب کچھ نہیں پا لیا، جس کی مجھے آرزو تھی اور حسرت تھی!؟

صہیب :- تم میرا مطلب نہیں سمجھیں، کیا تم یہیں رہو گی، یا میرے ساتھ چلو گی؟

جولیانا :- اگر آپ یہاں رہیں گے تو ظاہر ہے یہیں رہوں گی، ورنہ جہاں آپ

وہاں ہیں،

صہیب :- کل میں اپنی پالیسی کا اعلان کروں گا، اور پھر کسی شخص کو یہاں کا ذمہ دار بنا کر بلورم چلا جاؤں گا،

جولیانا :- ٹھیک ہے، وہیں چلیے،

صہیب :- میں چاہتا ہوں فی الحال یہیں کے کسی شخص کو ذمہ داری سونپوں، کیا ہنری موزوں آدمی ثابت ہو گا؟

جولیانا :- وہ شریف آدمی ہے،

صہیب :- اور وفادار بھی؛

جولیانا :- بے شک وفادار بھی، اور شریف بھی، اگر وہ نہ ہوتا تو میں کہاں ہوتی یہ صرف اسی کی وجہ سے میری عزت بچی، میری زندگی بچی،

صہیب :- اس کا انعام اسے ملے گا، میں اس کا دامن سیم وزر سے بھر دوں گا!"

جولیانا :- وہ مستحق بھی اسی کا ہے،

صہیب :- اب ایک اور بات بتاؤ،

جولیانا :- کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟

صہیب :- امبرٹو نے جو مظالم تم پر توڑے ہیں، اور لاٹ پادری نے جس سفاکی کا ثبوت دیا ہے، یہ سارے واقعات مرتھا مجھے بتا چکی ہے
ان واقعات کا جب تصور کرتا ہوں تو میرا خون کھولنے لگتا ہے، جی چاہتا ہے تلوار لوں اور ان کی گردن اڑا دوں، بتاؤ مجھے ان سے کیا سلوک کرنا چاہیے!

جولیانا :- جو آپ مناسب سمجھیں، جو آپ کی رائے ہو،

صہیب :- میری جگہ تم ہوتیں تو کیا کرتیں؟

جولیانا :- امبرٹو اور لاٹ پادری کی بوٹیاں قیمہ قیمہ کر دیتی اور چیل کووں کو کھلا دیتی،

صہیب :- (ہنستے ہوئے) اتنا غصہ!

جولیانا :- اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا یہی نہ کرتے، جو میں نے کہا ہے؛

صہیب :- (سنجیدگی کے ساتھ) نہیں،!

جولیانا :- پھر کیا کرتے آپ؛

صہیب :- میں ان سے بڑا ہولناک انتقام لیتا!

جولیانا :- وہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں؛

صہیب :- نہیں تم نے جو انتقام سوچا ہے وہ بہت ہلکے قسم کا ہے، ان کا جرم جتنا سنگین ہے انتقام بھی اتنا ہی ہولناک ہونا چاہیئے!

جولیانا :- اچھا تو بتلایئے آپ کس طرح انتقام لینا چاہتے ہیں ——————؛

صہیب :- ابھی بتاتا ہوں، لیکن وعدہ کرو کہ میری تائید کرو گی!

جولیانا :- وعدہ کرتی ہوں!

صہیب :- میں انہیں معاف کر دیتا،

جولیانا :- (حیرت سے، کیا معافی بھی انتقام کی صورت ہے؛

صہیب :- ہاں بہت بڑی، ان مجرموں اور خطا کاروں کی اگر گردن قطع کر دی جائے،، تو فوراً اپنے کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے، لیکن اگر انہیں معاف کر دیا جائے تو زندگی بھر یہ انتقام انہیں ستاتا رہے گا ——————

معاف کر دو جولیانا ان بدبختوں کو میری خاطر سے ——————

میں نے تمہیں پا لیا، تم نے مجھے پا لیا، امبرٹو کی حکومت چھن گئی، اس کے ہاتھ سے جتنا بھی گیا، اور جبونی بھی، لاٹ پادری کی اب وہ حالت ہے جو دانت ٹوٹنے کے بعد سانپ کی ہوتی ہے، وہ اب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، پھر ان حقیر کیڑوں کی جان لینے سے کیا فائدہ!؟

جولیانا حیرت سے صہیب کو دیکھ رہی تھی، اور دل ہی دل میں اس کی عظمت کا کلمہ پڑھ رہی تھی، جواب میں وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ مرتھا آئی، اور اس نے کہا: ——

دستر خوان لگا دیا گیا ہے، کھانا تیار ہے۔"

ٹوٹی ہوئی تلوار

کلیسائے اعظم کا ایوان حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، شہر کے طبقۂ اُمرا و معززین کے تمام افراد موجود تھے، لیکن سب سہمے ہوئے، حواس باختہ، پریشان، سب کو اپنے حال اور مستقبل کی فکر تھی، سب اسی خیال میں کھوئے ہوئے تھے، کلیسائے اعظم اور اس سے متعلق دوسرے گرجاؤں کے بھی تمام راہب، راہبات، بطریق، پادری صف بستہ موجود تھے، جن مسلمانوں کو وہ ذلیل سمجھتے تھے جن کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے، جو ان کی نظر میں کافر اور واجب القتل تھے، آج انہی کے سامنے اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے ادب اور تعظیم سے سر جھکائے کھڑے تھے،

لاٹ پادری کے چہرے سے تشویش کا اظہار ہو رہا تھا، اب تک وہ مقدس پوپ کے نائب کی حیثیت سے امور دین و دنیا کے مالک تھے، سیاہ و سفید ان کے اختیار میں تھا، جو چاہیں کریں کوئی اُن کا ہاتھ پکڑنے والا نہ تھا، سربلندوں کو ذلیل کرنا، ان کا شیوہ تھا، ان کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ ایک فرمان کی حیثیت رکھتا تھا، شاہ و شہریار، وزیر و امیر، حامی اور عالم، سپاہی اور سالار عسکر، سب ان کے درم ناخرید

غلام تھے، کسی میں ہمت نہ تھی کہ ان کے سامنے چوں کر سکتا، تختِ حکومت پر کوئی بھی بیٹھے، حکومت کی باگ لاٹ پادری کے ہاتھ میں رہتی تھی ——————

لیکن آج ؛

آج ان کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں تھا،

آج وہ بے بس تھے!

دوسرے لوگوں کی طرح اپنی بے بسی پر دل ہی دل میں ماتم کناں،!

یہ پرنس امبرٹو تھا،

مسلمانوں کا دشمن، اور صہیب کا جانی دشمن!

جنوا سے اپنا لشکرِ گراں لے کر اس لئے چلا تھا کہ جبوئی ہوتا ہوا حدود صقلیہ میں داخل ہو گا، اور وہاں سے مسلمانوں کو سمندر میں دھکیل دے گا، یا ان کی عورتوں کو لونڈی بنائے گا، ان کے مردوں کو قید کر دے گا، ان کی دولت و ثروت پر قبضہ کر لے گا، مسجدیں مسمار کر دے گا، اور نئے کلیساؤں کی بنیاد ڈالے گا،

لیکن آج یہ سارے خیالات باطل ثابت ہو چکے تھے،!

وہ ایک بے بس قیدی کی طرح چپ چاپ کھڑا تھا، اور اپنے ہونٹ دانتوں سے کاٹ رہا تھا، اس کے لئے آزادی اور سلامتی کے سارے دروازے بند ہو چکے تھے، جنوا فتح ہو گیا، جبوئی نے ہتھیار ڈال دیئے! —————— اور صہیب اس کا حریف، اس کا رقیب، اس کا دشمن جان، فاتح کی حیثیت سے اس شہر میں موجود ہے، اس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے، سوا اس کے کہ اس کے ایک اشارے پر وہ قتل کر دیا جائے،

پھر اس کے دل میں خیال آیا، جولیانا، —————— آہ اب وہ بھی میرے قبضہ میں نہیں ہے، اب وہ صہیب کی بن چکی، اب وہ ہے اور صہیب،

یہ سوچ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا، بس چلتا تو صہیب کو ابھی اور اسی وقت ہلاک کر دیتا، لیکن ——

لوسی اور بطریق بھی موجود تھے، اور دونوں دل ہی دل میں سوچ رہے تھے۔ پہلی مرتبہ تو صہیب نے عزت و اکرام کے ساتھ ہمیں رہا کر دیا تھا، بلکہ ہمارے پسند کردہ مقام پر حفاظت کے ساتھ پہنچا دیا تھا، مگر کیا اب بھی وہ ایسا کرے گا؟ یہ معلوم ہو چکنے کے بعد بھی، کہ ہمارا لاٹ پادری سے کتنا گہرا رشتہ ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد بھی کہ لاٹ پادری صاحب غریب جولیانا پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ چکے ہیں؟

ہنری بھی ایوان میں ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا تھا!

وہ لاٹ پادری اور امبرٹو کی طرح حواس باختہ، مضطرب اور سراسیمہ تو نہیں تھا لیکن اس کا چہرہ بھی بتا رہا تھا کہ اپنے مستقبل کے بارے میں مبتلائے تشویش ضرور ہے!

دوسرے امرا اور رؤسا جو زرق برق لباسوں میں آراستہ تشریف فرما تھے، اسی اندیشہ میں مبتلا تھے کہ ان کی جاگیر، دولت، حشمت، جائیداد، حویلیاں اور مکانات ان سب چیزوں کا کیا حشر ہوگا؟

اس ملک میں کس طرح کا آئین نافذ ہوگا،

یہ کلیسائے اعظم جس کے ایوان میں ہم اس وقت موجود ہیں کہیں مسجد تو نہ بن جائے گا؟

اب تک یہاں خداوند یسوع مسیح کی عبادت ہوتی تھی، کہیں ایسا نہ ہو اب یہاں سے تکبیر کے غلغلے بلند ہونے لگیں، اللہ اکبر کی صدائیں اٹھنے لگیں، اور تین خداؤں کے بجائے ایک خدا کی پرستش کی جانے لگے، اگر ایسا ہوا تو کیا ہم مدافعت کر سکیں گے؟

نہیں تلوار کا جواب صرف تلوار سے دیا جا سکتا ہے اور ہماری تلوار ٹوٹ چکی ہے

(۵۱)

اِنسان

لوگ اسی حیص بیص اور فکر و اندیشہ میں مبتلا بیٹھے تھے کہ دفعتاً ایک حبا پوش دربان حاضر ہوا اور اس نے کہا،

"امیر صہیب تشریف لاتے ہیں!"

یہ سنتے ہی سب لوگ سنبھل کر بیٹھ گئے،!

فاتح آرہا تھا، اور اپنے ساتھ نوشتۂ قسمت بھی لا رہا تھا، دیکھا چاہیئے، وہ کیا کہتا ہے؟ اس کے منہ سے کیا نکلتا ہے؟"

صہیب آیا، جلال و جمال کی تصویر، وقار و اخوت کا پیکر!

اس کے ساتھ جولیانا بھی تھی انبساط و مسرت کی مثال، حسن و رعنائی کا مجسمہ!!

اسٹیج پر صرف ایک کرسی بچھی تھی، جس پر لاٹ پادری رونق افروز ہوا کرتے تھے صہیب جولیانا کے ساتھ اسٹیج پر چڑھ گیا ایک کرسی دیکھ کر ٹھٹکا اور خاموش کھڑا ہو گیا،

جولیانا نے کہا،

"آپ بیٹھیے!"

وہ مسکراتا ہوا بولا،

"یہ کیسے ہو سکتا ہے!"

اتنے میں ہنری اپنے ہاتھ پر اٹھائے ایک زرنگار کرسی لیکر حاضر ہوا، اور وہ کرسی اس نے لاٹ پادری کی کرسی کے قریب رکھ دی، صہیب نے جولیانا سے کہا

"بیٹھ جاؤ!"

وہ مسکراتی تبسم کی بجلیاں گراتی رعنائی و برنائی کے پھول برساتی شان اور دبدبہ کے ساتھ بیٹھ گئی،

پھر صہیب بھی خاموشی کے ساتھ متمکن ہو گیا!

صہیب نے حاضرین کو مخاطب کیا،

"حضرات،!"

مجھے نہیں معلوم، آپ لوگوں نے میرے اور میری قوم کے بارے میں کیا خیالات قائم کر رکھے ہیں، لیکن میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ نے ہمیں اچھا سمجھا تھا تو اچھا پائیں گے اور برا سمجھا تھا، تب بھی اچھا پائیں گے،

ہمارا مذہب ظلم کی اجازت نہیں دیتا، جس طرح اس کی یہ تعلیم ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، اسی طرح وہ انسانی برادری میں بھی اخوت کا علمبردار ہے، وہ کسی آدمی کو اس وقت مستحق سزا نہیں سمجھتا، جب تک وہ کسی قابل سزا حرکت کا مرتکب نہ ہو، صرف مذہب، قوم یا ملک کی بنیاد پر نہ کوئی اچھا ہوتا ہے، نہ برا، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم!

اچھائی اور برائی کا فیصلہ صرف انسان کے اعمال اور کردار سے ہوتا ہے، لہٰذا میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ کسی شخص کو صرف اس لئے ہدف ستم نہیں بنایا جائے گا، کہ وہ عیسائی ہے۔!

یہ سنتے ہی سب کے چہروں پر رونق آگئی،

صہیب نے تقریر کرتے ہوئے کہا،

"ہم مذہب کا احترام کرتے ہیں، اپنے مذہب کا بھی اور دوسروں کے مذہب کا بھی، ہم اپنے نبیؐ کے نام پر جان نثار کر دینا .... باعثِ سعادت سمجھتے ہیں ہمارا خیال ہے دوسرے بھی اپنے مذہبی رہنماؤں کے بارے میں ایسے ہی جذبات رکھتے ہوں گے، لہٰذا ہم دوسروں کی مذہبی عبادت گاہوں اور مذہبی رہنماؤں کا بھی پورا پورا احترام کرتے ہیں یہ کلیسائے اعظم اور اس سے متعلقہ دوسرے گرجے اسی طرح قائم رہیں گے، ان کے جو عہدے دار ہیں وہ بدستور اپنے منصب پر فائز رہیں گے ان کے نام پر جو جائیدادیں اور جاگیریں ہیں، ان میں کوئی مداخلت نہیں کی جائیگی!

ان الفاظ نے حاضرین کے پژمردہ چہروں پر رونق طاری کر دی!

صہیب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،

جبونی ہم نے فتح کیا ہے، لیکن ہم یہاں کے لوگوں کا دل بھی فتح کر لینا چاہتے ہیں تلوار سے صرف جسم ہوتا ہے، رواداری سے دل بھی فتح ہو جاتا ہے، آپ یقین کیجئے، رواداری ہمارا شیوہ ہے، ہم جبونی کے کسی باشندے کو ترکِ وطن پر مجبور نہیں کرینگے، کسی کا کوئی حق نہیں چھینیں گے، فوج کے داخلہ کے وقت جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا، بے شک وہ فوج کا حق اور حصہ ہے، لیکن اب کسی کے مال و دولت میں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا، اور اگر کسی نے ایسا کیا تو ہم اسے قرار واقعی سزا دینگے، ہم کسی کو بے وطن کرنا بھی نہیں چاہتے، جو رہنا چاہتا ہے شوق سے رہے لیکن اسے ہماری حکومت کا وفادار بن کر رہنا ہوگا، اپنے مذہبی اور قومی معاملات میں وہ بالکل آزاد ہوگا، لیکن نظمِ عمومی سے تعلق رکھنے والے معاملات میں اسے ہماری حکومت کے احکام ماننا ہوں گے، لیکن اگر کوئی یہ نہیں کرنا چاہتا اور کسی دوسرے علیسائی

شہر میں چلا جانا چاہتا ہے، تو وہ شوق سے جا سکتا ہے اور اپنا مال و اسباب بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے!

جن چہروں پر رونق آ چلی تھی، اب یہ الفاظ سُنکر وہ پھول کی طرح کھل اٹھے اُن کی آنکھوں میں نشاط و مسرت کی چمک پیدا ہو گئی،

صہیب نے بدستور تقریر کرتے ہوئے کہا،

دورانِ جنگ میں جو لوگ مرے اور زخمی ہوئے وہ اپنے انجام کو پہنچ گئے، لیکن اب جونی کے ہر باشندے کی جان و مال کی ذمہ داری ہم پر ہے، ہم اس کے نگہبان و امین ہیں، اگر کسی کو کوئی شکایت ہو تو بے تامل ہمارے پاس آئے، ہم تلافی کرینگے اور ہماری فوج کے کسی آدمی کی زیادتی ثابت ہوئی تو اسے عبرت انگیز سزا دیں گے!

______________________!"

یہ الفاظ مدہوش کن ثابت ہوئے!

وہ تمام اندیشے، خطرے، وسوسے جو دل میں پیدا ہو رہے تھے، یکسر کافور ہو گئے مٹ گئے! ہر شخص کے دل کا بوجھ اتر گیا، فکر دُور ہو گئی، اطمینان مسرت اور خوشی کا عالم طاری ہو گیا، بے ساختہ حاضرین نے جوش و خروش کے عالم میں،

"امیر صہیب زندہ باد"

کا نعرہ لگایا،

اور یہ نعرہ بڑی دیر تک کلیسائے اعظم کے ایوان میں گونجتا رہا!

تھوڑی دیر کے بعد جب جوش و خروش اور شور و غل ذرا کم ہوا تو صہیب نے ابیرڈ کو مخاطب کیا،

"میرے دوست، تم مجھ سے لڑنا چاہتے تھے، لیکن آج تم قیدی ہو، تمہارا حوصلہ دل کا دل میں رہ گیا مجھے افسوس اور ہمدردی ہے تم سے، میں تمہیں ایک اور موقعہ دینا

چاہتا ہوں، میں تمہیں رہا کرتا ہوں، جاؤ کنگ رابرٹ کے پاس جاؤ، اس سے مدد مانگو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا، اس سے فوج لو اور میدان میں آ کر مقابلہ کرو، جب اور جہاں کہو میں تمہارا استقبال کروں گا!"

یہ سن کر امبرٹو کی عجیب حالت ہوئی، لیکن وہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکا، حاضرین نے اس پر طنز اور حقارت کی نظر ڈالی صہیب نے پھر اسے مخاطب کیا،

"تم نے جو مظالم جولیانا پر کئے، جولیانا کی طرف سے میں انہیں معاف کرتا ہوں، اگر پھر تم نے مجھ سے کسی میدان میں شکست کھائی تو اطمینان رکھو تمہیں مجھ سے یہ شکایت نہ ہوگی کہ میں نے تم سے ذاتی انتقام لے لیا ہے!"

پھر صہیب نے لاٹ پادری کو مخاطب کیا،

تقدس مآب ہونے کے باوجود آپ نے جو حرکتیں کی ہیں، اب میرے علم میں ہیں، امیر زادہ ولیم کی بے کسانہ موت، میری کی دیوانگی اور پھر مرگ ناگہاں، یہ اور دوسرے سارے واقعات میرے علم میں ہیں، ان میں سے ایک واقعہ بھی آپ کو مستحق قتل قرار دینے کے لئے کافی ہے، لیکن آپ کا نہیں اس جامۂ پارسائی کا احترام کرتے ہوئے میں آپ کو کوئی سزا دینا نہیں چاہتا سوا اس کے آج سے آپ لاٹ پادری نہیں ہیں، امبرٹو کے ساتھ آپ تشریف لے جائیے، اور اس کی مدد کیجئے"

پھر وہ لوسی کے شوہر لبطریق سے مخاطب ہوا،

"آج سے آپ لاٹ پادری ہیں"!

اور پھر کسی کے جواب کا انتظار کئے بغیر صہیب اٹھا اور جولیانا کے ساتھ قلعہ میں واپس چلا گیا!

---

(۵۲)

چراغاں

واقعی صہیب نے جبونی کے باشندوں کا دل جیت لیا، اس کی تلوار وہ کام نہ کر سکی جو اس کے اخلاق، رواداری، اور عالی ظرفی نے کر دکھایا مغلوب و مفتوح ہونے کے باوجود جبونی کے باشندوں میں اپنے مستقبل اور مسلمانوں کے انداز حکومت کے بارے میں جو شکوک و شبہات تھے، وہ آن کی آن میں رفع ہو گئے، اب تک جبونی کے لوگ مسلمانوں کے دشمن تھے، آج وہ ایک مسلمان کا حلف وفاداری اٹھا رہے تھے اور اپنے اس کارنامے پر خوش تھے، مسرور تھے، اب ان کے دل میں کوئی اندیشہ نہیں تھا، وہ ہر خطرے سے آزاد ہو چکے تھے،

لاٹ پادری صاحب اور پرنس امبرڈ ٹنگ رابرٹ کی خدمت میں روانہ ہو چکے تھے صہیب نے اس کا انتظام کر دیا تھا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو، راحت و آسائش کے جملہ انتظامات مہیا کر دیئے گئے تھے، البطریق لاٹ پادری بن جانے پر بہت خوش تھا، لوسی کو گو بھائی سے جدا ہونے کا غم تھا، لیکن وہ خوش تھی کہ اتنے عظیم پیاہ کارناموں کے باوجود امیر صہیب کی عالی ظرفی نے اسے قتل کرنا گوارا نہ کیا،

آج جبونی میں جشن برپا تھا چراغاں ہو رہا تھا!

ہر گھر میں مسرت کے شادیانے بج رہے تھے،

آج صہیب اور جولیانا کی شادی ہو رہی تھی!

آج دو محبت کرنے والے دل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک ہو رہے تھے، عہد فراق ختم ہو گیا، نوید وصل گئے وہ ساری کلفتیں فراموش کر دیں، جنہوں نے زندگی اجیرن کر رکھی تھی،!

اس جشن میں ہر شخص جوش و خروش کے ساتھ حصہ لے رہا تھا،

جبونی کا کوئی باشندہ ایسا نہیں تھا، جو دل سے اور خلوص کے ساتھ، اس پر مسرت تقریب پر خوشی کا اظہار نہ کر رہا ہو،

آج مرتھا بھی بہت خوش تھی ——— !

اس کی آقا زادی مصیبت کے بندھنوں سے آزاد ہو کر اپنی نئی اور شاندار زندگی کا آغاز کر رہی تھی،

وہی کی مسرت کا اندازہ تو کوئی کر ہی نہیں سکتا،!

جولیانا کو دولہن بنانے میں اس نے اپنا سارا ہنر صرف کر دیا تھا،

خود جولیانا کی خوشی حد بیان سے باہر تھی،

صہیب کی جدائی میں اس نے کیسے کیسے صدمے نہ اٹھائے تھے، اسے پانے کے لئے کون سی قربانی تھی جو اس نے پیش نہیں کی؟ اسی لئے اس نے امبرٹو کو اپنا دشمن بنایا اور لاٹ پادری کی ہدف ستم بنی ——— لیکن آج یہ دلدوز، جگر فگار، اور دل خراش واقعات افسانۂ ماضی بن چکے تھے، اب تو نشاط و سرور کا دور تھا، اور ایک شاندار اور خوش آئند مستقبل استقبال کے لئے موجود تھا،

صہیب اتنے دنوں تک جولیانا سے دور رہا تھا!

اتنے عرصہ تک وہ جہاد میں مصروف رہا تھا!

اس مدت میں وہ وطن بھی گیا، ماں سے بھی ملا، بہن سے بھی، دوستوں سے بھی، بزرگوں سے بھی، لیکن کون وقت تھا، جب اس کا دل جولیانا کی یاد سے خالی رہا ہو؛

جنگ کا میدان ہو یا احباب کی محفل، امیر صقلیہ کا دربار ہو یا گھر کی پُرمحبت فضا قاضی میمون کا حلقۂ فیض ہو یا اصحابِ جنگ و پیکار کی مجلس مشورت، ہر جگہ اور ہر کہیں جولیانا اُسے موجود ملتی تھی،!

آج اتنے دنوں کے بعد اتنی جدائی سہنے کے بعد جولیانا اس کی تھی،

زندگی بھر کے لئے،

زندگی کی آخری سانس تک کے لئے؛

رسم نکاح خیر و خوبی کے ساتھ انجام پائی صہیب نے ایک مسلمان کی حیثیت سے ایک عیسائی عورت ——— جولیانا ——— کو اپنے حبالۂ عقد میں لے لیا، نہ اس نے جولیانا سے یہ کہا کہ وہ اسلام قبول کر لے، نہ جولیانا نے اس سلسلہ میں کوئی بات چھیڑی، اس تقریب سعید کے موقع پر جہاں قاضیٔ عسکر تشریف فرما تھے، وہاں، لاٹ پادری یعنی سابق بطریق ارلوسی کا شوہر بھی موجود تھا!

رسم شادی کے انجام پانے کے بعد صہیب اپنے شبستان عیش میں پہنچا تو جولیانا کو دیکھنے کے لئے اس سے ملنے کے لئے، اس سے باتیں کرنے کے لئے وہ بیقرار ہو رہا تھا راستے میں اُسے لوسی ملی، اس نے ٹوکا،

"کہاں جا رہے ہیں آپ؛"

صہیب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جولیانا کے پاس!"

وہ راستہ روک کر کھڑی ہو گئی،

"نہیں جا سکتے آپ!"

صہیب نے پوچھا،

"کیوں؟ آخر میں اپنی بیوی کے پاس کیوں نہیں جا سکتا؟"

لوسی نے اسی طرح سامنے کھڑے کہا،

"مجھے ابھی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کی تعمیل پر مجبور ہوں!"

صہیب نے پوچھا،

"کیا اس محل میں جولیانا کے سوا کسی اور کا حکم بھی چلتا ہے؟"

وہ بولی،

"یہ جولیانا کا حکم ہے، !"

صہیب خاموش ہو گیا، اسے خاموش دیکھ کر لوسی نے کہا،

"ڈر گئے آپ؟ —— اچھا چلیئے میں تو مذاق کر رہی تھی، آیئے میرے ساتھ چلیئے!"

اور پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی،

لوسی صہیب کو لے کر جولیانا کے کمرہ میں پہنچی، جو بجائے خود اس وقت دولہن بنا ہوا تھا، لوسی نے جولیانا سے کہا،

"آنکھیں کھولو، دیکھو تمہارے سامنے ہاتھ باندھے کون کھڑا ہے؟"

جولیانا نے استقبال کے لئے اُٹھتے ہوئے کہا،

"آپ اسے اپنے ساتھ کیوں لے آئے؟"

صہیب نے لوسی کو چھیڑتے ہوئے کہا،

"تشریف لے جایئے —— مجھے یہی حکم دیا گیا ہے!"

وہ مسکرانے لگی،

"اور اگر میں نہ جاؤں تو ؟"

قبل اس کے کہ صہیب جواب میں کچھ کہے، جولیانا نے کہا،

"پھر میں تمہیں کان پکڑ کر نکال دوں گی !

لوسی نے کہا،

"اچھا چلی جاؤں گی، لیکن کھانا تمہارے ساتھ کھا کر!"

پھر اس نے دستک دی، فوراً مرتھا حاضر ہوئی، اسے اس انداز میں جیسے وہ خود ہی جولیانا ہے حکم دیا،

"کھانا حاضر کیا جائے ؟"

مرتھا فوراً سر جھکا کر واپس چلی گئی !

اور ذرا دیر میں طرح طرح کے الوان نعمت ساتھ کے کمرے میں مہیا کر دیئے گئے،

لوسی نے جولیانا کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور لے جا کر دستر خوان پر بٹھا دیا، پھر صہیب سے مخاطب ہوئی،

"آپ بھی تشریف لائیے !"

صہیب نے جواب دیا !

"بدقسمتی سے میں کھا چکا ہوں، باہر سردار ہنری نے بڑی شاندار دعوت کی تھی !"

———

لوسی نے شکایت کرتے ہوئے کہا،

آپ بڑے وہ ہیں، ہنری کی بیوی لڑکیاں معززین شہر کی بیگمات، سب کی دعوت تھی، سب آئیں، سب نے کھایا، مگر یہ جولیانا صاحبہ درد سر کا عذر کئے پڑی رہیں، ایک لقمہ جو کھایا ہو، کیوں ؟ اس لئے کہ آپ کے ساتھ کھائیں گی !! اور آپ باہر کھا آئے

یہی انصاف ہے آپ کا !

صہیب بھی بیٹھ گیا،

"دوبارہ سہی؛"

اس کے قہقہے کمرے میں گونجنے لگے!

دیر تک بے تکلفی، اپنائیت، خلوص اور اعتماد کی یہ محفل قائم رہی، قہقہوں اور اور چٹکیوں کے ساتھ دُنیا جہان کے مسائل پر باتیں ہوتی رہیں!

(۵۳)

وفاداری

دو سال گذر گئے!

صہیب اب جبونی کا گورنر تھا صقلیہ کی اسلامی حکومت اس کی پشت پناہ تھی، آس پاس کے رجواڑے اس کے نام سے دہلتے تھے، اس کے عدل و انصاف نے اہل شہر کو اس کا گرویدہ کر لیا تھا۔ اس کی رواداری، اخلاق، حسن سلوک، رحم دلی اور جود و سخا نے باشندگان جبونی کے دل فتح کر لئے تھے۔ جولیانا اس کی شریک حیات تھی، اور شریک عمل بھی، وہ صرف صہیب کی بیوی ہی نہیں تھی دوست بھی تھی، ساتھی بھی، اور ہمدم و جاں نثار بھی، جب کوئی مشکل مسئلہ در پیش ہوتا، جب کوئی کٹھن گھڑی آتی، جب کسی طرح کی دشواری مزاحم ہوتی، اس کے مشورے، اس کی دل جوئیاں اس کے لئے سہارا بن جاتیں، پہلے وہ جولیانا سے صرف محبت کرتا تھا، اب عزت اور عظمت بھی کرنے پر مجبور ہو گیا تھا، وہ پریشان ہوتا تو جولیانا اس کا دل بہلاتی، وہ فکر مند ہوتا تو جولیانا خوش آیند پہلو اس کے سامنے پیش کر دیتی، وہ تھکا ہوا نظر آتا تو جولیانا اُسے اپنے نغمۂ دل پذیر سے مسحور کر دیتی، پھر وہ خوش ہو جاتا، اس کی پریشانیاں دور ہو جاتیں

اور وہ محبت کی، خلوص کی دنیا میں پہنچ جاتا، جہاں نہ کوئی حریف تھا نہ رقیب، نہ دشمن نہ مخالف،!

زندگی اسی طور سے گذر رہی تھی،

وہی جیرنی جو تہذیب اسلامی کا سب سے بڑا مخالف تھا، اب اسلامی تہذیب ثقافت کا مرکز بنتا چلا جا رہا تھا،!

جہاں کوئی مسلمان نہ تھا، اب وہاں مسلمانوں کی کئی بستیاں قائم ہو گئی تھیں، مسجدیں بن گئی تھیں، اور وہاں سے تکبیر و تہلیل کی جاں فزا صدائیں بلند ہوا کرتی تھیں۔

مسلمان اور عیسائی، پہلو بہ پہلو دوش بدوش، سکون اور اطمینان، اخوت اور مساوات کی زندگی بسر کر رہے تھے، مسلمانوں کے دل میں عیسائیوں کے خلاف کوئی کدورت نہ تھی، عیسائی مسلمانوں سے اپنا دل صاف کر چکے تھے، قاضی کی عدالت میں بغیر تمیز نسل و رنگ اور قوم و مذہب سب کے ساتھ انصاف ہوتا تھا،

اکثر ایسا ہوتا ایک معمولی عیسائی، کسی با اثر دولت مند، .... مسلمان کے خلاف فریادی بن کر قاضی کی عدالت میں پہنچا، قاضی دونوں فریقوں کو اپنی بارگاہ میں طلب کرتا، بیانات سنتا، گواہیاں لیتا، دلائل کو پرکھتا، اور فیصلہ کر دیتا، اور یہ فیصلہ عیسائی کی حمایت میں اور مسلمان کی مخالفت میں ہوتا، جسے داد پانے کی توقع نہ ہوتی، وہ شادکام اور نامراد خنداں اور مسرور واپس جاتا، جس کے پاس دولت بھی ہوتی اور رسوخ بھی، ناکام واپس جاتا،

اس طرح کے واقعات نے مسلمانوں کی عظمت اور کشش میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا، عیسائی مسلمانوں کے اس وقت تک دشمن بنے، جب تک انہوں نے مسلمانوں کو آنکھوں سے نہیں دیکھا، لیکن جب مسلمان ان کے پڑوسی بن گئے، انہوں نے قریب سے مسلمانوں کو دیکھا، ان کی سیرت، کردار، دیانت، امانت، شرافت اور عدالت کا مشاہدہ

کیا تو وہ مسلمانوں کے دوست بن گئے، عقیدت مند بن گئے، خود بخود ان میں اسلام قبول کرنے کی تحریک ہوئی، اور وہ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے،

دین کے معاملہ میں کسی پر زبردستی اور جور و جبر کی اجازت نہ تھی، نہ کسی کو اس پر مجبور کیا جاسکتا تھا، کہ وہ کوئی مذہب قبول کرلے، نہ اس پر مجبور کیا جاسکتا تھا کہ اگر مذہب تبدیل کرنا چاہے تو نہ کرے،

پھر ایک بات اور بھی تھی،!

عیسائیت نے انسان کو اس کے فکر و ذہن کو، اس کے خیال و تصور تک کو غلام بنایا تھا اور بیڑیوں میں جکڑ دیا تھا، سماجی زندگی بھی طرح طرح کے قیود سے جکڑی ہوئی تھی اس کے برعکس اسلام کی سوسائٹی ان مفاسد سے پاک تھی، مسلمانوں کے ہاں فکر و ذہن کو پوری آزادی حاصل تھی، نطق و کلام پر بھی کسی طرح کی پابندی نہ تھی وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ امیر وقت، سالار عساکر اور والیٔ شہر کو ایک عام مسلمان برسرِ منبر ٹوک دیتا تھا، اس کی غلطی کا برملا فاش کردیتا تھا اور بجائے اس کے کہ اس "گستاخی" پر اسے سزا ملے انعام ملتا تھا، دلجوئی کی جاتی تھی، تعریف و تحسین سے اسے نوازا جاتا تھا۔

کیونکر ممکن تھا کہ یہ باتیں دوسروں کو متاثر نہ کرتیں؟

انہوں نے متاثر کیا، اور وہ متاثر ہوئے، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بغیر کسی سعی اور کوشش کے اسلام کا حلقہ روز بروز وسیع تر ہوتا چلا گیا، جبونی میں اسلام اب اجنبی نہیں تھا، مانوس اور محبوب تھا، مسافر نہیں تھا، مقیم اور مکین تھا،!

(۵۴)

رشک

اور ایک روز تو بڑا عجیب واقعہ پیش آیا،

صہیب اور جولیانا بیٹھے پیار اور محبت کی باتیں کر رہے تھے، سامنے ایک ننھی سی بچی کھیل رہی تھی ـــــــــ مریم یہ صہیب اور جولیانا کی محبت کی نشانی تھی!

پھول کی طرح خوبصورت!

ماں باپ اس ننھی سی گڑیا پر جان دیتے تھے!

مریم کھیل رہی تھی، اور جولیانا اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی، پھر کسی بات پر وہ رونے لگی، جولیانا ہمک کر اٹھی: اسے گود میں لے لیا، کلیجہ سے لگا لیا، اور پیار کرنے لگی، ماں کی ممتا نے روتی ہوئی بچی پر فوری اثر کیا، اس نے رونا ترک کر دیا، اور ماں کو گھورنے لگی، اور پھر مسکرانے لگی!

صہیب نے کہا،

"جولیانا ایک بات تو بتاؤ ـــــــــ مریم کو زیادہ چاہتی ہو یا مجھے؟"

جولیانا نے مریم کو اور زیادہ زور سے چمٹا لیا، پھر کہا،

"اس سوال کا مطلب؟"

صہیب نے جواب دیا،

"میں کچھ ایسا محسوس کرنے لگا ہوں، جیسے تمہاری محبت اب تقسیم ہوتی جارہی ہے، میرے اور مریم کے درمیان، اور جس تیزی سے تقسیم ہو رہی ہے، اگر یہی رفتار قائم رہی تو شاید وہ دن بہت جلد آجائے گا، جب میرے حصہ میں صفر کے سوا کچھ نہ رہ جائے گا!"

جولیانا نے جھنجھلاتے ہوئے لہجہ میں کہا،

"ہٹیئے بھی ——— ایسی باتیں کیوں آتی ہیں آپ کے دل میں؟"

صہیب :- کیوں نہ آئیں؟

جولیانا :- یونہی بغیر سبب؛

صہیب :- کیا یہ واقعہ نہیں ہے، کہ تم مریم سے بہت زیادہ محبت کرتی ہو؟

جولیانا :- اور آپ شاید نفرت کرتے ہیں اس سے؛ میں اپنی محبت چھپا نہیں سکتی، ظاہر کر دیتی ہوں، آپ اپنی محبت چھپا سکتے ہیں ———

صہیب :- یعنی ———

جولیانا :- بارہا میں نے دیکھا ہے کہ آپ سوتے سوتے اس کی آواز سُنکر چونک پڑتے ہیں، اور مجھے سوتا دیکھ کر اسے خوب خوب پیار کیا ہے کھیل کھیلا ہے اس سے؛ جی بہلایا ہے اس کا!

صہیب :- (مسکراتے ہوتے) وہ تو اس لئے کہ تمہاری نیند میں خلل نہ پڑے، تم جاگ نہ جاؤ ——— لہٰذا ثابت ہوا کہ میں پہلے تم سے محبت کرتا ہوں، پھر مریم سے،

جولیانا :- بس رہنے بھی دیجئے، مجھے آپ کی طرح باتیں بنانا نہیں آتیں ——— !

صہیب :- لاجواب ہو کر بھی ہارنا نہیں سیکھا ہے تم نے!

جولیانا :- آپ ہی سے تو یہ فن سیکھا ہے میں نے!

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لوسی آ گئی، جولیانا نے اس سے کہا،

"سنتی ہو؛ (صہیب کی طرف اشارہ کر کے) یہ ننھی مریم سے جلنے لگے ہیں،

——— اتنا بھی کوئی حاسد نہ ہو!

لوسی نے صہیب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، پھر پوچھا،

"کیا واقعی یہ سچ ہے؟"

صہیب نے جواب دیا،

"پھر کیا کروں؛ میری جگہ تم ہوتیں تو تم بھی یہی کرتیں؛"

لوسی نے سراپا حیرت بن کر پوچھا،

"یعنی اپنی لڑکی سے جلنے لگتی؛"

صہیب نے جواب دیا۔

"اور کیا؛ ——— ایک وہ زمانہ تھا کہ ہم سب کچھ تھے، ایک زمانہ ہے کہ ہم کچھ نہ رہے، ہماری جگہ مریم صاحبہ نے لے لی، انصاف سے کہنا، اس بات پر غصہ نہیں آئے گا، طبیعت نہیں جلے گی؛

لوسی کھلکھلا کر ہنس پڑی،

"اچھا یہ بات ہے! ——— تبھی پھر تو واقعی جلنے کی بات ہے"!

جولیانا نے شکوہ آمیز لہجہ میں کہا،

"تم بھی انہی کی سی کہنے لگیں؛"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"جی نہیں میں نے ایک سچی بات کہی ہے، چاہے وہ کسی کے موافق ہو یا مخالف!"

جولیانا نے جل کر کہا،

"بہت اچھا ———— وہ زمانہ بھی شاید جلد ہی آرہا ہے، جب ہم بھی اسی طرح کی سچی بات کہیں گے، پھر پوچھیں گے، اب فرمائیے کیا ارشاد ہوتا ہے؛

لوسی شرما گئی وہ اُمید سے تھی،، اتنے میں مرتھا آئی، اس نے صنیب سے کہا

کچھ لوگ آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کرنا چاہتے ہیں،!

(۵۵)

راہِ راست کی طرف

ننھی مریم سے صہیب کھیل رہا تھا، جولیانا لوسی کے ساتھ کلیسائے اعظم، بڑے دن کی تقریب میں گئی ہوئی تھی، مرتھا بھی نہیں گئی تھی، وہ بھی ابھی تک نہیں لوٹی تھی، کافی دیر تک مریم صہیب کی دلچسپ حرکتوں اور باتوں سے لطف اندوز ہوتی رہی، لیکن زیادہ دیر ہوگئی تو اس کی طبع تنوع پسند اس یکسانیت سے گھبرا گئی، اور اس نے صہیب کی ہر طرح کی دل جوئیوں اور نازبرداریوں کے باوجود رونا شروع کر دیا صہیب نے لاکھ لاکھ جتن کر ڈالے، مگر اس کے گریۂ بے اختیار میں کوئی فرق نہ آیا، اتنے میں جولیانا آگئی، اس نے جھپٹ کر اُسے گود میں اُٹھا لیا، اور صہیب سے شکوہ کرتے ہوئے کہا،

"واہ آپ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ ذرا دیر لڑکی کو بہلاتے رہتے ——— ؛"

صہیب نے اُکتائے ہوئے انداز میں کہا،

"ہاں صاحب مجھے اپنی ناکامی کا اعتراف ہے!"

جولیانا مریم کو پیار کرنے لگی، صہیب نے کہا،

غضب خدا کا اتنی شیطان، اتنی دیر سے میرے ساتھ کھیل رہی تھی، بہلی ہوئی

تھی ہنس رہی تھی مگر جب اس نے اندازہ کیا کہ تمہارے آنے کا وقت قریب آگیا ہے تو فیل مچانے شروع کر دیتے، رونے لگی ۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور اس نے مریم کے گال میں ایک ہلکی سی چٹکی لی، مریم جو ماں کی گود میں پہنچ کر رونا بھول چکی تھی، اس حملہ کی تاب نہ لا سکی، پھر رونے لگی، جولیانا نے خفا ہوتے ہوئے کہا،

"واہ ـــــــــــــــــــــ"

مرتھا آگے بڑھی اور مریم کو گود میں لے کر دوسری طرف کہیں کسی اور کمرے کی طرف چلی گئی، مرتھا کے جانے کے بعد جولیانا نے کچھ رکتے ہوئے کہا۔

"آج زندگی کے ایک انقلابی فیصلہ سے میں آپ کو مطلع کرنا چاہتی ہوں"

جواب دینے سے پہلے صہیب نے جولیانا کی طرف دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا، کہ اس پر غضب کی سنجیدگی طاری تھی اتنا سنجیدہ اس نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس نے پوچھا،

"خیریت تو ہے، کیا فیصلہ کر لیا تم نے؟"

جولیانا نے جواب دیا۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے باقاعدہ اسلام قبول کر لینا چاہیئے!"

صہیب یہ سن کر خوش تو ہوا، لیکن اس نے کہا،

"یکایک یہ فیصلہ کیوں کر لیا تم نے؟ میری طرف سے تو کبھی کوئی تحریک اس سلسلہ میں نہیں کی گئی!"

جولیانا نے جواب دیا،

"آپ کی طرف سے اگر تحریک ہوتی تو شاید میرا یہ فیصلہ نہ ہوتا ـــــــــــــ حقیقت یہ ہے کہ، ایک عرصے سے میں ذہنی کشمکش میں مبتلا تھی،"

صہیب نے سوال کیا،

"لیکن وہ کون سی چیز تھی جس نے تمہیں ذہنی کشمکش میں مبتلا کر رکھا تھا؟"

جولیانا نے کہا؛

"ایک طرف وہ سوسائٹی تھی جس میں میں نے آنکھیں کھولیں، وہ مذہبی فضا تھی، جس میں میری نشوونما ہوئی، وہ روایات تھے جو میرے رگ و ریشہ میں رچے ہوئے تھے، وہ قومی اور ملی عصبیت تھی، جو مجھے بار بار اپنی طرف کھینچتی تھی، دوسری طرف ایک نیا دین تھا، جس کی ہر بات، جس کا ہر اصول، جس کی ہر تعلیم براہ راست دل کو اپیل کرتی تھی، جب کبھی تنہائی میں اس مسئلہ پر سوچنے کا موقع ملا، دل کا فیصلہ یہی ہوتا تھا کہ مجھے اسلام قبول کر لینا چاہیئے، لیکن دماغ مانع آتا تھا، وہ مجھے روکتا تھا ایک عرصہ دراز کی ذہنی، قلبی اور دماغی کشمکش کا یہ نتیجہ نکلا کہ سب میں صلح ہو گئی،

صہیب :- یعنی اب دل اور دماغ دونوں کا فیصلہ یہ ہے کہ تمہیں اسلام قبول کر لینا چاہیئے؛

جولیانا :- جی ہاں،

صہیب :- لیکن تم تو کلیسائے اعظم گئی تھیں، وہیں سے واپس آ رہی ہو،

جولیانا :- تو اس سے کیا ہو سکتا ہے؛

صہیب :- جب تم نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گی، تو پھر وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی؛"

جولیانا :- لوسی میری دوست ہے نا؛ اسی سے مشورہ کرنے گئی تھی،

صہیب :- بہت خوب، لاٹ پادری کی بیوی سے آپ مشورہ کرنے گئی تھیں کہ اسلام قبول کر لیں ——— ؛

جولیانا :- ہاں تو کیا ہوا؛

صہیب :- پھر ان مشیر اعظم نے کیا صلاح دی؛

جولیانا :- اس نے بڑے مزے کی بات کہی ،

صہیب :- وہی تو سننا چاہتا ہوں ،

جولیانا :- کہنے لگی ، ضرور اسلام قبول کر لو ، میں نے کہا یہ تم کہہ رہی ہو ؟ وہ بولی ، میں تو تم سے پہلے مسلمان ہو چکی ہوں ، فرق یہ ہے کہ تم اعلان کر رہی ہو ، اور میں خاموش ہوں ، میں نے تو اسلام اسی دن قبول کر لیا تھا ، جس روز امیر صہیب نے جیونی کے لاٹ پادری کی جان بخشی کی تھی ، جس روز انہوں نے پرنس امبرٹو کو پروانۂ رہائی عطا کیا تھا ، جس روز جیونی کے ہر باشندے کو انہوں نے یہ نوید دی تھی ، کہ وہ اپنے دینی ، مذہبی ، قومی اور ذاتی معاملات میں بالکل آزاد ہے ۔

صہیب :- اگر یہ بات ہے تو وہ بھی کیوں نہیں اپنے اسلام کا اعلان کر دیتی ؟

جولیانا :- یہی سوال میں نے بھی اس سے کیا تھا ؛

صہیب :- پھر کیا جواب دیا اس نے ؟

جولیانا :- اس نے کہا ، خدا نے تمہیں جیسی اخلاقی جرأت دی ہے مجھے نہیں دی ہے دل میں اسلام کو برحق سمجھتے ہوئے بھی میں علانیہ مسلمان ہو جانے کی جرأت نہیں رکھتی ، اگر میں نے اعلان کر دیا تو میرے نیک اور پاکباز شوہر کا دل پھٹ جائے گا ، میری مفتوح اور مظلوم قوم کا حوصلہ جواب دے جائے گا ، میں عیسائیت ترک کر چکی ہوں ، لیکن اپنی قوم کو نہیں چھوڑ سکتی ، اپنے سماج سے دستبردار نہیں ہو سکتی ، اپنے شوہر کا دل نہیں توڑ سکتی ، اسے میری کمزوری کہہ لو ، اور میں خود بھی اعتراف کرتی ہوں کہ یہ میری کمزوری ہے ، لیکن کم از کم فی الحال اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی ،

صہیب :- مجھے لوسی کے جذبات سے ہمدردی ہے ،

جولیانا :- مجھے بھی،

صہیب :- سچی بات یہ ہے کہ مذہب کا بدلنا اتنا مشکل نہیں ہے، جتنا اس قوم سے قطع تعلق کرنا جس میں انسان پیدا ہوتا ہے، اس مرحلہ کو سر کر لینے کے لئے واقعی غیر معمولی ہمت اور جرأت کی ضرورت ہے، اور مجھے فخر ہے کہ خدا نے تمہیں جرأت عطا کی ہے!

جولیانا :- اور مجھے افسوس ہے کہ لوسی اس جرأت سے محروم ہے۔

صہیب :- لیکن اگر تمہاری اس کی دوستی قائم رہی، تو شاید ایک روز لاٹ پادری سمیت وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے،

جولیانا :- (گردن ہلاتے ہوئے) نہیں لاٹ پادری صاحب بڑے نیک اور معقول آدمی ہیں، اسلام کے مداح اور مسلمانوں کے ثنا خواں بھی ہیں، لیکن بے وقوف نہیں ہیں،

صہیب :- کیا کہنا چاہتی ہو تم ؛

جولیانا :- وہ سونے کے تھال پر لات نہیں مار سکتے، لاٹ پادری کی حیثیت سے جس ٹھاٹھ اور شان کی زندگی وہ بسر کر رہے ہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد اس نعمت سے محروم ہو جائیں گے، !

صہیب :- ہاں ٹھیک کہتی ہو، لیکن یہ رکاوٹ اسی وقت تک ہے، جب تک "یقین" اور "ایمان" کی دولت نہیں ملتی، اس دولت کے ہاتھ آجانے کے بعد ہر دولت ہیچ ہے،

جولیانا :- خدا وہ دن لائے کہ وہ بھی ہماری برادری میں شریک ہو جائیں،

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لوسی بھی آگئی، جولیانا نے کہا۔

"بڑی عمر ہے تمہاری ہم ابھی تمہارا ہی ذکر کر رہے تھے!"

لوسی نے شرارت بھرے لہجہ میں کہا،

"ضرور میری کوئی برائی کر رہی ہو گی،"

صہیب نے وخل انداز ہوتے ہوئے کہا،

"ہاں یہ کہہ رہی تھیں کہ لوسی کے خیالات مسلمانوں کے اور ان کے مذہب کے بارے میں بڑے خراب ہیں، کیوں بھئی ہم نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟"

لوسی کے جواب دینے سے پہلے جولیانا بول پڑی،

"خدا سے ڈریئے، میں بھلا اپنی لوسی کے متعلق ایسی بے سروپا بات کہہ سکتی ہوں؟

——— کیوں لوسی تمہیں یقین ہے؟"

لوسی نے مسکراتے ہوئے کہا،

"اب خوشامد کر رہی ہو تو تائید کرنا ہی پڑے گی تمہاری!"

صہیب ہنسنے لگا، جولیانا لوسی کو لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی،!

---

(۵۶)

بلرم میں

اسی اثنا میں بلرم کے والی کا انتقال ہو گیا، بلرم صقلیہ کا مرکز تھا، دل تھا، بازوئے شمشیر زن تھا، صقلیہ کی اسلامی تہذیب و ثقافت اور تمدن و معاشرت کا آئینہ تھا، مسلمانوں کی بے پناہ تعمیری صلاحیتوں کا مظہر تھا، یوں تو سارے صقلیہ کو، لیکن بلرم کو خاص طور پر مسلمانوں نے اپنے علم و ہنر، علم و دانش، صناعی اور نقاشی اور جذبۂ تعمیر و ارتقاء کا نمونۂ کامل بنا دیا تھا، یورپ کے بیابان میں یہ ایسا نخلستان تھا، جہاں دنیا جہان کے لوگ آتے تھے، اور حیران و ششدر ہو کر واپس جاتے تھے، یہاں کی بلند و بالا عمارتیں، یہاں کی وسیع اور کشادہ سڑکیں، یہاں کی سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی نہریں اور اُبلتے ہوئے فوارے، یہاں کے پارک اور باغات، یہاں کی دانش گاہیں اور مجلسیں سب اپنے اندر کچھ ایسی خصوصیت اور دلکشی رکھتی تھیں، جو اندلس کے سوا کہیں اور نظر نہ آتی تھی، یہ خطہ سارے یورپ میں گل و گلزار کی حیثیت رکھتا تھا، دشمن بھی اُسے سراہتے اور داد دیتے تھے، اور دور دور سے سیاح اور جہاں گشت کھنچے ہوئے آتے اور یہاں کے محیر العقول اور حیرت انگیز کارنامے دیکھ کر واپس جاتے،

والی صقلیہ کے انتقال کے بعد سوال پیدا ہوا کہ یہ منصب کسے سونپا جائے، صقلیہ کی حیثیت اگرچہ مستقل حکومت کی تھی اور بلورم اس کا پایۂ تخت تھا، لیکن یہاں کا والی مغرب (افریقہ) کی اسلامی حکومت ہی نامزد کرتی تھی، لیکن یہ نامزدگی اعیان و شرفا، بلورم کی سفارش پر مبنی ہوتی تھی،

بلورم کے عوام اور خواص سب صہیب کے کارناموں سے اس کے جذبۂ جہاد سے اس کی اہمیت سے اس کی شجاعت و دلیری سے اس کے اخلاص اور حسنِ عمل سے واقف تھے سب کی متفقہ رائے یہ قرار پائی کہ اس منصب بلند کا سزاوار سوا صہیب کے کوئی نہیں ہو سکتا، یہ سفارش مغرب کی مرکزی حکومت نے بھی منظور کر لی، اور صہیب جبونی کی امارت سے دستبردار ہو کر شاہانہ جاہ و جلال اور تزک و احتشام کے ساتھ بلورم میں آگیا صہیب کا اہالیانِ بلورم نے ایسا پرتپاک خیر مقدم کیا، جس کی مثال بلورم کی تاریخ میں نہیں مل سکتی،

بلورم کا والی بن جانے کے بعد صہیب عملی طور پر سارے صقلیہ کا فرماں روا بن گیا، اس کی عظمت و ہیبت سے آس پاس کی عیسائی ریاستیں اور حکومتیں کانپنے لگیں، جب تک صہیب نے بلورم کی حکومت ہاتھ میں نہیں لی تھی، صقلیہ کے کئی شہر اور صوبے خود مختاری یا نیم خود مختاری کی زندگی بسر کر رہے تھے، صہیب نے اس کمزوری کو محسوس کر لیا، اس نے سوچا جب تک مرکز مضبوط و مستحکم نہ ہوگا، اور صقلیہ کے سارے شہر اور صوبے مرکز کے مطیع اور تابع نہیں ہوں گے، نہ اسلام کا قافلہ مزید سرفروشی کے لئے آگے بڑھ سکے گا اور نہ صقلیہ کی حکومت کو پائداری اور استحکام کی قیمت حاصل ہوگی، مرکز کو مضبوط بنانے کا خیال صہیب کے دل میں اس لئے بھی آیا کہ گو مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ انتہائی رواداری [illegible] شرافت کا برتاؤ کیا تھا، اور گو اسلامی تہذیب و تمدن کے رنگ میں عیسائی بڑی حد تک رنگ گئے

تھے، لیکن ان میں "قومی تحریک" زور شور اور شدت سے پیدا ہو رہی تھی، جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو جو "غیر ملکی" ہیں نکال دیا جائے، اور حکومت اس کے اصل باشندوں یعنی عیسائیوں کے ہاتھ میں آجائے، عیسائی حکومتیں بھی اپنے کارندوں، جاسوسوں، زور آوروں کے ذریعہ سازش میں مصروف رہتی تھیں، اور عیسائی رعایا کو بغاوت اور سرکشی پر آمادہ کرتی رہتی تھیں، خود مختار یا نیم خود مختار والی، ان یورشوں اور سازشوں کا مقابلہ نہیں کر پاتے تھے، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہر جگہ عیسائی کچھ مزید حقوق حاصل کر لیتے تھے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ افراتفری اور انتشار کی فضا پیدا ہو جاتی تھی، مضبوط اور مستحکم مرکز کی صورت میں یہ باتیں ناممکن تھیں، چنانچہ صہیب نے سب سے زیادہ زور اسی پر دیا، اس سلسلہ میں اسے بعض چھوٹی موٹی لڑائیاں بھی متعدد مقامات کے خود مختار اور نیم خود مختار مسلمان والیوں سے لڑنا پڑیں، لیکن وہ کامیاب ہوا، اور بہت جلد اس نے ایک مرتبہ پھر بلرم کو وہی حیثیت دے دی، جو شروع شروع میں یعنی مسلمانوں کے داخلہ کے وقت اسے حاصل ہو گئی تھی، سارا صقلیہ اب ایک جھنڈے کے نیچے تھا، اور یہ جھنڈا صہیب کے مضبوط اور توانا ہاتھوں میں تھا!

اگرچہ ان مضبوط اور توانا ہاتھوں کو کمزور کرنے کی مسلسل کوششیں جاری تھیں غیروں کی طرف سے نہیں خود اپنوں کی طرف سے،

تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے شاذونادر ہی دشمن کی قوت اور جمعیت سے شکست کھائی ہے، اگر وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، البتہ اپنوں سے انہوں نے ہمیشہ مار کھائی ہے، اور اپنوں نے چوٹ لگانے میں کبھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی،

جتنی حکومتیں بھی دشمنوں کے ہاتھوں ختم ہوئیں، وہ اپنوں ہی کے ہاتھوں، اگر

انہوں نے غداری نہ کی ہوتی، خود اپنے ہی اعضا اور جوارح باغی نہ ہو گئے ہوتے، تو دنیا کی کون طاقت تھی، جو مسلمانوں کو شکست دے سکتی تھی، وہ اپنے ہی تھے، جنہوں نے دشمنوں کو چور دروازے سے اندر داخل کیا، اور ان کو حکومت کرنے کی دعوت دی، اگرچہ تاریخ کا یہ بھی بہت بڑا المیہ ہے کہ خود یہ بھی فائدہ نہ اُٹھا سکے مٹ گئے۔!

گلستاں بیاباں بن گیا

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

زمانہ ایک بار پھر پلٹا کھاتا ہے!

انقلاب ایک مرتبہ پھر اپنی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ نمودار ہوتا ہے!

ایک انقلاب وہ تھا جب مسلمانوں نے اس دیس میں قدم رکھا تھا اور بیاباں کو گلستاں بنا دیا تھا! ایک انقلاب یہ ہے کہ مسلمان رخصت ہوتے ہیں، عنانِ حکومت ان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے، اقتدار و اختیار کی آگ دوسروں کے ہاتھ میں آتی ہے اور یہ لوگ سب سے پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ گلستاں کو بیاباں بنا دیتے ہیں!

مسلمانوں نے یہاں پھول کھلائے تھے، زندگی پیدا کی تھی، آثار و نقوش قائم کئے تھے، چراغ جلائے تھے، علم پھیلایا تھا،

اور ان آنے والوں نے؟

انہوں نے پھولوں کو روند ڈالا، زندگی کو فنا کے گھاٹ اتار دیا، آثار و نقوش کا نام بھی باقی نہ رکھا، پھونکیں مار مار کر چراغ بجھائے، علم کدوں کی بنیادیں ہلا دیں۔

کیا یہ انقلاب نہیں تھا؟

کیا یہ معمولی انقلاب تھا؛ کیا یہ اپنے ساتھ تباہی اور بربادی، موت اور ہلاکت، قتل و غارت، کشت و خون، آہوں اور فریادوں، ہچکیوں اور سسکیوں، گریۂ بے اختیار اور نالۂ نیم شب کا طوفان نہیں لایا؛ کیا اس کے جلو میں بیراؤں، یتیموں، اور دوشیزاؤں کا دل خون گشتہ نہیں تھا!

یہ سب کچھ تھا!

انقلاب اسی کا تو نام ہے، !

(۱)

صلۂ وفا

دس سال گذر گئے۔

صہیب نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا! ——— اس نے صقلیہ کے بکھرے ہوئے دانوں کو پھر ایک تسبیح میں پرو دیا تھا، اس نے مرکزی حکومت کو مضبوط و مستحکم کر کے ایک طرف داخلی امن و امان کی کامیابی حاصل کر لی تھی، دوسری طرف دشمنوں پر ایسی دھاک بٹھا دی تھی کہ وہ صہیب کا نام سنکر بید لرزاں کی طرح کانپنے لگتے تھے،

لیکن صہیب کا یہ بہت بڑا اور ناقابل فراموش کارنامہ مفاد پرستوں کے لئے ایک ناقابل برداشت حادثہ بن گیا، وہ اپنے اقتدار سے کبھی اور کسی قیمت پر دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے، خواہ صقلیہ میں اسلامی حکومت قائم رہے یا مٹ جائے،

صہیب نے صقلیہ کے خود مختار اور نیم خود مختار شہروں اور صوبوں کو مرکز کا مطیع کر لینے کے بعد وہاں کے حاکموں، والیوں اور فرماں رواؤں کو ان کی جگہ باقی رکھا، بے شک ان کے اختیارات محدود ہو گئے لیکن ان کے ذاتی جاہ و جلال، عزت و تکریم اور شان و شوکت میں کوئی فرق نہیں آیا،

کچھ عرصہ تک یہ لوگ خاموش رہے لیکن موقع کا انتظار کرتے رہے، باہمی سازشوں کا سلسلہ جاری رکھا، ان سازشوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ بغاوت کی جائے اور چھنی ہوئی طاقت پھر سے حاصل کر لی جائے، مرکز کا وجود ان کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا، یہ کسی قیمت پر بھی اس پر رضامند نہ تھے کہ ایک مضبوط مرکز کی ماتحتی میں شان و شوکت کی زندگی بسر کریں، ان کی خواہش یہ تھی کہ مرکز ختم ہو جائے اور یہ اپنی انفرادی حیثیت میں بادشاہت اور فرماں روائی کرتے رہیں اور جس قدر جلد ممکن ہو، مرکز کی اطاعت اور وفاداری کا جوا گردن سے اتار کر پھینک دیں،

صہیب ایک مرد مسلمان تھا، وہ دشمن کے مقابلہ میں جتنا سخت تھا مسلمان کے مقابلہ میں اتنا ہی نرم،

؎ ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم !
رزم حق و باطل ہو تو تلوار ہے مومن

حق و باطل کی رزمگاہ میں بارہا اس کی تلوار چمکی تھی، اور اس نے دشمنوں کی گردنیں کاٹی تھیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ سازش الغاوت اور سرکشی کے باوجود اس کا رویہ سخت نہ تھا، اس کی نرمی اور ملاطفت نے دوسرے والیوں اور امیروں کے حوصلے بہت بڑھا دیئے، اور اس کے لطف و کرم اور احسان و عنایت کو وہ کمزوری پر محمول کرنے لگے ———— !

نتیجہ یہ ہوا کہ بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی، مرکز کے خلاف ہر والی اور امیر صف بستہ اور کمر بستہ ہو گیا، سب کا مطالبہ صرف ایک تھا، !

ہم آزاد ہیں،
ہم خود مختار رہیں گے،

سرقوسہ کا فرماں روا ابن ثمنہ تھا، اسے صہیب نے ہر طرح کی رعائتیں دی

تھیں اور اس کے ساتھ اس نے ہمیشہ لطف و مدارات کا برتاؤ کیا تھا، لیکن صہیب کا سب سے بڑا مخالف اور دشمن یہی تھا،

یہ ابن ثمنہ ایک طرف تو اپنی حکومت ——— سرقوسہ ——— کو آزاد اور خود مختار رکھنا چاہتا تھا، دوسری طرف اس کے دل میں یہ امنگ بھی لہریں لے رہی تھی کہ اگر صہیب بلرم کا فرماں روا اور سارے صقلیہ کا حکمران اور مرکزی حکومت کا سربراہ بن سکتا ہے تو وہ کیوں نہیں بن سکتا؛ اگر مرکز کا قیام ضروری ہے، تو پھر مرکز اس کے ہاتھ میں کیوں نہ ہو، ؟

ایک عرصہ تک یہ ریشہ دوانیاں اور سازشیں کرتا رہا، لوگوں کو لالچ دے دے کر اپنا ہمنوا بناتا رہا" اور اندر ہی اندر بلرم پر حملہ اور قبضہ اور پھر مرکزی حکومت کا واحد فرماں روا بننے کی کوششیں بھی کرتا رہا،

چنانچہ مختلف صوبوں اور شہروں کے با اقتدار حکمران ابن ثمنہ کے بھڑکانے سے اپنی بغاوت کا اعلان کرنے لگے جیسے جہاں موقع ملا اس نے اپنے ارد گرد کے شہروں پر قبضہ کر لیا اور الگ الگ ایک ایک خود مختار حکومت قائم کر لی،

جن مقامات پر کسی خاص حکمران کو اقتدار حاصل نہیں ہوا، وہاں اگر مسلمانوں کی آبادی غالب تھی تو ان کا اجتماعی اقتدار قائم رہا، اگر عیسائی زیادہ تھے تو وہ مالک بن بیٹھے، کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہیں رہا۔

ان خود مختار حکومتوں کے قیام کے بعد ان کی باہمی خانہ جنگی کا آغاز ہوا، اور ہر کمزور پر قوی کی نگاہِ حرص پڑنے لگی، اور حریفوں کی باہمی نبرد آزمائی کا سلسلہ شروع ہو گیا،

چنانچہ سب سے پہلے حاکم سرقوسہ ابن ثمنہ آگے بڑھا اور بلرم کی طرف پیشقدمی کی تاکہ دارالسلطنت پر قبضہ کر لینے کے بعد دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر پیش قدمی کرنے کا بہانہ ہاتھ آجائے کہ صقلیہ کی تمام حکومتوں کو مرکزی حکومت کا مطیع و منقاد

رہنا چاہیے، لیکن بلرم کی طرف بڑھتے بڑھتے یکایک اس نے اپنا رُخ بدلا، اور جبونی پر قابض ہو گیا،

جبونی کی ہنگامی حکومت پر رفتہ رفتہ یہاں کی فتنہ پرداز جماعت قابض ہو چکی تھی - اس نے ابن ثمنہ کا خیر مقدم کیا، نیز سترقاسے جبونی نے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی،

ابن ثمنہ نے جبونی پر قبضہ کرنے کے بعد القادر باللہ کا لقب اختیار کیا، یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ اب صقلیہ کی جس قدر دوسری ریاستیں ہیں، ان کے فرمانروا ایک متغلب کی حیثیت رکھتے ہیں،

اس کے بعد اس نے اجتماعی حکومت قائم کرنے کے لئے عملی قدم اٹھایا، ان خود سر ریاستوں سے قطانیہ کا حکمران ابن الکلابی سب سے کمزور تھا، اس لئے ابن ثمنہ نے اولاً اسی طرف رُخ کیا، ابن الکلابی نے مقابلہ کیا، لیکن پیش نہ پاسکا، لڑائی میں مارا گیا، اس کے قتل کے بعد صوبہ قطانیہ کا الحاق بھی اسی نام نہاد مرکزی حکومت سے ہو گیا

اب صقلیہ میں تین متوازن طاقتیں علیٰحدہ علیحدہ ہو گئیں، ابن ثمنہ، سرقوسہ، جبونی، اور قطانیہ کا فرماں روا تھا، ابن حواس قصریانہ اور جرجنت کا حکمران اور ابن منکوت مازر طرابنش، شاقہ اور مرسی علی پر قابض تھا، ابن ثمنہ کی دلی آرزو تو یہی تھی کہ وہ پورے جزیرے پر حکمرانی کرتا، لیکن یہ دونوں موخرالذکر حکومتیں ایسی نہ تھیں کہ ان کا بھی جبونی کی طرح خاتمہ کر دیا جائے، اس لئے اس نے اپنی روش بدلی اور ان دونوں سے مساویانہ تعلقات پیدا کرنا چاہے، لیکن ابن الکلابی کے قتل کے بعد ایک دوسری دشواری بھی پیش آگئی تھی، یعنی ابن الکلابی اور ابن حواس میں مصاہرانہ تعلقات قائم تھے، اور ابن حواس کی حقیقی بہن میمونہ ابن الکلابی کے حبالۂ عقد میں تھی،

اس لئے ابن ثمنہ کو ابن حواس کی طرف سے جارحانہ پیش قدمی کا قدرۃً خطرہ پیدا

ہو گیا۔ اس لئے ابن ثمنہ نے دوراندیشی سے کام لیا، اور میمونہ کا زمانہ عدت ختم ہوتے ہی ابن حواس کے پاس عقد کا پیغام بھیج دیا، ابن حواس نے بھی ملک کے امن و امان کے لئے اس کو مناسب خیال کیا، اور میمونہ ابن ثمنہ کے حبالہ عقد میں داخل ہو گئی،

ابن ثمنہ اور ابن حواس کے اس جدید رشتہ کے باعث ابن ثمنہ کی برتری تسلیم کر لی گئی قصریانہ اور سرقوسہ اور دوسرے مقامات کی مسجدوں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا،

(۲)

ابنِ ثمنہ اور ابنِ حواس

تعلقات و روابط کی بنیاد اگر خلوص کے بجائے اغراض و مقاصد پر ہو تو گہرے سے گہرا رشتہ بھی مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور اور بودا ثابت ہوتا ہے اغراض و مقاصد کی حرص غالب آجاتی ہے، اور خلوص و محبت کے دعوے باطل ثابت ہوتے ہیں،

ابن ثمنہ اور ابن حواس کا یہ نیا رشتہ کم از کم جہاں تک ابن ثمنہ کا تعلق ہے مخصوص مقاصد اور مصالح کا تابع تھا، یہی وجہ تھی کہ اس کی مدتِ حیات بہت مختصر ثابت ہوئی اور بہترین کوششیں بھی پھر اسے استوار اور محکم کرنے میں ناکام رہیں،

چنانچہ ایک حادثہ ایسا پیش آیا جس نے اس کڑی کو توڑ دیا جس نے ابن ثمنہ اور ابن حواس کو باہم ملا رکھا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں فرماں رواؤں کا رشتہ اتحاد بھی ٹوٹ گیا،،

ہوا یہ کہ ایک دن میمونہ اور ابن ثمنہ میں کسی بات پر باہمی تکرار رنجی ہوئی، اور اور سخت کلامی کی نوبت آگئی، میمونہ بھی درشت الفاظ میں جواب دیتی گئی، اس

وقت ابنِ ثمنہ شراب کے نشہ سے مخمور تھا، غیظ وغضب میں ہوش سے گذر گیا، اور طیش میں اس کے دونوں ہاتھوں کی رگیں کھلوا دیں کہ اس کی زندگی کا خاتمہ ہوجائے، میمونہ کے ہاتھوں سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا، اور ابن ثمنہ اس کو اس حال میں چھوڑ کر باہر چلا گیا، اتفاق سے ابن ثمنہ کے لڑکے ابراہیم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی وہ دوڑا ہوا خود پہنچا اور اطبآ کو بلاکر علاج کرایا اور وہ صحت یاب ہوگئی،

جب صبح ہوئی تو ابن ثمنہ ندامت وانفعال سے عرق عرق تھا۔ میمونہ سے اپنے کئے کی معذرت چاہی کہ رات کو جو کچھ گذری وہ نشہ کی بے اعتدالی تھی، میمونہ بظاہر اس کی جانب سے صاف ہوگئی، اور دونوں میں تعلقات خوشگوار ہوگئے، لیکن میمونہ کا دل صاف نہیں ہوا اس نے کچھ دنوں بعد مغالطہ دے کر میکے جانے کی خواہش ظاہر کی، ابن ثمنہ نے اہتمام سے تحائف کے ساتھ اس کو رخصت کیا، اس کے بعد اس نے گھر پہنچ کر تمام واقعات کی دردانگیز تفصیل اپنے بھائی ابن حواس کے سامنے بیان کردی، وہ سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا اور قسم کھا بیٹھا کہ اب میمونہ کو ابن ثمنہ کے پاس کبھی نہیں جانے دے گا، چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ابن ثمنہ کے آدمی میمونہ کو لے جانے کے لئے قصریانہ پہنچے تو اس نے رخصت کرنے سے انکار کردیا، اور وہ لوگ بازم واپس چلے گئے،

اس خانگی اختلاف سے صقلیہ میں خانہ جنگی کا نئی شدت سے آغاز ہوگیا، ابن ثمنہ جوش غضب میں اپنی فوجیں لے کر قصریانہ کی دیوار کے نیچے کھڑا ہوگیا، ابن حواس نے نکل کر مقابلہ کیا، قصریانہ کا لشکر غالب آیا، اور ابن ثمنہ نے قطانیہ کی طرف راہِ فرار اختیار کی، ابن حواس نے تعاقب کیا اور قطانیہ کے قریب پہنچتے پہنچتے بقیۃ السیف فوج کا بھی خاتمہ کردیا،

آخر ابن ثمنہ جان بچاکر مسینا میں داخل ہوگیا،

(۳)

غدّار ابن ثمنہ

ابن ثمنہ نے جو خواب اپنی عظمت و حشمت کا دیکھا تھا وہ خواب پریشاں ثابت ہوا، اس نے سوچا تھا وہ صہیب کو شکست دے کر بلرم پر قبضہ کر لے گا، اور پھر صقلیہ کا واحد فرماں روا بن جائے گا، اس کے بعد صقلیہ کا ہر شہر اور ہر صوبہ اس کا باجگزار ہو جائے گا اور تن تنہا حکومت کرے گا، اور دوسرے امیر اور والی اس کی اطاعت کا دم بھریں گے، ابن حواس سے اسی لئے اس نے رشتہ و پیوند کے تعلقات قائم کئے تھے کہ اس کی طاقت اس طرح دوگنی ہو جائے گی، اور دونوں مل کر راستے کے کانٹوں کو ہٹائیں گے، اور پھر یہ آخری کانٹا ——— ابن حواس ——— خود اپنے ہاتھ سے اٹھا کر وہ تاج خسروی اپنے سر پر رکھ لے گا، لیکن انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے، ابن حواس کے اور اس کے تعلقات قائم نہ رکھ سکے، دونوں میں بد مزگی ہوئی، اور اس نے دشمنی کی صورت اختیار کر لی، وہ اپنے آپ کو ابن حواس سے زیادہ طاقتور سمجھتا تھا، بگڑ کر میدانِ جنگ میں اتر آیا، لیکن قسمت نے ساتھ نہ دیا، جنگ میں ابن حواس کا پلہ بھاری رہا اور ابن ثمنہ شکست کھا گیا، اس

کی ساری فوج کام آگئی، اب یکہ و تنہا اور بے یار و مددگار تھا، نہ فوج تھی نہ سپاہ نہ جاں نثار، نہ فدائی،

اس جنگ میں ابن ثمنہ کی ساری فوجی قوت کا خاتمہ ہو گیا، ابن حواس کا مقابلہ کرنے کی اس میں سکت باقی نہ رہ گئی، صلاح کاروں سے مشورہ کیا، لیکن وہ اس شخص کو کیا صلاح دیتے، جس کے پاس صرف ایک ٹوٹی ہوئی تلوار تھی؛

لیکن ابن ثمنہ ان لوگوں میں نہ تھا، جو ہمت ہار جاتے ہیں شکست کھانے کے بعد بھی اس کا حوصلہ قائم تھا، اس کے دم خم میں کوئی فرق نہ آیا تھا،

آخر اس نے ایک فیصلہ کر لیا —— ایک اہم انقلاب انگیز فیصلہ

اس کا فیصلہ یہ تھا کہ اگر صقلیہ کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں آسکتی تو صہیب کے ہاتھ میں بھی نہیں رہ سکتی، بلا سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو جائے، صقلیہ کی مسجدیں ویران ہو جائیں، مسمار کر دی جائیں، ڈھا دی جائیں، صقلیہ کی خانقاہیں زمین کے برابر کر دی جائیں صقلیہ کے علم کدوں اور دانش گاہوں پر تالا پڑ جائے، صقلیہ کی سرزمین مسلمانوں سے خالی کرا لی جائے —— کچھ ہو، مگر اب صقلیہ پر صہیب حکومت نہیں کر سکتا، یا میرے سر پر تاج خسروی ہوگا، ورنہ پھر عیسائیوں کی یہ گراں مایہ امانت انہیں پھر سے سونپ دوں گا۔

لیکن یہ امانت کسے سونپی جائے؛

ابن ثمنہ نے سوچا، غور کیا، اور بے ساختہ جوش میں آکر نعرہ لگایا،

"میں جیت گیا!"

نارمن ناروے کے اصل باشندے تھے، ناروے سے لوٹ مار کے لئے نکلے رفتہ رفتہ فرانس پہنچے، ان کا پہلا حملہ شارلیمن کے عہد میں ہوا، دوسرے حملہ میں انہوں نے پیرس کا محاصرہ کیا اور اس میں انہیں برگنڈی دے دیا گیا،

الغرض نارمنوں نے دسویں صدی عیسوی کے آغاز سے یورپ میں اپنا سیاسی وجود تسلیم کرالیا، اور ۹۱۲ء کی ایک صلح کی رو سے دریائے سین کے دونوں جانب کی زمین فرانسیسی بادشاہ چارلس دی سمپل سے حاصل کرلی، اور رالف دی گینجر کی سرداری میں ایک باجگذار ریاست نارمن یا نارمنڈی قائم ہوئی، رالف نے یورپ سے اختلاف ختم کرنے کے لئے اپنے قدیم بت پرستانہ اور وحشیانہ مذہب کو ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی، اس کو اصطباغ دیا گیا، اور شاہی خاندان کی ایک لڑکی اسکے عقد میں دی گئی، لیکن اس کے باوجود نارمن اپنے قدیم پیشہ قزاقی اغارتگری اور رہزنی کو ترک نہ کرسکے، اور آئندہ چل کر خود فرانس اور نارمنڈی میں بھی خوشگوار تعلقات قائم نہیں رہے۔

ان لوگوں نے اپنے اس پیشہ قزاقی کے ماتحت قریب قریب زمانوں میں یورپ کے دو مختلف حصوں کا رخ کیا، ان میں سے ایک گروہ نے جو یہاں کے ڈیوک ولیم کی سرکردگی میں تھا انگلستان پر چھاپہ مارا، اور انگلستان میں ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرلی، اور ولیم فاتح کے نام سے تخت نشین ہوا، اسی طرح نارمنوں کا دوسرا گروہ گیارھویں صدی عیسوی سے بحر روم پر چھاپے مارنے لگا، اور رفتہ رفتہ یہاں کی اسلامی حکومتوں کو برباد کرڈالا،

ابن ثمنہ نے فیصلہ کرلیا کہ وہ نارمنوں سے استمداد کرے گا،

بے شک وہ خود صہیب کو شکست نہیں دے سکتا، ابن حواس کو ہدف انتقام نہیں بنا سکتا، صقلیہ کے دوسرے شہروں اور صوبوں پر اپنا پرچم نہیں لہرا سکتا، لیکن کیا نارمن بھی یہ نہیں کرسکتے؛

نارمن ——— جن کے نزدیک نہ اقدار انسانی کی کوئی قدر و قیمت ہے۔ نہ تہذیب تمدن سے جنہیں کوئی دلچسپی ہے، جن کی آتش خونی، بربریت، درندگی

قتل و غارت سے والہانہ شفقت رکھتی ہے اور انسانی جانوں کے اتلاف سے مجنونانہ شوق —— —— بے شک یہ ساری چیزیں مل کر صقلیہ کے گلزار کو جہنم بنا دیں گی ،

پھر میں دیکھوں گا صہیب کا اور اس کے تاج خسروی کا کیا حشر ہوتا ہے ،

فوراً اس کا ایک تیز رو قاصد نارمنوں کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کرنے روانہ ہو گیا !

عذرا کی باتیں

تاریخ اسلام اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ کوئی اسلامی حکومت اپنی کمزوری سے شکست کھا کر تباہ نہیں ہوئی، ہر اسلامی حکومت اپنوں کی غداریوں اور سازشوں کے باعث تباہی اور بربادی سے دوچار ہوئی،

صقلیہ کے ساتھ بھی یہی ہوا نارمن لاکھ طاقت ور ہوں لیکن وہ مسلمانوں کے نام سے تھراتے تھے، اٹلی اور دوسرے جزائر کی حکومتیں لاکھ صقلیہ پر قبضہ کرنے کی ہوس رکھتی ہوں لیکن اسلامی اخوت و شوکت نے کبھی ان میں یہ حوصلہ نہیں پیدا ہونے دیا،

یہ سعادت ایک مسلمان ہی کے حصہ میں تھی کہ اس نے نارمنوں کو حملہ کی دعوت دی، اور صقلیہ کی اسلامی حکومت کی بربادی کا سروسامان مہیا کر دیا،

مسلمانوں کی خانہ جنگی نے عیسائیوں کے حوصلے بڑھا دیئے تھے، پھر جب ابن ثمنہ شکست کھا کر بے یار و مددگار اسینا بھیجا، تو ان عیسائیوں کو اور زیادہ یقین ہو گیا کہ اسلامی حکومت اب ادبار و زوال کے دروازے پر پہنچ چکی تھی، پھر جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ابن ثمنہ خود ہی نارمنوں سے استمداد کر رہا ہے اور صقلیہ پر حملہ کی انہیں دعوت دے

رہا ہے تو وہ اور زیادہ اپنی سرگرمیوں، سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں چوکس ہو گئے چند دن مسینا میں قیام کر کے ابن ثمنہ نارمنوں سے امداد حاصل کرنے کے لیے کلبریہ روانہ ہوا اور پھر ملیطو پہنچکر، اس نے باقاعدہ یہ استدعا پیش کر دی،

کلبریہ کا نارمن فرماں روا رابرٹ تھا، اس نے ابن ثمنہ کی باتیں غور سے سنیں، مسینا کے عیسائیوں کے خفیہ مراسلات بھی اس کے پاس پہنچ چکے تھے، ان سے بھی یہ ثابت ہوتا تھا کہ صقلیہ پر حملہ کرنے کا اس سے بہتر اور عمدہ موقع پھر کبھی میسر نہیں آئے گا،

نارمن والی کلبریہ رابرٹ نے صقلیہ کے معاملات کو راجر کے سپرد کیا، اور راجر ہی نے ابن ثمنہ سے گفت و شنید شروع کی، کہ اگر صقلیہ پر حملہ آوری طے پا گئی تو اس کی سرکردگی ہی میں یہ مہم انجام پائے گی،

لیکن راجر صقلیہ کی اسلامی حکومت کی عظمت و سطوت سے آگاہ تھا، کیونکہ صقلیہ کی صد سالہ اسلامی حکومت سے ارضِ کلبریہ کے چپہ چپہ پر اسلامی عظمت و سطوت کا سکہ جما ہوا تھا۔

آج سے کچھ دنوں پیشتر شہنشاہِ قسطنطنیہ روم نے صقلیہ پر ایک مرتبہ دندانِ آز تیز کئے، اور اپنی مجرمانہ جرأت کا سبق آموز نتیجہ حملہ کر کے اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا، پھر احمد الکحل اپنی پریشان حالی کے باوجود ایک سے زیادہ مرتبہ خوان و حتی و نزاق نارمنوں پر غالب آ چکا تھا، اس لئے مسلمانانِ صقلیہ کی بسالت و شجاعت اور جنگی کارناموں سے نارمن اس قدر مرعوب تھے کہ انہیں صقلیہ پر جارحانہ حملہ آوری کی جرأت نہیں ہوئی، اور ان لوگوں نے ابن ثمنہ کی درخواست کا یہ جواب دیا۔

"وہاں بہت بڑی فوج ہے جس کے مقابلہ کی قوت ہم میں نہیں"

ابن ثمنہ نے نارمنوں کی اس غلط فہمی کو دور کیا، اور اپنے وطن کی پردہ دری کر کے ان سے کہا۔

"اب اہل صقلیہ اپنی خانہ جنگیوں میں مصروف ہیں، علاوہ ازیں ملک کا ایک حصّہ میرا مطیع و فرمانبردار اور میرے ہر حکم کے امتثال کے لئے تیار ہے"

راجر ابن ثمنہ کی گفتگو سے مطمئن ہوگیا، اور فوج کو اپنی کمان میں لے کر دشمن وطن ابن ثمنہ کی رہبری میں کلبریہ سے صقلیہ روانہ ہوگیا،

صقلیہ کے عیسائی ان کے استقبال کے لئے چشم براہ تھے، اور صقلیہ کے مسلمان اپنی خانہ جنگیوں اور خانہ ویرانیوں سے برباد ہورہے تھے،

چنانچہ راجر اپنا لشکر ابن ثمنہ کی راہبری میں لے کر براہِ راست میسنا روانہ ہوا، اور خلیج میسنا کو راتوں رات عبور کرکے ساحل میسنا پہنچا۔ شہر کے عیسائیوں نے خیر مقدم کیا، اور شہر میں داخل ہوگیا، اور نارمنوں کے لئے تسخیر صقلیہ کی سب سے پہلی مہم آسانی سے انجام پاگئی۔

جب فتح میسنا کی خبر کلبریہ پہنچی تو رابرٹ نے ایک عظیم الشان فوج راجر کے پاس امداد کے لئے بھیجی،

ادھر جب نارمنوں کی آمد اور سقوطِ میسنا کی خبر جزیرہ میں پھیلی تو صقلیہ کے عیسائیوں میں بھی مذہبی جوش و خروش تازہ ہوگیا، جہاں جہاں ان کی آبادی زیادہ تھی، انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کردی اور جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی وہاں کے عیسائیوں نے نارمنوں کو خفیہ دعوت نامے بھیج دیئے،

صقلیہ میں عیسائیوں کی آبادی زیادہ تر میسنا، قطانیہ اور ان کے اطراف و جوانب میں تھی، اس لئے سقوطِ میسنا کے بعد ان حالات میں ان تمام مقامات پر نارمنوں کو بہت جلد تسلط حاصل ہوگیا، اور خصوصاً اس لئے بھی کہ ان اطراف پر ابن ثمنہ نے ابن الکلابی کو قتل کراکے قبضہ کرلیا تھا،

چنانچہ اس کے بعد راجر نے میسنا سے کوچ کیا تو بغیر خون کا ایک قطرہ بہائے

وہ نہایت آسانی سے قصریانہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا اور صقلیہ کے شمالی علاقہ کا ایک بڑا حصہ اس کے زیر اقتدار آگیا،

راجر نے مضافات میسینا پر قابض ہونے کے بعد قصریانہ کا رخ اس لئے کیا تھا، کہ اس پر یہ حقیقت بہت جلد آشکار ہوگئی کہ پورے جزیرہ کی فتح کا راز ابن حواس والی قصریانہ کی شکست میں ہے، اس لئے قصریانہ پہنچکر اس کا محاصرہ کرلیا،

ابن حواس مقابلہ کے لئے باہر نکلا، دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا، لیکن وہ نارمنوں کے حملوں کی تاب نہ لاسکا اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ رہا۔

اس کے بعد راجر نے یہاں کی فتوحات میں ایک دوسری روش اختیار کی، یعنی یہاں طوائف الملوکی کے بعد یہاں کے اکثر شہر اور قلعے اپنے نگہبانوں سے خالی پڑے تھے، اُن پر قبضہ کرکے ان پر صلیبی علم لہرائے،

اس قبضہ و استیلا میں سارا جزیرہ ان کا چراگاہ بن گیا، اس زمانہ میں غلوں کے کھیت تیار تھے، باغ بھی پھلوں سے لدے تھے، وحشی نارمنوں نے انہیں لوٹ لوٹ کر سارے جزیرہ میں تہلکہ ڈال دیا، جس سے مسلمانانِ صقلیہ کے دردناک مصائب کا آغاز ہوگیا،

اب عیسائیوں نے مسلمانوں سے انتقام لینا شروع کیا، مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ ہوگیا اور ان کے لئے اپنے شہروں اور آبادیوں سے باہر نکلنا دشوار ہوگیا،

جب جزیرہ میں ظلم و ستم، وحشت و بربریت اور قزاقی کے یہ واقعات لحظہ بہ لحظہ تیزی سے وقوع پذیر ہونے لگے اور جزیرہ کے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کی پراگندگی سے مدافعت کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو جزیرہ کے علمائے صالحین نے یہاں سے ہجرت شروع کی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت صقلیہ کی اُمت مسلمہ پر خون کے آنسو بہاتی ہوئی دوسرے اسلامی ملکوں کو ہجرت کرگئی۔

---

(۵)

مشکل

صہیب بے حد پریشان تھا، اس کا اضطراب انتہا کو پہنچا ہوا تھا، اس نے ایک نیک کام کیا تھا، لیکن اس کا بہت بُرا صلہ مل رہا تھا، اس نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے تن من دھن سب کی بازی لگا دی تھی، لیکن آج خود اسکی قوم اسکی مخالفت پر کمربستہ تھی، اس نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے کام لے کر صقلیہ کو صقلیہ بنا دیا تھا، لیکن آج وہ لوگ جو اس کے ممنونِ کرم تھے، اس کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے، کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ ایک مضبوط، مستحکم، اور مرکزی حکومت کے بجائے، کئی آزاد، خود مختار اور مقامی حکومتوں کے قائل تھے، اگرچہ وہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہوں؛ گو وہ دشمن کی ایک یورش کا مقابلہ بھی نہ کر سکیں ——————— !

ان باغیوں اور سرکشوں کو راہ راست پر لانے کی اس نے پوری کوشش کر ڈالی تھی مگر کامیاب نہ ہو سکا، وہ اس پر بھی تیار تھا کہ اگر اس کی ذات وجہ نزاع ہے، تو وہ دستبردار ہونے کو تیار ہے، جس شخص پر اتفاق ہو جائے، اُسے حکومت کی باگ سونپ کر وہ کسی گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر باقی زندگی، اپنی بیوی اور بچّی کے

ساتھ گزار دے گا لیکن سارے صقلیہ میں کوئی ہستی ایسی نہ تھی جس پر یہ لڑنے والے باغی اور متصادم گروہ متفق ہو سکتے، اور صہیب اس پر تیار نہیں تھا کہ ملک کو خانہ جنگی کے حوالے کر کے کنارہ کشی اختیار کر لے،

پھر جب اسے یہ اطلاع ملی کہ ابن ثمنہ شمس فوج کی رہنمائی کرتا ہوا حدود صقلیہ میں داخل ہو چکا ہے، اور متعدد مقامات پر اس نے عیسائیوں کا قبضہ اور تسلط قائم کر دیا ہے تو وہ کانپ گیا،

اس لئے نہیں کہ وہ نارمنوں کی قوت و طاقت سے خائف تھا!

خدا کے سوا وہ کسی سے ڈرنے کا قائل نہ تھا!

وہ اس بات پر خائف تھا کہ اب صقلیہ کا کیا حشر ہو گا،

ان خانہ جنگیوں نے اس کی قائم کی ہوئی مرکزی حکومت کے تار پود بکھیر دیئے تھے، ان خانہ جنگیوں نے مسلمانوں کی قوت کمزور کر دی تھی، داخلی شورشوں کا مقابلہ تو وہ اب بھی کر سکتا تھا، لیکن بیرونی حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کی اس میں طاقت نہ تھی اور اب پوری شدت کے ساتھ حملے شروع ہو چکے تھے!

پھر وہ کیا کرے؟

اسے صرف اپنی جان پر اختیار تھا، اور اسے ہر وقت وہ قوم و ملت کی راہ میں قربان کرنے کو تیار تھا، لیکن اس کے مرتبۂ شہادت پر فائز ہونے کے بعد بھی صقلیہ کا مسئلہ تو حل نہیں ہو گا، پھر کیا کیا جائے،

یہ کارِ دشوار کس طرح آسان بنایا جائے؟

وہ اسی فکر میں مغموم و دل گرفتہ بیٹھا تھا کہ ہزہ لیانا آ گئی، اسے دیکھ کر ذرا کے ذرا اس کے چہرے پر رونق آ گئی اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا،

"آؤ، جب تک تم میرے پاس رہتی ہو کوئی پریشانی بھی مجھے مغلوب نہیں کر پاتی

حالانکہ آج کل پریشانیوں کی میری ذات ناتواں پر اتنی یورش ہے کہ میری جگہ کوئی اور ہوتا، تو شاید دیوانہ ہو جاتا، یا خودکشی کر لیتا۔

پھر جولیانا کے چہرے کی طرف اس نے دیکھتے ہوئے کہا،

"تم اتنی مضمحل اور پژمردہ کیوں نظر آرہی ہو؟

جولیانا کے ہونٹوں پر پھیکا سا تبسم نمودار ہوا، وہ بولی،

"اپنی طرف بھی تو دیکھئے!"

صہیب نے پوچھا،

"مجھے کیا ہوا ہے؟"

وہ گویا ہوئی،

"جو مجھے ہوا ہے ——— ہم دونوں ایک دوسرے کا آئینہ ہیں!"

صہیب نے پہلو بدلتے ہوئے کہا،

"سچ کہتی ہو، لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا؛ کہ اس صورت احوال کا مداوا کس طرح کیا جائے!

جولیانا نے ہمت دلاتے ہوئے کہا،

"یہ میں آپ کی زبان سے سن رہی ہوں؛ آپ بھی ہمت ہار سکتے ہیں، یہ تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا، آپ صقلیہ کی آن اور شان ہیں، آپ ہی کے دم سے کسی حد تک یہ شیرازہ جما ہوا ہے، آپ ہی کی شخصیت ہے جس نے اب تک عوام کا حوصلہ شکست نہیں ہونے دیا ہے، لیکن اگر آپ ہمت ہار بیٹھے، اگر آپ کے حوصلے نے بھی جواب دے دیا، تو بے شک، نہ صقلیہ کی خیر ہے نہ صقلیہ کے مسلمانوں کی!

محبت بھری نظروں سے صہیب نے جولیانا کو دیکھا، اور گویا ہوا،

"سچ کہتی ہو! تمہاری ان باتوں نے ایک نئی امنگ ایک نیا حوصلہ میرے اندر

پیدا کر دیا ہے، ہمیشہ مایوسی کی تاریکی میں اُمید کی کرن بن کر تم چمکی ہو، جب بھی میری ہمت نے منہ موڑا ہے، تم نے مجھ میں ایک نیا جذبہ پیدا کر دیا ہے، سوچتا ہوں، اگر تم میرے پاس نہ ہوتیں، اگر تم میری شریک زندگی نہ ہوتیں، اگر تم مایوسی کی تاریکی میں اُمید کی روشنی بن کر نمودار نہ ہوا کرتیں، اگر تم میرے ڈگمگاتے ہوئے قدموں میں ثبات و استقلال نہ پیدا کر دیا کرتیں تو آج میرا کیا حشر ہوتا، آج میں کہاں ہوتا، پہلے میں نے تمہارے روپ کے سامنے سر جھکایا تھا، اب میں تمہاری عظمت کے سامنے سرنگوں ہوں ——— لیکن ابن ثمنہ کی غداری کے باعث نارمنوں کی صورت میں جو نئی مصیبت نمودار ہوئی ہے، اس کا مداوا کیا ہو سکتا ہے، یہ سوچنے سے میری عقل قاصر ہے،"

جولیانا نے دریافت کیا،

"کیوں؟"

صہیب نے بتایا،

"نارمنوں کا سیل بلا روکنے کے لئے ایک بڑے اور مضبوط بحری بیڑے کی ضرورت ہے اور ان خانہ جنگیوں کی بدولت وہ بکھر چکا، ٹوٹ چکا،"

کچھ سوچتے ہوئے جولیانا نے جواب میں کہا،

"ہاں یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن کیا ایک بات نہیں ہو سکتی؟"

صہیب نے جولیانا کی طرف دیکھا اور پوچھا،

"کون سی بات؟"

جولیانا نے پر خیال انداز میں کہا،

"افریقہ (مغرب) کی اسلامی حکومت کے پاس بہت بڑا بحری بیڑہ ہے، کیا اس نازک موقع پر وہ ہماری مدد نہیں کر سکے گی؟"

صہیب چونک پڑا،

"کیا کہا تم نے؟"

وہ بولی،

"اسلامی اخوت کا رشتہ اتنا کمزور تو نہ ہونا چاہیئے کہ ایسے مرحلہ پر جب ایک ملک میں اسلام زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے، افریقہ کی حکومت ہماری مدد کرنے سے انکار کر دے اور مجھے یقین ہے اگر ایک مضبوط بحری بیڑہ آپ کی کمان میں ہو تو پھر نارمنوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک سکتے ہیں، پھر ان کی امنگوں اور حوصلوں کو شکست دی جا سکتی ہے، پھر ابن ثمنہ اور اس جیسے دوسرے غداروں اور باغیوں کا استیصال کیا جا سکتا ہے!"

صہیب نے جوش مسرت اور سرخوشی کے عالم میں کہا،

"تمہاری رائے بڑی صائب ہے، یہ ہو سکتا ہے اور یہ ہونا چاہیئے —— لیکن ایک سوال پھر بھی حل طلب باقی رہ جاتا ہے!

جولیانا نے پوچھا،

"وہ بھی کہہ ڈالئے!"

صہیب نے جواب دیا،

"وہاں جائے گا کون؟ کوئی ایسا شخص ہونا چاہیئے جو یہاں کا نقشہ الفاظ میں کھینچ کر رکھ دے، جو ہماری ترجمانی صحیح طور پر کر سکے، جو افریقی حکومت کو ہماری امداد کرنے پر مجبور کر دے!"

جولیانا نے ذرا تامل کے بعد جھجکتے ہوئے کہا،

"اگر آپ اجازت دیں تو میں جا سکتی ہوں!"

صہیب نے حیرت کے عالم میں سوال کیا،

"تم؟"

وہ بولی،

"تو کیا ہوا؟ میں مسلمان نہیں ہوں؟ کیا دنا رع تی کے سلسلہ میں میرا کچھ فرض نہیں ہے؟ میں جہاد میں عملی حصّہ نہیں لے سکتی، مگر کیا اتنا بھی نہیں کر سکتی کہ جہاد کا سروسامان بہم پہنچانے میں جو کچھ کر سکتی ہوں وہ کر گزروں؟"

صہیب نے جولیانا کی پیشانی چوم لی اور کہا،

"سچ کہتی ہو، میری طرف سے اجازت ہے، تم جا سکتی ہو"

جولیانا خوش ہو گئی،

"بس تو میں کل ہی چلی جاؤں گی!"

اتنے میں نہ جانے کہاں سے مریم نمودار ہو گئی، وہ اب بچی نہیں تھی، جوانی کی سرحد میں قدم رکھ چکی تھی، تقریباً ۱۳ سال کی عمر، بوٹا سا قد، صباحت و ملاحت اور جمال و رعنائی کی تصویر!

اسے دیکھتے ہی صہیب کا مرجھایا ہوا دل شگفتہ ہو گیا، اس نے کہا،

"ارے تو کہاں سے آگئی؟"

اس نے ایک ادائے خاص کے ساتھ کہا،

"آگئی!"

پھر وہ اپنی ماں سے مخاطب ہوئی،

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

جولیانا نے ایک آہِ سرد کے ساتھ کہا،

"بیٹی سفر پر ———— ایک بہت ضروری کام سے!"

مریم نے بچوں کی طرح فرش پر پاؤں ٹیکتے ہوئے کہا،

"میں بھی ساتھ چلوں گی، اکیلی نہیں جاسکتیں آپ!"

صہیب نے ہاتھ پکڑ کر اُسے پاس بٹھا لیا،

"ہماری بیٹی ہمارے ساتھ جائے گی!"

مریم نے پُوچھا،

"کیا آپ بھی جا رہے ہیں؟"

وہ بولا،

"ہاں تمہاری اماں آجائیں تب!"

---

(۶)

افریقیہ کا دربارِ شاہی

صقلیہ اور مغرب (افریقیہ) کے تعلقات کچھ خوشگوار نہ تھے، ماضی میں بعض ایسے واقعات پیش آئے تھے، جنہوں نے دونوں مملکتوں کے مابین عناد کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی، یہی وجہ تھی کہ صہیب اس طرف سے زیادہ پُرامید نہ تھا، جریانا نے جب وہاں خود جانے کی پیشکش کی تو وہ اسے رد نہ کر سکا، یہی آخری سہارا تھا، اسے چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا لیکن حالات ایسے تھے کہ اس سہارے پر بھی تکنا بھی نہیں تھا،

بہرحال چند اعیان و اشراف کے ساتھ جریانا نے یہ کڑی منزل سر کی وہ افریقیہ پہنچی، اور المعز کے دربار میں حاضر ہوئی -

المعز ایک نیک اور شریف اور عالی ظرف فرماں روا تھا، اس موقع پر اس نے پچھلی تلخیوں کو یکسر فراموش کر دیا، خود اس کا ملک بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کی تاخت تاراج کا شکار بنا ہوا تھا، اور اپنی فوجی طاقت کو زیادہ سے زیادہ مستحکم اور تیار رکھنے کی ہمہ وقت ضرورت اسے خود تھی لیکن کسی نتیجت پر اسے یہ بھی گوارا نہ تھا کہ صقلیہ کی اسلامی حکومت کا چراغ بجھ جائے، اور وہ کچھ نہ کر سکے، اس نے نہایت اکرام و احترام کے ساتھ جریانا

کو حرم سلطانی میں ٹھہرایا، جو لوگ اس کے ساتھ آئے تھے، ان کا بھی قرار واقعی اجلال اکرام اس نے ملحوظ رکھا، وہ چار روز کی خاطر مدارات کے بعد جب ان مسافروں کی ماندگی رفع ہو گئی، تو اس نے حرم سرائے شاہی میں جولیانا کو شرف باریابی عطا کیا، اس موقع پر المعز کی بیوی اور لڑکیاں بھی موجود تھیں اور چند مخصوص امرائے دولت بھی،

جولیانا نے بڑی خوبی سے اپنے شوہر، اور اپنے ملک کی ترجمانی کے فرائض انجام دیئے، المعز کو کچھ حالات پہلے سے معلوم تھے، جولیانا کے ساتھیوں سے معلوم ہوئے تھے ان کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کہا،

"حالات واقعی کافی تشویش انگیز ہیں، لیکن میں خود بھی جن حالات سے گزر رہا ہوں وہ کچھ کم تشویش انگیز نہیں ہیں، پھر بھی جو کچھ مجھ سے ممکن ہو، مجھے اس سے دریغ نہ ہوگا!"

جولیانا نے کہا،

"یہی ہم چاہتے ہیں، یہی آرزو لے کر ہم یہاں آئے ہیں!

المعز نے پوچھا،

"لیکن بات واضح ہونی چاہیئے، یہ بتایئے میں کس طرح مدد دے سکتا ہوں؟"

جولیانا نے جواب دیا۔

"آپ کے وسائل و ذرائع ہمارے مقابلہ میں زیادہ ہیں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک بڑا اور مضبوط بحری بیڑہ موجود ہے، ہمیں اس کی ضرورت ہے!

المعز نے کہا،

"لیکن پھر میرے پاس کیا رہ جائے گا؟"

وہ بولی،

"یہ بڑا کٹھن اور نازک وقت ہے، صقلیہ کی مدد کرکے آپ بہت بڑا کارنامہ

انجام دیں گے، آنے والی نسلیں تشکر و سپاس کے ساتھ آپ کا نام لیں گی،

کچھ تامل کے ساتھ المعز نے کہا،

"پھر بھی آپ کا مطالبہ بہت بڑا اور بہت زیادہ ہے، اپنا بحری بیڑہ اگر میں صقلیہ بھیج دوں، اور کوئی دشمن میرے ملک پر حملہ آور ہو تو کیا کروں گا؟"

جیلیانا نے جواب دیا،

"آپ نے ایک خیالی خطرہ پیش کیا ہے، اور ہم ایک واقعی خطرے میں گھرے ہوئے ہیں!"

المعز نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"پھر بھی ——— "

جیلیانا نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

"خوب اچھی طرح سوچ کر فیصلہ کیجئے، اگر اپنا بیڑہ دینے سے انکار کردیں تو یہ واپس چلی جاؤں گی، لیکن ایک بات یاد رکھیے، ایک روز بہرحال خدائے حی و قیوم کے سامنے آپ کو بھی پیش ہونا ہو گا، اس روز اگر صقلیہ کی ویران مسجدوں نے، ان عورتوں نے جو باندیاں اور لونڈیاں بنائی جانے والی ہیں، ان مردوں نے جو اس جرم میں کہ مسلمان ہیں، قتل کئے جانے والے ہیں، ان بچوں نے جو عنقریب داغِ یتیمی برداشت کرنے والے ہیں، خدا کے سامنے فریاد کی، اور آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا، جب صقلیہ کی سرزمین پامال کی جا رہی تھی، جب صقلیہ کے مسلمانوں پر عرصۂ زیست تنگ ہو رہا تھا، جب صقلیہ میں اسلام کا اعلان کرنا ایک بہت بڑا جرم تھا، جب صقلیہ کی اینٹ سے اینٹ بجائی جا رہی تھی، جب صقلیہ سے اسلام جلا وطن کیا جا رہا تھا، اور مسلمان ترکِ مذہب پر مجبور کئے جا رہے تھے اس وقت المعز نے اپنے خیالی خطرہ کے پیش نظر ہماری کوئی امداد نہیں کی، تو آپ کیا جواب دیں گے؟ ——— کیا کوئی جواب

بھی دے سکیں گے؟"

جولیانا تقریر کرتی جا رہی تھی، اور المعز کا رنگ بدلتا جا رہا تھا، جب وہ تقریر کر چکی تو المعز نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا،

میں خدا کو جواب دوں گا کہ میں نے اپنی اور اپنے ملک کی پروا نہ کی اور صقلیہ کے حفظ و دفاع کے لئے وہ سب کچھ کیا جو میں کر سکتا تھا!"

جولیانا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے المعز کی طرف دیکھنے لگی، اس نے کہا۔

"میری بہن افریقہ کا بیڑا ایک ہفتہ کے اندر اندر یہاں سے روانہ ہو جائے گا، تم کل ہی واپس جاؤ اور ہمارے بھائی صہیب کو مطمئن کر دو!"

جولیانا نے ممنون نگاہوں سے المعز کو دیکھا، اور گویا ہوئی،

"مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی!"

المعز نے کہا،

صقلیہ کی مدد ہر مسلمان کا فرض ہے اور ایک مسلمان کی حیثیت سے میں صرف اپنا فرض ادا کر رہا ہوں،!

---

(۷)

وہ بیڑہ ڈوب گیا

جو لیانا خوش خوش بلرم واپس پہنچی ، صہیب کو اس نے اپنی کارگزاری کی داستان سنائی ، اس عرصہ میں نارمنوں کے اقدام اور تاخت و تاراج کا سلسلہ جاری تھا ، ابن ثمنہ کی تائید اور پشت پناہی نے نارمنوں کے حوصلے بلند کر دیئے تھے ، اور وہ قدم قدم پر وحشت ، بربریت اور درندگی کے مظاہرے کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے ،

افریقہ کے بحری بیڑے کے آنے کی خبر نے صہیب میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا تھا ، اور وہ پہلے سے زیادہ جوش اور حوصلہ کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کی تیاریوں میں منہمک ہو گیا تھا ،

جوں جوں دن گذرتے جاتے ، افریقی بیڑے کی آمد کا وقت قریب آتا جاتا ،

لیکن قسمت کو کچھ اور ہی چال چل رہی تھی ،

یہ بیڑہ جزیرۂ قوصرہ کے قریب پہنچا تھا کہ سمندر کے تھپیڑوں میں گرفتار ہو گیا ، اور جہاز ایک ایک کرکے غرقاب ہونے لگے ، یہاں تک کہ پورا بیڑا نقش آب ہو گیا ، صرف چند آدمی مشکل سے اپنی جان بچا سکے ، یہ صرف ایک افریقی بیڑے کی تباہی نہیں تھی

بلکہ مسلمانانِ صقلیہ کا ستارۂ صبح سامنے جھلملا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا، اور مسلمانانِ صقلیہ کا آخری نوشتہ پورا ہوا، صقلیہ پر نارمنوں کا راستہ روکنے والا اب کوئی نہ رہا، وہ شہر پر شہر فتح کرتے آگے بڑھے، نیز عجلت کار کے لیے اٹلی سے مزید کمک طلب کی، اور رابرٹ خود اپنی قیادت میں فوج لے کر مئی ۱۰۹۱ء میں صقلیہ پہنچا،

اس حملہ میں انہوں نے تقریباً اکثر چھوٹے بڑے قصبوں پر قبضہ کر لیا، اور اب مسلمانوں کے قبضہ میں صرف چند اہم شہر، جرجنت، قصریانہ، بلرم، سرقوسہ، مازر، اطرابنش زغوس اور نوطس وغیرہ باقی رہ گئے، اور اگرچہ اس وقت بھی بلرم میں ایک نام نہاد مرکزی حکومت قائم تھی، تاہم امرِ واقعہ کے لحاظ سے ان شہروں کی مدافعانہ قوت کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، اب ہر شہر کے مسلمان انفرادی طور پر اپنے اپنے امیر کی قیادت میں اپنے اپنے شہر کی حفاظت کے ذمہ دار ہو گئے، اور اس طرح نارمنوں کے لئے ان کی تسخیر زیادہ آسان ہو گئی۔[1]

یہ خبر جب بلرم میں پہنچی تو صفِ ماتم بچھ گئی، ہر گھر سے نوحہ و ماتم کی صدائیں بلند ہونے لگیں، ابن ثمنہ کا لایا ہوا طوفان اب اسکے ٹالے بھی نہ ٹل سکتا تھا!

صقلیہ میں کوئی بڑی یا چھوٹی حکومت ایسی نہ تھی، جو اس سیلِ بلا کو روک سکتی، جو اس طوفان سے ٹکر لے سکتی، جو اس تباہی کا مقابلہ کر سکتی،

جو لیانا کے کان میں جب افریقی بیڑے کی غرقابی کی خبر پڑی تو اس پر اختلاج کے دورے پڑنے لگے، اب تک بڑی ہمت سے اس نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا تھا، بلکہ صہیب کی ہمت بھی بندھائی تھی، لیکن اب اس کی نگاہوں میں دنیا تیرہ و تار تھی،

---

[1] تاریخ صقلیہ جلد ا ص۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مایوسی کی انتہا، انسان میں ایک نیا جذبہ اور نیا حوصلہ پیدا کر دیتی ہے۔

یہی کیفیت صہیب کی ہوئی اس خبر نے اس میں ایک عجیب عزم پیدا کر دیا، اس نے فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو وہ نارمنوں کا مقابلہ کرے گا، وہ اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو مجتمع کرنے میں لگ گیا، اور آخری مقابلہ کی تیاری کرنے لگا،

بلکہ مسلمانانِ صقلیہ کا ستارۂ صبح سامنے جھلملا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا، اور مسلمانانِ صقلیہ کا آخری نوشتہ پورا ہوا، صقلیہ میں نارمنوں کا راستہ روکنے والا اب کوئی نہ رہا، وہ شہر پر شہر فتح کرتے آگے بڑھے، نیز عجلت کار کے لئے اٹلی سے مزید کمک طلب کی، اور راجرٹ خود اپنی قیادت میں فوج لے کر مئی ۱۰۹۱ء میں صقلیہ پہنچا،

اس حملہ میں انہوں نے تقریباً اکثر چھوٹے بڑے قصبوں پر قبضہ کر لیا، اور اب مسلمانوں کے قبضہ میں صرف چند اہم شہر جرجنت، قصریانہ، بلرم، سرقوسہ، مازر، اطرابنش زغوس اور نوطس وغیرہ باقی رہ گئے، اور اگرچہ اس وقت بھی بلرم میں ایک نام نہاد مرکزی حکومت قائم تھی، تاہم امرِ واقعہ کے لحاظ سے ان شہروں کی مدافعانہ قوت کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، اب ہر شہر کے مسلمان انفرادی طور پر اپنے اپنے امیر کی قیادت میں اپنے اپنے شہر کی حفاظت کے ذمہ دار ہو گئے، اور اس طرح نارمنوں کے لئے ان کی تسخیر زیادہ آسان ہو گئی[1]

یہ خبر جب بلرم میں پہنچی تو صفِ ماتم بچھ گئی، ہر گھر سے نوحہ و ماتم کی صدائیں بلند ہونے لگیں، ابن ثمنہ کا لایا ہوا طوفان اب اسکے ٹالے بھی نہ ٹل سکتا تھا!

صقلیہ میں کوئی بڑی یا چھوٹی حکومت ایسی نہ تھی، جو اس سیل بلا کو روک سکتی، جو اس طوفان سے ٹکر لے سکتی، جو اس تباہی کا مقابلہ کر سکتی،

جولیانا کے کان میں جب افریقی بیڑے کی غرقابی کی خبر پڑی تو اس پر اختلاج کے دورے پڑنے لگے، اب تک بڑی ہمت سے اس نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا تھا، بلکہ صہیب کی ہمت بھی بندھائی تھی، لیکن اب اس کی نگاہوں میں دنیا تیرہ و تار تھی،

---

[1] تاریخ صقلیہ جلد ۱ صفحہ

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مایوسی کی انتہا، انسان میں ایک نیا جذبہ اور نیا حوصلہ پیدا کر دیتی ہے۔

یہی کیفیت صہیب کی ہوئی اس خبر نے اس میں ایک عجیب عزم پیدا کر دیا، اس نے فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو وہ نارمنوں کا مقابلہ کرے گا، وہ اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو مجتمع کرنے میں لگ گیا، اور آخری مقابلہ کی تیاری کرنے لگا،

(۸)

آخری مقابلہ

صقلیہ موت و زیست کی کشمکش میں گرفتار تھا،

افریقی بیڑے کی غرقابی کے بعد صرف مصر کی فاطمی حکومت تھی، جو اس نازک وقت وقت میں مدد کر سکتی تھی، اور نارمنوں کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روک سکتی تھی، اور ہر اعتبار سے اتنی مضبوط اور مستحکم تھی کہ کسی بھی طاقت سے کامیاب طور پر ٹکر لینے کی صلاحیت رکھتی تھی،

لیکن مصر کی یہ فاطمی حکومت نہ صرف صقلیہ کی امداد سے گریزاں تھی، بلکہ اس نے ایسا رویہ اختیار کر لیا تھا، جو نارمنوں کی حوصلہ افزائی اور مسلمانان صقلیہ کی ہمت شکنی کا باعث تھا، ابن ثمنہ کی درازیوں نے فاطمی حکومت کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس جنگ میں کوئی حصہ نہ لے اور صقلیہ کو اس کے حال پر چھوڑ دے،

ابن ثمنہ نے اب تک نارمنوں سے جتنے وعدے کئے تھے وہ پورے کئے، جو امیدیں دلائی تھیں وہ پوری ہوئیں، ان شہروں میں جو اس کے تصرف اور تسلط میں تھے اس آسانی سے اپنے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر نارمن داخل ہو گئے، جس طرح کوئی معز ز

مہمان ہر طرف سے ان کا خیر مقدم ہوا، تبریک و تہنیت کے نعروں سے فضا گونج اٹھی، جن شہروں میں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ وہاں سے خفیہ دعوت نامے پہلے ہی پہنچ چکے تھے، لہٰذا وہاں بھی بغیر کسی مزاحمت اور مقاومت کے وہ فاتحانہ شان کے ساتھ داخل ہو گئے۔

اب اندرونِ صقلیہ کا اور خاص طور پر پایۂ تخت بلرم کا معاملہ درپیش تھا، جب تک بلرم کا جھنڈا سرنگوں نہ ہوتا، یہ ساری کامرانیاں اور فتحیابیاں، بیکار اور بے نتیجہ تھیں اور حال یہ تھا کہ اپنی بیش از بیش کامیابیوں کے بعد نارمن اس کی طرف یلغار کرتے ہوئے جھجکتے تھے، ابن ثمنہ کی ہر طرح کی یقین دہانی کے باوجود ان کے پائے ثبات لرز رہے تھے، کچھ اس لئے کہ وہ صہیب کی قوت و طاقت سے اب تک خائف تھے، اور کچھ اس لئے کہ انہیں مصر کی فاطمی حکومت سے دھڑکا لگا ہوا تھا، کہیں وہ میدان میں نہ اتر آئے، انہیں یقین تھا اگر فاطمی حکومت میدان میں اتر آئی اور اس نے صقلیہ کی امداد و اعانت کا فیصلہ کر لیا، تو یہ سریع الحصول کامیابیاں افسانۂ ماضی بن جائیں گی، انہیں جان کے لالے پڑ جائیں گے اور اپنے مفتوحہ علاقوں سے بھاگنے کا راستہ بھی نہ ملے گا۔

لیکن جب ابن ثمنہ کی کوششیں بارآور ہوئیں اور اس نے مصر کی حکومت کی طرف سے باقاعدہ یقین دلا دیا کہ اس کی طرف سے کوئی مزاحمت اور مخالفت نہ ہوگی تو نارمنوں نے اطمینان کا سانس لیا، اور آگے بڑھنے کی تیاریاں کرنے لگے،

لیکن پھر بھی اپنی قوت و طاقت سے وہ مطمئن نہ تھے، انہوں نے یورپ کے متعدد ملکوں سے درخواست کی کہ اس کارِ خیر میں ان کا ہاتھ بٹائیں، اور بلرم کو فتح کرنے میں ان کی مدد کریں، صقلیہ میں مسلمانوں کا وجود ہر غیر مسلمان کو کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا، ہر طرف سے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں اور ہر چہار طرف سے فوجی امداد کا نہ ختم

ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا،

ادھر صہیب بھی غافل نہیں بیٹھا تھا،

افریقی بیڑے کی غرقابی نے بے شک اس کا سفینۂ آرزو بھی غرق کر دیا تھا، لیکن وہ آسانی سے ہار ماننے والے لوگوں میں سے نہ تھا، وہ صقلیہ کو تحفہ کے طور پر نارمن وحشیوں کے حضور میں پیش کرنے کے لئے تیار نہیں تھا، وہ دست و بازو کی پوری قوت صرف کئے بغیر نہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ تھا، نہ میدان چھوڑنے پر، اس کے ساتھی راہ فرار اختیار کر چکے تھے، دوستوں نے منہ موڑ لیا تھا، فوجی قوت پارہ پارہ ہو چکی تھی، لیکن ہمت اب تک ساتھ تھی، اور اسی کے بل پر وہ سب کچھ کر گزرنے پر تیار تھا،

صہیب کی نظر ابن البعباع پر پڑی، اس نے صاف الفاظ میں اس ذی حیثیت اور طاقت ور رئیس سے کہہ دیا،

"مجھے نہ جاہ و حشمت کی آرزو ہے، نہ تاج و تخت کی، آپ تاج شہریاری سر پر رکھئے ایک سپاہی کی طرح میں آپ کا ساتھ دینے کو اور آپ کی زیر کمان دشمن سے لڑنے کو اور اپنا آخری قطرۂ خون تک بہا دینے کو تیار ہوں"

ابن البعباع اس مخلصانہ درخواست کو رد نہ کر سکا، اس کی ملی حمیت اور قومی غیرت جاگ اٹھی، اس نے صہیب کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہا،

"میرے دوست، اس وقت تخت و تاج کا فیصلہ کرنے کا موقع نہیں ہے، یہ ہمارے گھریلو معاملات ہیں کسی وقت بھی ہم نبٹ لیں گے، اس وقت تو سب سے بڑا اور اہم مرحلہ یہ ہے کہ دشمن کی یلغار کا مقابلہ کیا جائے، اس کی یورش روکی جائے، صقلیہ ایک مرتبہ بیرونی دشمنوں سے آزاد ہو جائے، پھر ہم جس طرح چاہیں گے، اس کے انتظام و انصرام اور نظم مملکت کے معاملات و مسائل طے کر لیں گے،

ان الفاظ نے جو خلوص پر مبنی تھے صہیب کی ہمت بندھائی، اور یہ دونوں مل کر

دشمن کا مقابلہ کرنے لگے،

لیکن حالات اتنے ابتر ہو چکے تھے، اور مصر کی دولتِ فاطمیہ کی طرف سے بے فکر اور مطمئن ہو کر نارمنوں کے حوصلے اتنے بڑھ چکے تھے کہ آنے والی گھڑی کا دور ہونے کے بجائے اور زیادہ قریب ہوتی چلی گئی،

بلرم کی جنگ سر کرنے کے لئے نارمنوں نے یورپ کے تمام ملکوں سے امداد و اعانت کی درخواست کی تھی اور یہ درخواست پورے جوش و خروش کے ساتھ قبول کر لی گئی تھی، چنانچہ اپنی اور دوسرے ساتھیوں کی طاقت مجتمع کر لینے کے بعد نارمنوں نے بلرم کی طرف کوچ کیا راستہ میں کوئی خطرہ نہیں پیش آیا، سمندر کی وہی بپھری ہوئی موجیں جنہوں نے افریقہ کے بحری بیڑے کو غرقاب کر دیا تھا، نارمنوں اور ان کے ساتھیوں کے بیڑوں کو گود میں لئے جھولا جھلاتی آگے بڑھ رہی تھیں،

یہاں تک کہ وہ دن بھی آ گیا، جب یہ بیڑے جزیرۂ بلرم کی فصیل کے نیچے آ کر کھڑے ہو گئے،

بلرم کے محاصرہ کی خبر بجلی کی طرح سارے یورپ میں پھیل گئی، فدائیانِ مسیحیت کے لئے اپنی دیرینہ عداوت کے پورا کرنے کا وقت آ پہنچا، جن عربوں نے انہیں اپنے چند سالہ دور میں تہذیب و تمدن کا درس دیا، متعصب پادریوں نے انہیں "وحشی، لٹیرے اور قزاق گروہ" کے نام سے مشہور کر رکھا تھا، اور یہ کیوں نہ ہوتا، جبکہ انہیں عربوں نے دنیائے مسیحیت کی مقدس سلطنتِ روما کے چپہ چپہ کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا تھا، اور روما کے مقدس پوپ کو جو تمام دنیائے مسیحیت کا مقدس باپ تھا، اپنا باجگذار بنا لیا تھا، اس کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ ان کے متعلق سارے یورپ میں یہ داستان پھیل گئی تھی کہ انہوں نے گرجا کے مقدس پادریوں کا لباس کتوں اور گھوڑوں کو پہنایا، گرجوں میں عیش و نشاط کی محفلیں گرم کیں، مقدس مجسموں میں حوض جلایا، مقدس کا سہانے عشائے ربانی میں مسلمانوں کی مظفر و منصور فوج

کا جام صحت تجویز کیا گیا، اور عین قربانگاہ پر مریم کی کنواری اور اچھوتی ننوں کا شیشۂ عصمت چور چور کر ڈالا،

اس لئے جب "ان قزاق، وحشی اور بوالہوس، عربوں کے اس تاریخی پرشکوہ و باعظمت پایۂ تخت کے محاصرہ کا وقت آیا، جس کے چپہ چپہ پر اسلامی روایات کے آثار قائم تھے جس کے ہر در و دیوار پر اسلامی تہذیب و ثقافت کی شعاعیں ضوفشاں تھیں، جس کی صدہا مسجدوں سے روزانہ پانچ وقت کلمۂ توحید کی بانگ درا بلند ہوتی تھی تو فدائیان مسیحیت یورپ کے ہر حصۂ ملک سے جوق در جوق بلرم روانہ ہوئے کہ محاصرہ میں شریک ہو کر اپنا ایک مقدس ترین فریضۂ مذہبی ادا کریں [1]

یہانتک کہ حکومت بیزنطینی جو بڑی حد تک کلیسائے روما سے معاندانہ روش اختیار کرتی، اور قیصر روم کے لئے ان لٹیرے نارمنوں کی کسی حکومت کو جائز تسلیم کر لینا کسرِ شان سمجھا جاتا، اس کے بیڑے بھی نارمنوں کی امداد کے لئے قائد اعظم منیکس کی قیادت میں صقلیہ پہنچے [2]

ادھر عیسائی محاصرین کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا اور ادھر مسلمان محصورین کی پریشانی و پراگندگی کا یہ حال تھا کہ ان کی بحری قوت کا خاتمہ تو چند سال پیشتر ۱۰۶۸ء میں ہو چکا تھا، بری فوج بھی ان شوریدہ پشتوں سے بھری ہوئی تھی، جس میں صقلیہ کے غیر مسلم باشندے زیادہ تھے، اور جب ان سے بھی کمی پوری نہیں ہوتی تو بلرم کے عیسائی باشندوں کو وطن

---

[1] مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"حملہ آوروں کی تعداد یوں اور بھی بڑھ گئی کہ یورپ کے ہر ملک سے آ کر لوگ اس میں شامل ہونے لگے، اس لئے محاصرین کی فوج کی تعداد اتنی کافی ہو گئی کہ انہوں نے دریا اور خشکی دونوں طرف سے مسلمانوں کے اس دارالسلطنت کو گھیر لیا"

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا

کی حفاظت کے نام پر جمع کیا گیا، ممکن تھا یہ نظام کچھ سود مند ہوتا، مگر صقلیہ کے عیسائی تو حملہ آوروں کو اپنا نجات دہندہ سمجھ رہے تھے اور در پردہ انہیں امداد پہنچانے کے خواہاں تھے اور بلرم کی شوریدہ پشت مسلم آبادی کا بھی یہ حال تھا کہ وہ اپنی جنگجو فطرت سے کسی وحدت کلمہ پر مجتمع نہیں ہوئی، اور عین اس وقت جب دشمنوں کے جنگی جہاز، اور قلعہ شکن آلاتِ جنگ فصیل شہر پر پتھر برسا رہے تھے وہ اپنے فرقہ وارانہ عقاید کو تسلیم کرانے کے لئے ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے[1]

تاہم اس ناعاقبت اندیش فرقہ پرور آبادی میں پرستارانِ توحید کی ایک ایسی جماعت بھی تھی، جو بادۂ توحید سے سرمست اور جامِ شہادت نوش کرنے کے لئے بے تاب تھی، اور وہی قدسی نفوس پرے کے پرے جمائے ایسے جمے رہے کہ علمبردارانِ مسیحیت آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہ کر سکے، وہ جب حملہ آور ہوتے، عربی شجاعت و بسالت سے دندان شکن جواب ملتا، یہاں تک کہ محاصرہ کو کامل پانچ مہینے گذر گئے، اور شہر پر قبضہ کی کوئی صورت نہیں نکلی[2]

جنگ کے اس نقشہ اور حملہ آوروں کے اس ارادہ سے بلرم کی عیسائی آبادی میں انتشار پیدا ہوا، اور عین اس موقع پر جب حملہ آور واپسی کا قصد کر رہے تھے، بلرم کے عیسائیوں کی جانب سے انہیں خفیہ پیغام پہنچا کہ فصیل شہر کا فلاں موقع فلاں جگہ سے کمزور ہے، یہ پیغام سنتے ہی حملہ آوروں کے پاؤں سنبھل گئے،

اس کے بعد حملہ آوروں نے ایک جنگی چال اختیار کی، فوج کا ایک بڑا حصہ شہر کی مشرقی سمت سمندر کی جانب سے حملہ آور ہوا، مسلمانوں نے ترکی بترکی جواب

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ا ص ۴۳۸

[2] مسٹر اسکاٹ کہتے ہیں کہ محاصرین کے جی چھوٹ گئے اور قریب تھا کہ محاصرہ سے دستبردار ہو کر واپس چلے جائیں

دیا، ادھر یہ لڑائی ہو رہی تھی، ادھر رابرٹ فوج کا ایک چیدہ دستہ لے کر مغربی فصیل کے اس کمزور حصّہ پر حملہ آور ہوا، جس کا عیسائیوں نے پتہ دیا تھا[۱]

یہ وہ عیسائی تھے جنہیں مسلمانوں نے لاڈلے بچے کی طرح رکھا تھا، جنہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی، جن کی راحت و آسائش کا ہمیشہ خیال رکھا تھا! ——

یہ بدلہ تھا ان کے احسان کا جو عیسائیوں کی طرف سے دیا جا رہا تھا،!

---

[۲] یہ ساری تفصیلات تاریخ صقلیہ سے ماخوذ ہیں،

(۹)

پرچم سرنگوں ہوگیا

دشمن کے اتنے بڑے لشکر کا پانچ مہینے تک مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، وہ بھی اس صورت میں کہ اپنی قوت پارہ پارہ ہو چکی ہو، اور شہر کے مسلمان دشمن سے لڑنے کے بجائے حرب عقائد میں مبتلا ہو کر باہمی کشت و خون میں مبتلا ہوں،

بہرحال بلرم کے عیسائیوں کی غداری، مسلمانان بلرم کی جنگ عقائد اور ابن ثمنہ کی دراندازی رنگ لائی اور وہ نارمن جو اتنے بڑے لشکر کے ہوتے ہوئے بھی بلرم کو پانچ مہینے کی سعی بسیار کے باوجود فتح نہ کر سکے تھے، اور مایوس ہو کر واپس جانے کا فیصلہ کر چکے تھے، عیسائیوں کے خفیہ پیغاموں کی مدد سے اپنا لاؤ لشکر لے کر شہر میں داخل ہو گئے، اور اس طرح دنیا کا بہت بڑا انقلاب رونما ہو گیا،

اب نارمن فاتح تھے،

صقلیہ مفتوح،

کل تک مسلمان اس سرزمین کے شہریار اور فرماں روا تھے،

آج سے وہ مفتوح و مغلوب تھے!

کل تک اُن کے پاس یورپ کی بڑی بڑی حکومتوں کے سفرا سر کے بل ادب و تعظیم کے جملہ مراسم بجالا کر حاضر ہوتے تھے،

اور آج؛

آج ان کے قاصد، فاتح کے دربار میں حفاظت جان ومال کی دریوزہ گری کے لئے حاضر ہو رہے تھے۔

صہیب اس موقع پر بھی ہتھیار ڈالنے کو تیار نہیں تھا، اور شہر میں ایسے سرفروش اور جاں نثار مسلمانوں کی تعداد بھی کسی نہ کسی حد تک باقی تھی جو کفن سر سے باندھ کر میدان میں اُتر رہے تھے، اور جو اپنے دوش ناتواں پر زندگی کو ایک بارگراں محسوس کر رہے تھے جو کسی قیمت پر دشمن کے سامنے مفتوح و مغلوب کی حیثیت سے پیش ہونے کو نہیں تیار تھے

لیکن ابن البعباع نے کہا اور سچ ہی کہا،

میرے دوست، یہ زندگی اب میرے لئے بھی خوشگوار نہیں ہے، میں بھی اسے ایک بوجھ محسوس کر رہا ہوں، جی چاہتا ہے یہ تلوار لے کر جاؤں اور جتنے آدمی قتل کر سکتا ہوں قتل کر ڈالوں!

اور پھر خود بھی جان دے دوں!

لیکن میرے دوست، میرے عزیز، میرے بھائی، ذرا سوچو تو سہی مرنے کے بعد ہم آسائش حاصل کر لیں گے، ہر فکر سے آزاد ہو جائیں گے، لیکن اپنے پیچھے مسلمانوں کو کس حال میں چھوڑ جائیں گے،؟

کیا دشمن ان کا قتل عام کرنے میں تامل کرے گا؛

ہماری بہنیں، ہماری بیٹیاں، ہماری بیویاں کیا باندی نہیں بنالی جائیں گی —

———— ؟

ہمارے یہ بچے جن سے مستقبل کی بہت سی اُمیدیں وابستہ ہیں، کیا بے دردی سے

ساتھ موت کے گھاٹ نہیں اُتار دیئے جائیں گے؛

ہم اپنی جان دے کر اپنی جان بچا سکتے ہیں، لیکن اپنے پیچھے مسلمانوں کو کتنی بڑی مصیبت میں مبتلا کر جائیں گے؟ کیا تم نے یہ بھی سوچا؟ اس پر بھی غور کیا؛

بے شک شکست بہت بھیانک چیز ہے اور ایک مسلمان کو تو اس کا تصور بھی نہ کرنا چاہیئے، لیکن شکست کھا کر بھی اگر ہم اپنی قوم کو دستِ ستم سے بچا لینے میں کامیاب ہو جائیں، اگر اپنی بیٹیوں، بہنوں اور بیویوں کو لونڈی نہ بننے دیں، اگر اپنی قوم کے بوڑھوں اور بچوں کو قتل بے دریغ سے بچالیں تو اس کڑوے گھونٹ کو نگل لینا چاہیئے، اس شکست کو قبول کر لینا چاہیئے ——— !

اگر دشمن ہمارے شرائط قبول کر لیتا ہے تو ہمیں مستقبل پر اُمید رکھنی چاہیئے، نہیں قبول کرتا تو بے شک تمہارے دوش بدوش میں بھی زندگی کی آخری سانس تک لڑتا رہوں گا، یہاں تک کہ یہ سر جو ایک ناقابلِ برداشت بوجھ بنتا جا رہا ہے، کٹ کر گر پڑے!"

صہیب کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے، اس نے اپنی تلوار ابن البعباع کے سامنے پھینک دی اور گلوگیر آواز میں کہا،

"میں آپ کے ساتھ ہوں!"

ابن البعباع نے اُسے گلے سے لگا لیا، اس کی آنکھیں بھی ڈبڈبائی ہوئی تھیں، اس نے کہا،

"جس قوم میں صہیب جیسے لوگ موجود ہیں، میں اسکے مستقبل سے مایوس نہیں ہوں، بلاشبہ ہم نے شکست کھائی ہے، لیکن میرا دل اس خیال سے مطمئن ہے کہ دشمن نے ہمیں شکست نہیں دی ہے!"

صہیب نے طنز کرتے ہوئے کہا،

"تو کیا آسمان کے فرشتوں نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے؟"

ابن العبباع نے ایک مرتبہ پھر اُسے گلے سے لگا لیا، اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا،

"نہیں میرے دوست فرشتے تو ہماری امداد کرنے پر کمربستہ تھے، ہم نے شکست کھائی ہے اپنوں سے ——— ابن ثمنہ کی غداری سے مسلمانانِ بلرم کی حرب عقاید سے۔ بلرم کے عیسائیوں کی موقع پرستی سے! اپنے گھاؤ ہم بھر لیں، پھر آگے بڑھیں گے اور فرشتے ضرور ہماری مدد کریں گے"!

(۱۰)

یہ ہے شہر کی کنجی

نارمن فاتح تھے، اور مسلمان مفتوح ! لیکن مسلمانوں کی دہشت اب تک نارمنوں کے دل میں ایسی بیٹھی ہوئی تھی کہ اپنی طرف سے "فاتحانہ" شرائط پیش کرنے کے بجائے، انہوں نے مسلمانوں کے پیش کردہ شرائط بغیر کسی تأمل اور تذبذب کے قبول کر لئے۔

فاتحانہ کروفر اور جاہ و حشم کے ساتھ نارمن فاتح راجر بلرم میں داخل ہوا، رسمی طور پر ابن البعباع نے شرائط صلح پیش کیں اور اس کے بعد اس ایوان میں جہاں صقلیہ کا والی شہریار اور تاجدار کی حیثیت سے جلوس کیا کرتا اور دربار منعقد کیا کرتا تھا اشراف و اعیان اور امراء و رؤسا صقلیہ کی موجودگی میں شرائط صلح سنائے گئے۔

۱ - عیسائی حکومت مسلمانوں کو کامل مذہبی آزادی دے گی،

۲ - بلرم کی تمام مسجدیں اپنی جگہ برقرار رکھی جائیں گی،

۳ - مسلمانوں کے لئے اسلامی قانون نافذ رہے گا،

۴ - مسلمانوں کے مقدمات کے فیصلے مسلمان قضاۃ کریں گے، اور اس ضرورت کے لئے

قضاۃ رکھے جائیں گے،

نارمنوں نے ان شرائط کی منظوری کا اعلان کر دیا اور صقلیہ کے مشہور عالم اسلامی شہر بلرم کا دروازہ عیسائیوں کے لئے کھول دیا گیا، اور ماہ جنوری ۱۰۷۱ء سے بلرم کے قلعوں برجوں اور فصیل کے پھاٹکوں پر صلیبی جھنڈا لہرانے لگا[1] جو آجتک سرنگوں نہ ہو سکا،

---

[1] ابن اثیر جلد ۱۰ صد ۱۳۳، نہایت الارب، الکتاب المونس، ابن خلدون، ابو الفداء، وغیرہ وانسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صد ۵۳۴ لفظ "راجر" ایضاً جلد ۱۹ صد ۷۴۸ لفظ "نارمن" طبع یازدہم و اخبار الاندلس جلد ۲ صد ۵۶، مسٹر اسکاٹ کو حیرت ہے کہ ایسا عظیم الشان اسلامی دار السلطنت کل پانچ مہینے میں تسخیر ہو گیا، لیکن ہمیں تو یہ حیرت ہے کہ بلرم کی ایک مختصر آبادی نے اپنی تمام پریشانیوں کے باوجود پانچ مہینے تک محاصرہ کا مقابلہ کر کے دشمنوں کے قدم کیونکر اکھاڑ دیئے، جب تک کہ خود بلرم کے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ موجود تھی، شہر کے عیسائی فریب دہی اور دغابازی پر تلے ہوئے تھے، دیگر دول اسلامیہ اور صقلیہ کے دوسرے شہروں کے مسلمان امداد کے لئے موجود نہ تھے، اگر پھر بھی بلرم کے ایک مختصر گروہ نے یورپ کی متحدہ طاقت کا مقابلہ کیا اور جب شہر کے عیسائیوں نے اپنی وطن فروشی سے دشمنوں سے جاسوسی کر دی اور بظاہر شہر کی حفاظت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو بھی مسلمانوں نے اپنے فاتحین سے ایسے شرائط منوائے کہ جن پر اگر آخر تک عمل کیا جاتا اور معاہدہ کی پابندی کی جاتی تو بلرم میں آج بھی مسلمانوں کی صورتیں نظر آتیں، اگرچہ عیسائیوں نے اس کے بعد اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، مگر اس وقت کامل فتح حاصل کر لینے کے باوجود محض مسلمانوں کے حزم و ہمت اور شجاعت سے خوف کھا کر ان شرائط کو قبول کر لیا۔ اس لئے ان مسلمانوں کا مفتوح ہو جانے کے باوجود اپنے مذہب تمدن اور معاشرت کے برقرار رکھے جانے کی سند لے لینا ایک حیرت انگیز واقعہ تھا، لیکن افسوس زمانہ نے اس معاہدہ کو ردی کے ایک پرزہ سے زیادہ اہمیت نہ دی،

(بقیہ حاشیہ صد ۳۹۹ پر)

آج سے بلرم کی قسمت بدل گئی تھی!

مسلمانوں کے ساتھ ساتھ بلرم کا ستارۂ اقبال بھی ڈوب گیا!

مسلمانوں کے یمنِ قدم سے بلرم دنیا کا بہترین شہر تھا!

یہاں کی تہذیب دوسروں کے لئے لائق تقلید تھی، یہاں کا تمدن غیروں کے لئے وجہ جذب وکشش تھا، یہاں کی معاشرت کی نقل کرنا لوگ اپنے لئے مایۂ فخر ومباہات سمجھتے تھے یہاں سے علم کی کرنیں پھوٹیں اور انہوں نے یورپ کے شہروں کو اپنی روشنی سے جگمگا دیا، یہاں سے رواداری کا چشمہ اُبلا اور اس نے یہاں کے محکوموں اور مفتوحوں کو اپنے فاتحوں اور حاکموں کا دالہ وشیدا بنا دیا

لیکن آج سے بلرم کی یہ خصوصیتیں ختم ہو رہی تھیں!

زمانہ کا انقلاب بہت سی ان ہونی باتوں کو ممکن کر دیتا ہے؛

کون تصور کرسکتا تھا کہ بلرم ایک مرتبہ عروج وارتقا کے نصف النہار پر پہنچنے کے بعد، پھر مائل بہ زوال ہوگا، یہاں کی شاندار تہذیب مٹ جائے گی، یہاں کا شاندار تمدن فناء ہو جائے گا، یہاں کے لازوال علمی کارنامے عدم کی راہ لیں گے، یہاں کی صنعت وحرفت کا

بقیہ حاشیہ صہ ۳۹۸ } اور اس بلرم میں جس میں پانچسو سے زیادہ مسجدیں آباد رہتی تھیں اور معابد کی رو سے ان میں سے ہر ایک کو قائم رہنا تھا، آج مسجد کا ایک مینار تک موجود نہیں، مسجدیں اگر گرجا بنائی گئیں تو خیر اس سرزمین پر کلمہ کی صدا بلند کرنے والا کوئی باقی نہیں رکھا گیا، ہمیں حسرت ہے تو یہ ہے کہ آج بلرم میں کسی مسلمان کی قبر کا نشان تک باقی نہیں، حالانکہ اس کی خاک میں بڑے بڑے نامور سپہ سالار، والیانِ ملک اور جلیل القدر آئمہ، علما، صوفیا، حکما، شعراء اور دیگر اربابِ علم وادب مدفون ہوئے تھے، جن کے تذکرہ سے ہماری حدیث، فقہ، علم کلام، طبقات طب اور شعر وادب کی کتابیں لبریز ہیں، (تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۴۴۲ - ۴۴۱)

نام و نشان صفحۂ ارض پر باقی نہ رہے گا، یہاں کی فلک بوس، فلک فرسا، اور فلک رفعت عمارتیں مٹی کا ڈھیر بن جائیں گی، یہاں کی نہریں سوکھ جائیں گی، دریا خشک ہو جائیں گے، باغات ویران ہو جائیں گے، سرسبزی اور شادابی قصۂ پارینہ بن جائے گی، یہاں کا ماضی جتنا شاندار تھا مستقبل اتنا ہی بھیانک ہوگا،

لیکن اس وقت تو بلرم خوش ہو رہا تھا!

اس وقت تو بلرم میں جشنِ طرب برپا تھا، !

اجنبی گئے، پردیسی رخصت ہوئے اغیار سے نجات ملی، اب اپنا ملک ہے، اپنا دیس، اپنی قوم، اپنا مذہب، اپنی حکومت —— لیکن یہ اپنے غیروں سے کہیں زیادہ ستمگر ثابت ہوں گے، یہ بات اس ہنگامۂ سرور و نشاط میں کسی نے نہ سوچی تھی!

جاتے جاتے

رولے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوننابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار!

مسلمانانِ صقلیہ زوالِ دولت اسلامی کے بعد صقلیہ میں جب تک موجود رہے انہیں مختلف عیسائی فرمانرواؤں کے عہد میں ان کی مختلف حکمت عملیوں سے سابقہ پڑتا رہا، اور سیاسی حالات کے اتار چڑھاؤ سے ان کے ساتھ مختلف زمانوں میں مختلف برتاؤ ہوتا رہا، یہاں تک کہ اسی لیل و نہار میں وہ گھڑی بھی آ پہنچی، جب مسلمانوں کی دولت و ثروت پر قبضہ کرنے، انہیں ملک کی تجارت صنعت، حرفت اور حکومت کے معزز عہدوں سے الگ کرنے، ان کی عزتِ نفس کو صدمہ پہنچانے، ان کی شریف بہو بیٹیوں کو بے آبرو کرنے اور سب سے آخر میں ان کی سب سے عزیز ترین متاع گرانمایہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین و تذلیل کرکے ان کے دلوں کو ٹھیس لگانے کے باوجود سرزمین صقلیہ پر ان کا وجود ایک بارگراں بن گیا، اور گلستانِ صقلیہ کے وہ باغبان جنہوں نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر اس کی آبیاری کی تھی، اور اسے سرسبز و شاداب بنایا تھا، اپنے صحن گلشن کو اغیار کے ہاتھوں میں چھوڑ کر با دیدۂ پُرنم ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے، اور سرزمین صقلیہ کلمہ گویانِ اسلام کے وجود سے خالی ہوگئی!" (تاریخ صقلیہ ج ا صـ۲۶۶)

---

(۱)

تسخیر دوبدہ

نارمنوں کے لئے بلرم کی تسخیر کے بعد سارے جزیرہ کی تسخیر آسان ہو گئی، ہر طرف نارمنوں کا سکہ بیٹھ گیا، چنانچہ نارمن لشکر نے بلرم کے بعد مازر اور اطرابنش کا رُخ کیا، یہ دونوں شہر عبداللہ بن منکوت کے قبضہ میں تھے، جو خاموشی سے فرمانروائی کر رہا تھا، عبداللہ بن منکوت کی طاقت کچھ مستحکم نہ تھی، اس لئے اس نے نارمنوں کے مقابلہ کی جرأت نہ کی، اس لئے جب نارمن لشکر قریب پہنچا تو اس نے صلح کا پیغام بھیجا، اور وہی شرائط پیش کئے جو سقوط بلرم کے وقت طے پائے تھے، نارمنوں نے شرطیں منظور کر لیں، اور عبداللہ بن منکوت حکومت سے دستبردار ہو گیا، اس طرح پوری اسلامی آبادی جو ایک وسیع علاقہ پر مشتمل تھی، خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر نارمنوں کے ہاتھ آ گئی،

عبداللہ بن منکوت اپنا علاقہ خالی کر کے مادیۂ پرنم اپنے اہل و عیال اور قابل نقل و حمل دولت و ثروت کو ساتھ لے کر وہاں سے ہجرت کر کے افریقہ چلا گیا،

عبداللہ بن منکوت کی دستبرداری کے بعد اب صقلیہ میں کوئی نام نہاد اسلامی حکومت

بھی باقی نہیں رہی، ابن حواس جو جنگ میں تیر کا نشانہ بنا، ابن العباع اور صہیب نے بلرم کو پہلے ہی سپرد کر دیا، اب صرف ابن منکوت باقی رہ گیا تھا، وہ بھی اپنی جان سلامتی سے نکال کر حکومت سے دستبردار ہو گیا،

اس لئے اب صقلیہ میں جو اسلامی شہر باقی رہ گئے تھے، اور ان پر ابھی تک اسلامی علم لہرا رہے تھے، اب ضابطہ کے طور پر بھی ان کی مدافعت کا فرض کسی منظم حکومت پر عائد نہیں تھا، بلکہ انفرادی طور پر خود اہل شہر، شہر میں اپنی اپنی حفاظت کے ذمہ دار تھے، جس شہر میں جیسی اسلامی آبادی ہو، وہ اپنی قوت کے مظاہرہ سے جن شرائط کو منوا لے انہیں طریقوں سے اب ان مقامات کو نارمنوں کے قبضہ میں جانا تھا،

جب صقلیہ کے اسلامی شہروں کی یہ صورت حال ہوئی تو نارمنوں نے بھی ان کی فتح میں کوئی عجلت نہیں کی، ہر شہر کو اپنے حال پر چھوڑ دیا، ان کی اب تمام تر توجہ اپنے مفتوحہ علاقے کی جانب مبذول ہو گئی، اور چاہا کہ نظم و نسق درست کر کے باضابطہ حکومت قائم کر لیں،

چنانچہ نارمنوں کی باہمی تقسیم کی رو سے صقلیہ راجر کے قبضہ میں آگیا، اور اس کے بڑے بھائی رابرٹ نے اس کو یہاں کا خود مختار فرمانروا تسلیم کیا، صرف بلرم اور مسینا میں دونوں بھائی نصف نصف کے شریک رہے،

راجر نے نظم حکومت کے بعد اپنی صلیبی لڑائیوں کا پھر آغاز کیا، اور صقلیہ کے باقی ماندہ اہم شہروں پر تاختیں شروع کر دیں، ان میں سے بعض بعض شہروں کے مسلمانوں نے مدافعت کی اور ان کی تسخیر میں کافی دیر لگی اور بعض شہروں کے مسلمانوں نے نارمن فوج کے پہنچتے ہی اپنے دروازے کھول دیئے، اور وہ فوراً تسخیر ہو گئے،

اس یورش میں نارمنوں نے شمالی صقلیہ کے اہم شہروں طبرمین اور سرقوسہ پر تاخت کی، یہ دونوں شہر اگرچہ پہلے عیسائیوں کے اہم مرکز تھے، مگر ان کی بربادی کے

بعد اس میں مسلمانوں کی آبادی قائم ہو گئی تھی، لیکن نہ کوئی یہاں مستحکم شہر پناہ تھی، اور نہ مسلمانوں کے پاس مدافعت کا سامان، اس لئے نارمنوں نے آسانی سے ان پر قبضہ کر لیا،

اس کے بعد نارمن لشکر نے جرجنت اور قصریانہ کا رخ کیا، مسلمانانِ جرجنت زیادہ غیور ثابت ہوئے، وہ محاصرہ کی سختیاں اٹھانے کے ایک حد تک عادی بھی تھے، اس لئے نارمنوں کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے، لیکن محاصرین نہ محصورین کی طاقت میں کوئی نسبت نہیں تھی، اس لئے ان محصور مسلمانوں کو سخت مصائب کا سامنا ہوا، لیکن جہاں تک حد بشریت سے ممکن تھا، ہر طرح کی تکلیفیں اٹھائیں، مگر اپنے شہر کو عیسائیوں کے سپرد کر دینے کا ننگ اٹھانا نہ چاہا، آخر مردوں کو پھاڑ پھاڑ کر کھانے کی نوبت آگئی اور عالم اضطرار میں شہر کے دروازے کھول دیئے، آخر کار اس پر بھی صلیبی علم بلند ہو گیا،

اس کے بعد قصریانہ کی باری آئی، یہ جرجنت سے بھی زیادہ سخت جان ثابت ہوا، ایک عرصۂ دراز تک دشمن شہر پناہ کے نیچے پڑے رہے، قصریانہ کی سنگی فصیل ہمیشہ ناقابل فتح رہی ہے، مگر جب ان مجبور مسلمانوں کو شہر میں قوتِ لایموت کا سہارا بھی نہ رہا تو سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئے، اور نارمنوں کی اطاعت قبول کر لی۔

اس کے بعد راجر کی سب سے آخری پیش قدمی دو شہروں رغوس اور نوطس (نوٹو) پر ہوئی، یہ دونوں شہر مضبوط اور پائدار تھے، اور یہاں مسلمان بکثرت آباد تھے، جس کا اندازہ یہاں کی بے شمار مساجد سے کیا جاسکتا ہے، پہلے رغوس فتح ہوا اور پھر نوطس کی باری آئی، آخر یہ دونوں شہر بھی معاہدوں کی رو سے نارمنوں کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئے، جن پر بلرم، مازر اور اطرابنش ان کے حوالہ کئے گئے تھے۔

ان شہروں پر بھی صلیبی پھریرے لہرانے لگے، اور انہی پر بحر روم کے وسیع زین جزیرۂ

صقلیہ سے مسلمانوں کی آخری فرمانروائی کا خاتمہ ہو گیا، صقلیہ کے تمام مسلمان عیسوی حکومت کی رعایا قرار پا گئے [1]

---

[1] اسی طرح صاحب کتاب المونس لکھتا ہے:-

واستغلب روجار علی سائر الجزیرۃ فی سنۃ اربع وثمانین واربعمائۃ وملکت فی ایدی المسلمین مائتی وینف سبعین سنۃ اعادھا اللہ للاسلام

اور ۴۸۴ھ میں راجر پورے جزیرہ پر قابض ہو گیا، اور یہ جزیرہ ۲۷۰ سال سے زیادہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا، خدا پھر اس کو مسلمانوں کے ہاتھ میں لائے۔

(تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۴۴۵)

(۲)

ردّی کاغذ کا پُرزہ

برابر کی طاقت رکھنے والوں میں جو صلح ہوتی ہے وہ پائدار ہوتی ہے، جو شرائط طے پاتے ہیں، ان پر عمل درآمد ہوتا ہے لیکن طاقت ور اور کمزور میں جو صلح ہوتی ہے وہ نام نہاد ہوتی ہے، طاقت ور جب چاہے معاہدۂ صلح کو چاک کر سکتا ہے اور کمزور اشک حسرت بہانے، اور فریاد وشیون کے سوا کچھ نہیں کر سکتا، اس لئے کہ اس میں شرائط صلح کو منوانے کی قوت نہیں ہوتی، وہ بے بس ہوتا ہے اور صرف تسلیم ورضا کا خوگر ——— !

یہی صورت صقلیہ کے فاتح راجر اور مفتوح مسلمانوں کے مابین پیش آئی، راجر نے بڑی عالی حوصلگی کے ساتھ جن شرائط پر دستخط کئے تھے، اب نہایت بے پروائی کے ساتھ انہیں فراموش کر گیا،

راجر اول نے پورے صقلیہ پر قبضہ کر لیا اور وہ صقلیہ کا بلا شرکت غیرے تنہا فرمانروا تسلیم کر لیا گیا، اسلامی سلطنت کے بعد صقلیہ کے مختلف شہروں میں سے بلرم، نوطس، جرجنت اور مازر وغیرہ میں اسلامی آبادیوں کو ان کے صلحناموں کی رو سے اجتماعی طاقت

حاصل رہی اور اگر راجر اپنے لقب "محافظ مذہب عیسائیت" کے احترام میں سیاسیات میں اپنے مذہبی جنون کی آمیزش نہ کرتا تو مسلمان مفتوح ہونے کے باوجود ملک میں اجتماعی حیثیت سے تفوق قائم رکھتے، لیکن راجر کی نمایاں حیثیت خدمتِ مسیحیت تھی، وہ مسیحیت کا علم بردار بن کر اسلامی صقلیہ پر حملہ آور ہوا تھا، اور اس نام پر اسے کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس لئے قدرۃً اس سے اسلام و مسلمان دوستی کی توقع عبث تھی، وہ فتحمندی کے نشہ سے مخمور تھا، اس کی خون آشام تلوار ابھی تک بے نیام تھی اور اس کے اعتماد پر وہ صقلیہ سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹا کر عیسائیت کو فروغ دینا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس نے اولاً جنوبی اٹلی، ناروے اور فرانس وغیرہ مختلف یورپین ممالک سے رومیوں اور عیسائیوں کو صقلیہ میں لا لاکر مسلمانوں کے پہلو میں آباد کیا، اور ان نو آباد عیسائیوں میں زیادہ تر لمبارڈ تھے،

عیسائیوں کو آباد کرنے کے بعد مسلمانوں کو مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی قانوناً ممانعت کردی، اور اب صقلیہ میں کوئی غیر مسلم قانوناً مذہب اسلام قبول نہیں کرسکتا تھا، اسکے ساتھ اس فرمانروا نے صقلیہ کی تمام صنعت و حرفت، تجارت، معیشت کے عام شعبوں سے مسلمانوں کو یک قلم الگ کر دیا اور عیسائیوں کو برسرِ اقتدار کر دیا[1]

[1] نویری ابن اثیر اور ابوالفداء وغیرہ لکھتے ہیں :-

وملک رجار جمیع جزیرۃ واسکنھا الروم والفرنج مع المسلمین ولم یترک لاحد من اھلھا حماماً ولا دکاناً ولا طاحوناً ولا فرناً

راجر سارے جزیرہ کا مالک ہوگیا اور یورپین قوموں کو مسلمانوں کے ساتھ آباد کیا اور وہاں کے مسلمان باشندوں کے لئے کوئی حمام، کوئی مکان، کوئی پنچکی اور کوئی تنور (یعنی تجارت صنعت و حرفت وغیرہ) باقی نہیں چھوڑا۔ (تاریخ صقلیہ)

اگرچہ راجر نے مسلمانوں کے ساتھ اس سخت گیر پالیسی کے باوجود انہیں جزیرہ سے یکلخت شہر بدر ہو جانے کا حکم نہیں دیا اور جو مسلمان یہاں سے ہجرت کر گئے تھے وہ وسائل معاش کی تنگی سے مجبور ہو کر چلے گئے تھے، لیکن راجر کی طرف سے اس حکم کے نافذ نہ ہونے کی بنا یہ نہ تھی کہ یہ طرزِ عمل حق و انصاف اور معاہدہ کے خلاف ہوتا، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ صقلیہ کے قدیم عیسائی باشندے اور ان جدید نوآباد عیسائیوں کی مجموعی تعداد بھی اسقدر نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس سارے زرخیز جزیرہ کو آباد کر کے زراعت کرتے، اس لئے ابھی سیاسی و اقتصادی نظام کے قیام و استحکام کے لئے جزیرہ میں ان مسلمانوں کا قیام ضروری تھا

اب تک مسلمان صقلیہ میں جہاں جہاں آباد تھے، اور جو زمینیں ان کی ملکیت میں تھیں، ان کی کاشتکاری و زمینداری دونوں کے حقوق انہی کو حاصل تھے، لیکن اب راجر کے حکم سے وہ حقوق زمینداری سے دستبردار کر دیئے گئے، اور ان کے بجائے ان نوآباد عیسائیوں کو حقوق مالکانہ عطا کئے گئے، اس لئے یہ نوآباد عیسائی صقلیہ کے سرمایہ دار زمیندار اور قدیم مسلمان باشندے، مزدور پیشہ کاشتکار کی حیثیت میں آ گئے - اور اس لئے ایک طرف یہ غریب حقوق زمینداری کے عوض نوآباد عیسائیوں کو لگان دیتے اور دوسری طرف حکومت کے عائد کردہ محاصل ان پر واجب الادا ہوتے،

راجر اول کے عہد حکومت میں حکومت کے تمام شعبوں، ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت سے مسلمانوں کو الگ کر کے عیسائیوں کو ان پر تفوق دے دیا گیا، اور عام مسلمان سخت کس مپرسی کی حالت میں مبتلا ہو گئے،

اس ہنگامۂ دار و گیر اور رد و بدل میں جو مصائب مسلمانانِ صقلیہ پر آ رہے تھے وہ نہایت تیزی سے آتے اور ان حالات کے پیش آ جانے سے صقلیہ کے ذی اثر اور معزز مسلمانوں نے جزیرہ کو خیر باد کہنا شروع کر دیا اور مسلمان خوددار شہریوں کی بہت بڑی جماعت افریقہ، مصر اور کچھ اندلس میں جا کر آقامت گزیں ہو گئی، اور اسی طرح صقلیہ کے ممتاز اہلِ علم بھی یہاں سے

رفتہ رفتہ الگ ہونے لگے،

لیکن جن شرفا کو ہجرت کا موقع نہیں ملا، اور ان کے گردوپیش کے حالات اسکے مخالف رہے، وہ اپنے مکانوں میں روپوش ہوگئے، اپنی اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کرتے رہے، اور جو لوگ فلاکت زدہ تھے وہ معمولی کاشتکار بن گئے، کچھ لوگوں نے کارخانوں اور ساحل کی گودیوں میں مزدوری کا پیشہ اختیار کیا اور جو فلاکت زدہ مسلمان ان محنتوں کے بھی عادی نہیں تھے، وہ فوج کے معمولی سپاہی بن گئے، اور ایک طبقہ ایسا بھی نکلا جو ان مصائب کو برداشت نہ کرسکا۔ اور امن وسکون کی زندگی بسر کرنے کے لئے مذہب اسلام کو ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی۔

صقلیہ کے ان مسلمانوں کو راجر کے عہد میں اگر کچھ آزادی حاصل تھی، اور وہ قانوناً ارکانِ مذہب کو ادا کرسکتے تھے، تو صرف انہی چند شہروں بلرم، نوطس اور جرجنت وغیرہ میں تھی، یہاں ان کے مقدمات بھی اسلامی قانون کی رو سے طے ہوتے تھے، شقریانہ سرقوسہ اور مسینا وغیرہ میں اسلام اور مسلمان دونوں نہایت ابتری کی حالت میں آگئے اور مسینا تو تقریباً اسی عہد میں معزز مسلمانوں سے خالی ہوگیا، صرف قلیوں وغیرہ کی جماعت باقی رہ گئی[1]"

یہ انقلاب اتنا اچانک اور فوری ہوا کہ نہ باہر کے مسلمان پورے طور پر اس کی سنگینی سے واقف ہوسکے، نہ خود یہاں کے مسلمان ایک دوسرے کے حالات وکوائف سے آشنا ہوسکے، دیہات کے مسلمان شہروں کے مسلمانوں سے، اور شہروں کے باشندے دیہات کے رہنے والوں سے بالکل کٹ کر رہ گئے۔

لیکن یہ تو مصیبت کا آغاز تھا، فلک ستم آرا کے ترکش میں ابھی اور نہ جانے کتنے تیر باقی تھے......!"

---

[1] تاریخ صقلیہ جلد ۱ صفحہ ۷۴

(۴۳)

جبری اِرتداد

غلامی سے بڑی لعنت کوئی نہیں کہ ——— کہ غلامی سے بدل جاتے ہیں

قوموں کے مزاج ،،!

صقلیہ میں مسلمان جب تک حاکم تھے، اس وقت تک ان کے رعب و دبدبہ کا عالم ہی دوسرا تھا، لیکن حالات نے پلٹا کھایا اور وہ محکوم اور غلام بن گئے تو کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو روا نہ رکھا گیا ہو، مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں عیسائیوں پر لطف و کرم کی بارش کی تھی، محکوموں کے ساتھ عدل و انصاف اور رواداری کا برتاؤ کیا تھا کسی کو تبدیل مذہب پر مجبور نہیں کیا تھا، ہر طرح کی مذہبی آزادی اُسے دے رکھی تھی، کلیسا آباد تھے، گرجاؤں میں آزادی کے ساتھ مراسم مذہبی بجالائے جاتے تھے، وراثت اور نکاح وطلاق کے معاملات میں مسلمان حکومت کسی طرح کی مداخلت نہیں کرتی تھی، پادری جو فیصلہ کر دیتے تھے، اُسے مسلمان حکومت بے چون وچرا نافذ کر دیتی تھی، لیکن یہی مسلمان جب محکوم بنے تو اسلام کے ساتھ بالکل دوسرا برتاؤ کیا گیا، ان کے عوام اور خواص کو تبدیل مذہب پر مجبور کیا گیا، اُن کی دولت اور جائداد چھین لی گئی، انہیں ترک وطن

پر مجبور کیا گیا، ان کے تسلیم شدہ حقوق چھین لئے گئے، مسجدوں پر تالے ڈال دیئے گئے، خانقاہیں بند کر دی گئیں، تبلیغ اسلام کی حکماً ممانعت کر دی گئی، کوئی ظلم اور کوئی ستم ایسا نہیں تھا، جو نہ توڑا گیا ہو،

مسلمان مایوس ہو کر ہر طرف نظر دوڑاتے تھے، لیکن کوئی نہ تھا جو ان کی داد رسی کرتا، کوئی نہ تھا جو انہیں مصیبت اور ابتلا کے اس بھنور سے نکالتا، ذلت اور عزت، آزادی اور غلامی، دولت اور فلاکت کے درمیان صرف ایک لفظ کا فرق حائل تھا، اگر وہ "مسلمان" تھے، تو ہر ذلت اور ہر مصیبت کے مستحق تھے، لیکن اگر "اسلام" سے دستبردار ہو جائیں تو ہر عزت پیشوائی کے لئے موجود، جہاں تک ہو سکا مسلمانوں نے استقامت کا ثبوت دیا، لیکن بھیانک مصائب کا وہ کب تک مقابلہ کرتے،

نارمن اپنی ان تمام فتوحات میں جو کچھ مظالم برپا کر سکتے تھے کرتے گئے، قتل عام اور غارتگری میں اکثر ایسا ہوتا کہ ان کی بربریت سے بوڑھے عورتیں اور شیر خوار بچے تہ تیغ کر دیئے جاتے، پھر یہ لوگ اپنے ان مفتوح ممالک سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے صقلیہ لے جاتے، اور وہاں اُن سب کو مسلمانان صقلیہ کے سامنے زبوں حالت میں غلام بنا کر رکھتے، اور بالآخر مسلمانان صقلیہ اپنی اخوت دینی سے مجبور ہو کر ان گرفتاران بلا کو گراں قدر قیمتوں پر خرید خرید کر آزاد کرتے، اسی طرح ان مفتوح ممالک کی مسلمان شریف زادیوں کو گرفتار کر لیتے، اور انہیں لونڈی بنا کر رکھتے اور مسلمانان صقلیہ کی آنکھوں کے سامنے ان کے ساتھ لونڈیوں کا برتاؤ کرتے اور مسلمانان صقلیہ غیرت وحمیت دین سے عرق عرق ہو جاتے، اور ان کو آزاد کرانے میں نہایت گراں قدر رقمیں صرف کرتے، خصوصاً ۵۳۵ھ / ۱۱۴۰ء میں شہر برشک کی شریف زادیوں کی عصمت و حرمت کی حفاظت کے لئے مسلمانان صقلیہ کو بڑی بڑی رقمیں ادا کرنی پڑیں، اسی طرح قتل و غارت گری کی بھی عام گرم بازاری رہی، مثلاً صرف جزیرہ جربہ میں ایک حملہ میں تقریباً آٹھ ہزار

مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا، جن میں بہت سے مضبوط و خوشرو نوجوان اور حسین پردہ نشین عورتیں شامل تھیں، یہ پورا قافلہ لوٹ لیا گیا، جس میں چھوٹے چھوٹے شیرخوار بچے نیزے کی انی پر اچھال دیئے گئے، اور اسی طرح ان مفتوح اسلامی ممالک سے جس بیدردی سے مالِ غنیمت لوٹا گیا، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صرف ایک ایک حملہ میں ستر ستر جہاز مالِ غنیمت کے قیمتی ساز و سامان سے بھرے صقلیہ لائے گئے[1]"

ایک طرف تو مفتوح علاقوں اور شہروں کے مسلمانوں پر وحشت انگیز اور لرزہ خیز مظالم کا یہ عالم تھا، دوسری طرف جو مسلمان بڑے بڑے شہروں میں آباد تھے، اور نسبتہً زیادہ محفوظ تھے، وہ بھی تختۂ مشقِ ستم بنائے جانے لگے، نہ ان کی جان محفوظ تھی نہ مال نہ عزت، نہ آبرو، نہ دولت، نہ جائیداد، ابن ثمنہ نے جس وقت نارمنوں کو صقلیہ پر حملہ کی دعوت دی تھی تو اس کے وہم و گمان میں یہ نہ تھا کہ حالات اس سرعت کے ساتھ پلٹا کھائیں گے، اس نے تو یہ سوچا تھا کہ نارمنوں کے زیرِ سایہ وہ بادشاہت کریگا لیکن نارمن اتنے بے وقوف نہ تھے کہ خود دور بیٹھے ہوئے سرپرستی کرتے رہتے، اور ابنِ ثمنہ کو بادشاہت کے مزے لوٹنے دیتے،

انہوں نے وہی کیا، جس میں ان کا مفاد مضمر تھا، ابن ثمنہ کے مفاد سے انہیں کیا سروکار ہو سکتا تھا؛ چنانچہ بہت جلد وہ وقت آگیا، جب مذہبی آزادی میں بھی رخنہ اندازیاں شروع ہو گئی تھیں، مثلاً جمعہ کی نماز ممنوع تھی کہ اس عہد میں جمعہ کے خطبات میں مسلمانوں کے اہم مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی امور کی اصلاح پر وعظ و پند ہوتا تھا، نارمن حکومت نے اس خوف سے کہ وہ خطبات انقلاب انگیز ثابت ہوں، جمعہ کی نماز روک دی تھی، بلرم کی جامع مسجد بجز رمضان کی تراویح اور عید کے سال بھر سنسان پڑی رہتی، اسی طرح پھر اسلامی

---

[1] تاریخ صقلیہ

محکمۂ قضا پر اس طرح قبضہ کیا گیا کہ ایک بدبخت مسلمان قاضی ابن زرعہ نے جو اس عہد میں ایک بلند پایہ فقیہ تھا عیسائی مذہب اختیار کر لیا، اگرچہ وہ درپردہ ایمان رکھتا تھا مگر اپنی مسجد کو کلیسا بنا ڈالا، عیسائی مذہب کے معلومات حاصل کئے اور تبدیل مذہب کے بعد حکومت کی جانب سے عیسائی اور مسلمان دونوں کے لئے بظاہر اس مرتد قاضی کے فتاویٰ جاری ہونے لگے،

اس طرح حکومت کے طرزِ عمل سے جب مسلمانانِ صقلیہ میں یہ احساس پیدا ہوا کہ حکومت کی نظر میں ان کا پیرو اسلام ہونا پسندیدہ نہیں اور صقلیہ سے اسلام کی جڑ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کا کام زیر پردہ جاری ہے تو وہ وجاہت پسند مسلمانانِ صقلیہ جن کی نظر میں مآلِ زندگی محض دنیاوی عزت و وقار تھا اور انفرادی صلاحیتوں کے باعث ملک میں معزز و ممتاز شمار کئے جاتے تھے اپنے دنیاوی اعزاز و اکرام کے تحفظ کے لئے حکومت کی ترغیب و ترہیب سے اپنی متاعِ گرانمایہ اسلام سے اپنی برأت ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے، کیونکہ ان کی ذاتی استعداد و صلاحیت کی خوبیوں کا اس وقت زیادہ اعتراف کیا جاتا، جب اسلام سے منحرف ہو کر عیسائیت قبول کرنے کا اعلان کر دیتے، مگر چونکہ ان کے قلوب عقیدۂ توحید سے لذت آشنا تھے، اس لئے دل سے سرِ نیاز تثلیث کے سامنے جھکانا محال تھا، اس لئے وہ کتمِ ایمان کر کے درپردہ خدائے واحد ہی کے سامنے سربسجود ہوتے۔

پھر اسی زمانہ میں جزیرہ میں ترکِ اسلام اور قبول مسیحیت حکومت کی نظروں میں اس حد تک لائق ستائش قرار پایا کہ اگر کبھی کسی مسلمان گھرانے میں کسی خانگی معاملہ میں باپ بیٹوں میں شکر رنجی ہو جاتی تو بیٹا باپ سے روٹھ کر اسلام سے منہ موڑ لیتا، اور جاں نثارانِ مسیحیت کمالِ شفقت سے اس کو دامنِ مسیحیت میں چھپا لیتے۔

بزورِ جبر عیسائی بنانے کا دستور بھی قائم ہو گیا، مسلمانوں کی کنواری ناکتخدا لڑکیاں شاہ

صقلیہ یا شاہی خاندان و امراء کی نظر انتخاب میں آتیں، اگرچہ مسلمہ ہوتیں اور ذمی ہونے کی حیثیت سے کسی اہل کتاب کے حبالۂ عقد میں نہیں لائی جاسکتی تھیں، اس لئے انہیں شاہی محل میں لے جانے کے لئے بجبر عیسائی بنایا جاتا، اور ان مظالم کے ساتھ یہ مظلوم و بیکس لڑکیاں شاہی محل میں پہنچادی جاتیں،

اسی طرح ایسے مسلمان امراء و معززین کو جو مسلمانانِ صقلیہ میں اثر و رسوخ رکھتے تھے، اور عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے حکومت کی جانب سے آمادہ کیا جاتا کہ وہ ترکِ اسلام کرکے عیسائیت قبول کرلیں، اگر وہ آمادہ نہ ہوتا تو اس کی املاک ضبط کی جاتیں اور طرح طرح کے مصائب و مظالم اس پر ڈھائے جاتے[۱]

مگر اسلام ابھی تک اپنی جانکنی کے باوجود سخت جانی سے قائم رہا، کہ خدا کو منظور تھا کہ ابھی کچھ دنوں اور اس کی توحید کی صدا اس جزیرہ میں قائم رہے، چنانچہ وہی مسلمان لڑکیاں جو محل شاہی میں پہنچائی گئیں اور بجبر عیسائی بنائی گئیں، اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بن گئیں، چھپ چھپ کر اندھیری کوٹھڑیوں میں خدا کی پرستش کرتیں رمضان میں خلوص سے روزے رکھتیں اور صدقات دیتیں، اور ان کے اخلاص کے اثر سے اس آذر کدہ میں سنت ابراہیمی کی نشو و نما ہوتی، اور محل کی عیسائی عورتیں متاثر ہوکر در پردہ اسلام قبول کرلیتیں، اور کبھی کبھی یہ مومنات قانتات اپنی عبادت گذاری میں مصروف رہتیں، شاہی محل کے افراد آجاتے تو وہ چشم پوشی کرجاتے، کہ اگر مزاحم

---

[۱] چنانچہ جس زمانہ میں ابن جبیر صقلیہ پہنچا ہے، بلرم کا ذی اثر مسلمان رئیس ابوالقاسم ابن حمود المعروف بابن الحجر بجبر عیسائی بنائے جانے کے لئے مورد عتاب تھا اور حکومت کا خیال تھا کہ اگر وہ عیسائیت قبول کرے تو سارے جزیرہ کے مسلمانوں میں عیسائیت کو فروغ حاصل ہو جائے گا۔

ہوتے تو ایک جم غفیر تھا، کس کس کو ملک سے خارج کرتے، اور کس کس کو دار پر چڑھاتے۔

اسی طرح ذی اثر مسلمان رئیس ابن الحجر نے بھی سختیاں اٹھائیں، مگر اسلام سے منہ نہ موڑا، اور اسلام اور مسلمانوں کا وجود کچھ دنوں تک جزیرہ میں قائم رہا[1]

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۴۸۴

(۴)

شہیدِ ملّت

نارمنوں کی بربریت اور درندگی میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ انہوں نے مسلمانوں کو بھی مٹایا، اور ان کے آثار و نقوش کو بھی، انہوں نے ظلم کی چکی میں مسلمانوں کو پیسا، اور بیداد سے کام لے کر ان کے حسین و جمیل آثار کو نقشِ باطل کی طرح مٹا دیا،

صقلیہ میں تسلط حاصل کر لینے، مسلمانوں کو تباہ و برباد کر لینے اور ان کے آثار و نقوش تباہ کر چکنے کے بعد انہوں نے آس پاس کے ان علاقوں پر نظر ڈالی، جہاں مسلمان اب تک موجود تھے، اور عزت و حرمت کی زندگی بسر کر رہے تھے، جہاں اب تک حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی، اور عدل و انصاف کے ساتھ داد حکومت دے رہے تھے، لیکن اب اس حکومت سے محروم ہو چکے تھے، جو دشمنوں کے چھکے چھڑا سکتی ہے، یہ طاقت حاصل ہوتی ہے۔ باہمی اتحاد سے شیرازہ بندی سے اجتماعی تعاون اور اشتراک سے، اور یہ عمارت ابن ثمنہ نے اپنے ناپاک اور مذموم مقاصد کے پیش نظر اس طرح ڈھا دی تھی کہ اب اس کا عدم و وجود برابر ہو گیا تھا، اب مسلمان ایک لڑی کے دانے نہیں تھے، بکھر چکے تھے، اور ان میں کسی طرح کا ربط و اتحاد باقی نہ رہ گیا تھا،

مسلمانوں کی اس بے بسی کو نارمنوں نے محسوس کر لیا، سب سے پہلے ان کی نظر شمالی افریقہ پر گئی، یہ وسیع زرخیز اور شاداب علاقہ اُن کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا انہوں نے سوچا جب تک یہ علاقہ ہاتھ نہیں آجاتا، صقلیہ کی فرمانروائی بھی خطرے میں ہے، لہٰذا جس طرح ہو سکے اُسے زیر کرنا چاہیئے تھا تاکہ بے غل و غش حکومت کی جا سکے اور کہیں بھی مسلمان عزت اور سر بلندی کے ساتھ زندگی بسر کرتے نظر نہ آئیں۔

نارمنوں نے شمالی افریقہ پر تاخت و تاراج کا سلسلہ شروع کیا، اور پوری درندگی اور سفاکی اور بہیمیت کے ساتھ کشت خون کا بازار گرم کر دیا،

صقلیہ کے مسلمانوں کی طرح یہاں کے مسلمانوں نے بھی دم آخر تک کمزور اور بے بس ہونے کے باوجود، شدت سے مقابلہ کیا، اس وقت تک میدان میں ڈٹے رہے، جب تک جسم و جان کا رشتہ منقطع نہ ہو گیا،

اس سلسلہ میں سب سے اہم اور نمایاں اور قابل ذکر حیثیت عبدالمؤمن کی ہے یہ مرد مسلمان دشمن کی قوت و طاقت سے ہراساں ہوئے بغیر ——— بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق!

افریقہ کے یہی حالات تھے کہ موحدین کے مذہبی پیشوا اور سیاسی فرمانروا عبدالمؤمن نارمنوں کے خلاف تلوار اُٹھاتا ہے اور اسی سال بجایہ کو نارمنوں سے چھین لیتا ہے

حسن اتفاق کہ ادھر افریقہ میں عبدالمؤمن کی تلوار چمکی اور ادھر صقلیہ میں ایسے حالات رونما ہوئے کہ آپ سے آپ وہاں کے نفس اقتدار میں تزلزل آگیا، راجر دوم نے وفات پائی، اس کی موت کے بعد ولیم جس کو عرب مورخین غلیالم کہتے ہیں برسر اقتدار آیا، وہ حکومت کا اہل ثابت نہ ہو سکا، اس نے ایک نصرانی مایو (MAIO) نامی کو وزارت سپرد کی، وہ بھی نااہل نکلا، اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی قسمت کا پانسہ پلٹا اور مختلف مقامات نارمنوں کے قبضہ سے نکل گئے، اس سلسلہ میں جزیرہ جربہ اور

جزیرۂ قرقنہ میں اولاً بغاوت ہوئی، اور وہ اپنی گلو خلاصی میں کامیاب ہو گئے، ان کے دیکھا دیکھی صقلیہ کے بعض شہروں کے مسلمانوں نے بھی بغاوت کا علم بلند کیا، مگر وہ دشمنوں کے زغہ میں تھے، ان کی سعی لاحاصل رہی،

جب نارمنوں کی کمزوریاں آشکار ہوئیں، تو افریقہ کے ان مسلمان ولاۃ کو بھی عبدالمؤمن کے بھروسہ پر جرأت ہوئی، جو نارمنوں کی طرف سے قائم مقام بن کر حکومت کر رہے تھے۔ ان مسلمان ولاۃ میں سب سے اہم کارنامہ سفاقس کے والی عمر بن حسین کا ہے، اس نے ۵۵۲ھ / ۱۱۵۷ع میں اپنی بغاوت کا اعلان کیا، اور اس کی اس جرأت میں اس کا ایک نہایت لائق ستائش و روشن پہلو اس کی ایک ہمت مردانہ ہے جو صحیح اسلامی جذبات کی ترجمان ہے اور جس میں عمر اور اس کے باپ حسین دونوں نے اپنے اپنے جوہر کمال و جرأت مندانہ شجاعت کو آشکار کیا، واقعہ یہ تھا کہ عمر سفاقس میں نارمنوں کا والی تھا، اور اس کی اطاعت کی ضمانت میں اس کا باپ حسین صقلیہ میں نظر بند رکھا گیا تھا، اس لئے عمر کی بغاوت کے دوسرے معنی باپ کی شہادت کے بھی تھے، لیکن حسین خود اسلام کا ایک جاں باز و جاں نثار فدائی تھا، اس نے اپنے لڑکے کو خفیہ وصیت کی کہ،

"میں چراغ سحری ہوں، آج نہیں کل بجھ جاؤں گا، تم فرصت کے منتظر رہو اور میری انتہائی خوشنودی یہی سمجھو کہ حصولِ مقصد کے لئے میری نقد جاں سفاقس کی آزادی پر نثار کر دو"

چنانچہ وہ موقع صقلیہ میں ان حالات کے پیش آجانے سے سامنے آگیا اور عمر نے اپنے اصحاب حل و عقد کے مشورہ کے بعد انقلاب حکومت کا اعلان کر دیا، اور سب سے پہلے سفاقس کے تمام عیسائیوں کو چن چن کر قتل کیا، اور پھر سفاقس کے قلعہ سے نارمن جھنڈا اتار کر پھینک دیا، یہ ہو ہی رہا تھا کہ نارمن فرمانروا کو واقعات کا علم ہوا اور ایک نہایت تہدید آمیز مکتوب عمر کے پاس سفاقس بھیجا، عمر نے اس نارمن ایلچی

کو ٹھہرالیا اور اس کے جواب میں ایک جنازہ اٹھانے کا اہتمام کیا چنانچہ ایک جنازہ نہایت تزک و احتشام سے اٹھایا گیا، یہ گویا شہید ملت حسین کا جنازہ تھا، سفاقس کے تمام باشندے اس میں شریک ہوئے، شہر سے یہ جلوس گذر کر قبرستان آیا اور یہاں وہ جنازہ نارمن ایلچی کے سامنے دفن کردیا گیا، نارمن پیغامبر یہ تمام تماشہ دیکھتا رہا اور اس کے بعد اس کو عمر نے بلا کر یہ پیغام دیا کہ

"میں نے یہ سفاقس کی آزادی باپ کے سر کے معاوضہ میں خریدی ہے، شاہ صقلیہ سے کہہ دو کہ میرا باپ مرچکا اور میرے ساتھ تمام باشندگان شہر نے اس کا جنازہ دفن کردیا، اب ہم لوگ اس کی عزاداری کرنے بیٹھے ہیں۔"

پیغامبر صقلیہ واپس آیا، تمام حالات من وعن بیان کئے، حسین نے بھی شکر خداوندی ادا کیا اور جوش مسرت کے ساتھ خوشی خوشی دار پر چڑھ گیا اور اس کی نقد جان اس کی وصیت کے مطابق سفاقس کی آزادی پر قربان ہوگئی۔[1]

---

[1] کہا جاتا ہے کہ پہلی صدی میں حسینؓ بن علی کی شہادت نے اسلام کو ایک نئی زندگی عطا کی تھی، یہ کچھ اس نام کی برکت ہے کہ چھٹی صدی کے اس حسین نے اسی کا ایک ادنیٰ نمونہ پیش کیا، خود قربان ہوگیا، اور اپنی قربانی سے سارے افریقہ میں اسلام کو زندہ کردیا، اس کی شہادت کی خبر بجلی کی طرح سارے افریقہ میں دوڑ گئی، اور نارمنوں کے خلاف سارے افریقہ میں ہتھیار چمک اٹھے، ابو یحییٰ بن مطروح نے طرابلس میں علم بغاوت بلند کیا، محمد بن رشید نے قابس کے پاؤں سے غلامی کی بیڑیاں کاٹ دیں، پھر عبدالمومن کی خون آشام تلوار چمکی، اور اس نے بونہ پر چشم زدن میں قبضہ جمالیا۔ (تاریخ صقلیہ)

لیکن بہر حال کیفیت یہ تھی کہ مسلمانوں کے پاس اب صرف جوش رہ گیا تھا، طاقت نہ تھی، اور حمیت قومی سے متاثر ہو کر اٹھتے تھے، لیکن یہ سکت نہ تھی کہ جم کر دشمن کے ہتھیاروں کا مقابلہ کر سکیں، ان کی طاقت کم تھی، تعداد تھی، دشمن کے ساز و سامان کی کوئی انتہا نہ تھی، انہیں کسی طرف سے کمک نہیں پہنچ سکتی تھی، دشمن کے لئے سارا یورپ اسلحہ خانہ بنا ہوا تھا!!

پھر بھی وہ چنگاری جو فرخ جاوداں کا سبب بن جاتی ہے ابھی تک مسلمانوں کے دل میں موجود تھی، انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ مرنے سے پہلے ایک کوشش اور کرینگے . . . .

. . . . . !

اور انہوں نے نتائج سے بے پروا ہو کر یہ کوشش کی،

مسلمانوں کی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ انہوں نے نہ کثرت تعداد کی پروا کی نہ ساز و سامان کی کثرت سے مرعوب ہوئے، نہ یہ سوچا کہ ہم کم مایہ ہیں، نہ اس پر غور کیا کہ ہماری تعداد کم ہے، وہ خدا کا کلمہ بلند کرنے کے لئے، اسلام کو سربلند کرنے کے لئے، زندگی سے بے پروا ہو کر، زندگی کی رغبتوں سے منہ موڑ کر، زندگی کی آرائشوں اور زیب و زینت سامانیوں کو نظر انداز کر کے مرنے کے لئے، مٹنے کے لئے فنا ہونے کے لئے میدان میں آئے کبھی کامیاب ہوئے کبھی ناکام، کبھی فتح پائی کبھی شکست یاب ہوئے کبھی گردنیں کاٹیں کبھی گردنیں کٹائیں، لیکن ہر حالت میں ؎

گرچہ تھے صفحۂ ہستی پہ ہم اک حرف غلط
لیکن اٹھے بھی تو اک نقش بٹھا کے اٹھے

تاریخ پھر اپنے آپ کو دوہرا رہی تھی، !

کتنی تلخ حقیقت تھی یہ، لیکن حقیقت کو جھٹلایا تو جا سکتا ہے، اگر اسے نظر انداز

نہیں کیا جا سکتا۔ ان تمام فتنہ سامانیوں اور ہوش ربا تلخیوں اور روح فرسا یاس آفرینیوں کے ساتھ موجود تھی، نہ صرف موجود تھی بلکہ دن بدن روز بروز، لمحہ بہ لمحہ نمایاں تر، روشن تر اور واضح تر ہوتی جا رہی تھی!

بد قسمت مسلمان قوم! ——— جس کی قسمت میں تھا عاشق کا گریباں ہونا!

اِمتحان و ابتلا

جان سے ہم بھی گزر جائیں گے سوچا ہی یہی ......

"حالات سے مجبور ہو کر مسلمان صقلیہ کے شہروں خصوصاً پلرم سے روپوش ہو کر نکل پڑے اور صقلیہ کے سنسان جنگلوں میں گھس کر پہاڑوں پر چڑھ گئے اور اپنے گھروں کو تباہ و برباد کر کے قلعوں اور جنگلوں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ انسائیکلو پیڈیا برطانیکا میں ہے: "ولیم کی وفات کے بعد ہی تمام عرب خصوصاً پلرمو کے عربوں کو ملک کو خیرباد کہہ دینا پڑا، اور انہیں پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی، اب صقلیہ میں مختلف اقوام کے لوگ (شہر کی آبادیوں) میں آباد نہ تھے۔"

صقلیہ کے عیسائیوں نے مدت کے سوئے ہوئے شیروں کو جگا دیا تھا، ان کی گرج سے ایک مرتبہ پھر سارا صقلیہ ہل اٹھا، انہوں نے اسلام کی فوجی تربیت و معاشرتی تنظیم کے اصول پر اپنی جماعت کو منظم کیا، اپنے میں سے ایک کو امام اور سب کو مجاہدین کا لقب دیا۔ امام کی ایک نعرۂ جہاد پر مجاہدین جنگلوں اور پہاڑی قلعوں سے نکل کر بیابانوں میں آتے اور وہاں سے آکر شہر کی عیسائی آبادیوں پر ٹوٹ پڑتے شہر کے عیسائیوں اور حکومت کی فوجوں پر جارحانہ حملے کرتے، لڑتے اور لوٹتے مارتے، اور لڑ بھڑ کر پھر جنگلوں میں گھس جاتے، یہاں تک کہ چند ہی سال میں صقلیہ کا امن و امان برباد ہو گیا، اور سارے جزیرہ پر حاوی کسی منظم حکومت کے قیام کا تخیل عیسائیوں کو خواب و خیال نظر آنے لگا۔ ان مٹھی بھر مجاہدین کو صقلیہ کی پوری عیسائی طاقت کسی طرح زیر نہ کر سکی، اور ایک وسیع کوہستانی علاقہ ان کے قبضہ و تصرف میں رہ گیا، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے۔ "(پلرم کی جنگ کے بعد) جو لوگ قتل ہونے سے باقی رہ گئے وہ وہ پہاڑی قلعوں میں چلے گئے اور (عرصہ دراز تک) صقلیہ کو امن و امان سے محروم کر دیا گیا۔"[1]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برطانیکا جلد ۲۹ ص ۸۳ (نیپلز) و جلد ۲۵ ص ۳۴ (سسلی) ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۹ ص ۸۲ ص ۸۳ و تاریخ صقلیہ جلد ۱ ص ۵۰۲)

(۱)
آخرکار!

صبیب نے عیسائیوں کے تسلط کے بعد یکسر خاموشی اور گوشہ گیری کی زندگی اختیار کر لی تھی، اپنی چشم حیراں سے یہ دلدوز مناظر وہ دیکھتا مگر خاموش رہتا، اس کے سوا کوئی اور چارہ کار بھی تو نہ تھا، اس نے اس لئے ہتھیار ڈالے تھے کہ عام مسلمانوں کا خون نہ بہے، ان کی عافیت میں خلل نہ آئے، وہ سکھ اور چین کی زندگی بسر کریں، لیکن اس نے سوچا کچھ تھا ہوا کچھ، عیسائی مذہب نے معاہدے کو ردی کاغذ کے پرزے سے زیادہ وقعت نہ دی، اس نے مسلمانوں کو بغیر کسی خطا اور قصور کے ہلاک کیا، عورتوں کی بے حرمتی کی، لوگوں کو تبدیل مذہب پر مجبور کیا، نہ جانے کتنی دوشیزائیں تھیں جو لونڈی بنائی گئی تھیں، نہ جانے کتنی عفت مآب خواتین تھیں جنہیں بہ جبر عیسائی مذہب اختیار کرنا پڑا تھا، نہ جانے کتنے بے گناہ اور بے قصور لوگ تھے جو محض مسلمان ہونے کے جرم میں عبرت انگیز سزاؤں کے مستحق قرار دیئے گئے تھے۔

آخر یہ ستم بے حساب رنگ لایا اور چند سرفروشوں نے طے کر لیا کہ اس زندگی سے موت اچھی ہے، چنانچہ یہ لوگ کفن سر سے باندھ کر اپنے گھروں سے نکلے اور جنگلوں اور

پہاڑوں میں جا کر چھپ رہے، پھر یہاں رفتہ رفتہ اپنی جمعیت قائم کی، اور موت سے نڈر اور بے پروا ہو کر چھاپے مارنا شروع کر دیئے،

جو لوگ موت سے ڈرتے ہیں، موت جلد ان پر غالب آجاتی ہے، لیکن جو موت کو ایک کھیل سمجھتے ہیں، اور ہمہ وقت اس کے استقبال کے لئے تیار رہتے ہیں، ان سے وہ خود خائف رہتی ہے، اور ان کا سامنا کرتے ہوئے ہچکچاتی ہے، ان سرفروشوں کو موت کی آرزو تھی، یہ موت کے اشتیاق میں مضبوط اور توانا دشمن پر بھرپور وار کرتے تھے، لیکن موت انہیں دیکھ کر کترا جاتی تھی،

ان سرفروشوں میں صہیب بھی تھا،

ایک بڑے گروہ کی قیادت اس کے ہاتھ میں تھی، وہ جب بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلتا تھا، سو دو سو کو مار کر واپس آتا تھا، ان معرکہ آرائیوں میں وہ کئی مرتبہ زخمی ہوا، بعض دفعہ تو جان کے لالے بھی پڑ گئے، لیکن ———— بڑھتا تھا اور ذوق گنہ یاں سزا کے بعد!،

آج بادشاہ سلامت کا جشن سالگرہ تھا،!

صہیب نے اپنے سرفروش ساتھیوں کے ساتھ طے کیا کہ عین اس وقت جب لوگ نائو نوش میں مبتلا اور جشن طرب میں مصروف ہوں، ایک زوردار حملہ کیا جائے، اور جشن مسرت کو بزم ماتم میں تبدیل کر دیا جائے ———— تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے ۔!

قصر شاہی کا اہتمام آج قابل دید تھا، ہر طرف شاندار تیاریاں ہو رہی تھیں، محل کے پھاٹک پر فوج کا ایک مسلح دستہ پہرہ دے رہا تھا، محل کے غلاموں اور خادموں، لونڈیوں اور باندیوں میں مسلمانوں کی بھی بڑی تعداد موجود تھی، یہ وہ مسلمان تھے، جنہوں نے حالات سے مجبور ہو کر اپنا مذہب ترک کر دیا تھا، لیکن ایمان کی چنگاری اب تک ان کے سینہ

میں سلگ رہی تھی، بعض ایسے لوگ بھی ان میں تھے۔ جنہوں نے مرعوب اور متاثر ہو کر اپنا مذہب بدلا تھا، اور مذہب بدلنے کے بعد بڑے بڑے منصبوں پر فائز ہو گئے تھے، ایسے امراء و رؤسا بھی تھے جنہوں نے اپنی املاک اور جاگیر کی خاطر مذہب بدل دیا تھا، یہ فقر و فاقہ کی تکلیف اور مصیبت کی ذلت اور مسکنت کی زندگی بسر نہیں کر سکتے تھے، انہوں نے ایمان اور ضمیر کے بدلے میں اپنی املاک اور جائیداد اور جاگیر قائم رکھی تھی،

اس جشن میں آج یہ سب شریک تھے،

وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ لوبو کے ہاتھ میں تھا، یہ بڑا بد طینت اور بد نفس شخص تھا مسلمانوں کو جبر یہ عیسائی بنانے میں اس کے ظلم اور تشدد کا بہت بڑا حصہ تھا،!

بادشاہ سلامت ابھی تک دربار میں تشریف نہیں لائے تھے لیکن امراء و رؤسا اعیان و اشراف اور حکام عمال کی آمد شروع ہو گئی تھی، ناچنے والیوں اور گانے والیوں کے طائفے موجود تھے، شراب کا دور چل رہا تھا، ہر شخص پر سرمستی اور سرخوشی کا عالم طاری تھا،

تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ سلامت تشریف لائے ان کے آتے ہی محفل میں جان پڑ گئی، نعرہ ہائے تہنیت اور شور مسرت سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی، خود بادشاہ سلامت بھی پی رہے تھے، اور جوش مسرت سے بے قابو ہوئے جا رہے تھے کبھی گانا سننے لگتے، کبھی ناچ دیکھنے لگتے، کبھی کسی چشم مے گوں کو دیکھ کر مدہوش ہو جاتے کبھی کسی کی قامتِ دل جو کے سامنے سرنگوں ہو جاتے، کوئی ماہ طلعت انہیں لبھاتی اور وہ نقد دل ہار جاتے، کوئی سیمیں بر انہیں شوخ نگاہوں سے دیکھتی اور وہ دل کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیتے،

عین اس طوفان طرب میں محل کے پچھلے حصے سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور دیکھتے

دیکھتے ہی صہیب کی سرکردگی میں سرفروشوں کا ایک جتھہ محل سے گزرتا، دہشت پھیلاتا، وہاں کے قیمتی ساز و سامان کو توڑتا پھوڑتا اس ایوان میں پہنچ گیا، جہاں محفل طرب برپا تھی،

ڈیڑھ دو سو آدمیوں کے اس اچانک حملے نے سارے محل میں کہرام مچا دیا، ہر طرف سے آہ و بکا اور شور و شیون کی آوازیں آنے لگیں، جہاں ابھی قہقہے بلند ہو رہے تھے، وہاں سے نالۂ شبگیر بلند ہونے لگا، اور ایک غدر کی سی کیفیت پیدا ہو گئی،

لوبو نے اپنے حواس قائم رکھے، اس نے سب سے پہلے، بادشاہ سلامت کو ایک محفوظ مقام پر پہنچانے کا بندوبست کیا، اس کے بعد اپنے حفاظتی دستے کے ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا، محل کے پھاٹک پر کافی فوج موجود تھی، ہنگامہ کی اطلاع ملتے ہی لوبو نے مزید فوج طلب کر لی، اور آن کی آن میں ایسا معلوم ہونے لگا، جیسے یہ قصر شاہی نہیں میدان جنگ ہے۔

مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کا کوئی سوال نہ تھا، ان کے آدمی زخمی ہو رہے تھے قتل ہو رہے تھے، کم ہو رہے تھے، عیسائیوں کا لشکر لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا آ رہا تھا، ایک آدمی قتل ہوتا تھا تو اس کی جگہ پچاس آدمی پہنچ جاتے تھے،

صہیب کے ساتھیوں میں ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جس نے پیٹھ دکھائی ہو، جو بھاگا ہو، جس نے اپنی زندگی بچانے کی کوشش کی ہو،

دو گھنٹہ کی اس جنگ میں سو سے زیادہ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا، اور سات سو سے زیادہ عیسائی مقتول ہوئے، مجروحین کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی، مسلمانوں نے محل میں داخل ہوتے ہی شمعیں بجھا دی تھیں، اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا تھا لوبو کے حکم سے بار بار روشنی کا انتظام کیا جاتا تھا۔ لیکن ہر مرتبہ درہم برہم ہو جاتا تھا۔

آخر جب لڑائی نقطۂ عروج پر پہنچ گئی تو بقیۃ السیف مسلمانوں نے واپس جانے

کا تہیہ کر لیا تھا، وہ محل کے پچھلے دروازے سے داخل ہوئے تھے، لیکن واپس صدر دروازے سے ہوئے، ان کے رعب اور سطوت کا یہ عالم تھا کہ جب وہ واپس جانے لگے، تو ذرا بھی ان کے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالی گئی، خود عیسائی سپاہیوں نے انہیں راستہ دے دیا کہ اچھا ہے یہ بلا واپس چلی جائے،

مسلمان سرفروشوں کے واپس جانے کے بعد از سر نو دربار قائم ہوا، بادشاہ سلامت پھر برآمد کئے گئے، انہوں نے جو اپنے سپاہیوں کو اتنی بڑی تعداد میں مقتول دیکھا تو غصہ سے کانپنے لگے، اور لوبو کو حکم دیا، کہ جلد از جلد ان چھاپہ مار مسلمان دشمنوں کا قلع قمع کیا جائے اور اگر ایک ہفتہ کے اندر یہ کام انجام نہ پایا تو پھر لوبو کو نہ صرف وزارت عظمیٰ کے منصب سے برطرف کر دیا جائے گا، بلکہ عبرت انگیز سزا دی جائے گی، جس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ اُسے شارع عام پر سولی دے دی جائے،

یہ حکم سنکر لوبو کانپنے لگا، اس نے کہا،

میں بادشاہ سلامت کے اجلال و اکرام کی قسم کھاتا ہوں کہ ایک ہفتہ کے اندر ان سرپھرے مسلمانوں کا قلع قمع کر دوں گا، اور اگر ایسا نہ کر سکا تو قبل اس کے کہ بادشاہ سلامت میرے لئے کوئی سزا تجویز فرمائیں، میں خودکشی کر لوں گا!

لوبو کے اس بیان کے بعد نہایت بدمزگی اور بے کیفی کے ساتھ دربار برخاست ہو گیا، بادشاہ سلامت اپنے شبستان عیش میں تشریف لے گئے، اور لوبو مقتولین اور مجروحین کو ٹھکانے لگانے کے کام میں مصروف ہو گیا!

(۲)

جوش و ہوش

اس معرکہ میں سب سے زیادہ جوش اور بہادری کے ساتھ صہیب نے عملی حصہ لیا تھا اور پھر وہی اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کو ہوشیاری اور سلامتی کے ساتھ قصر شاہی سے نکال لایا تھا، ساتھیوں کے پاس وہ اپنے محفوظ مقام پر پہنچ تو گیا لیکن زخموں سے چور اور نڈھال ہو رہا تھا، جولیانا اور مریم نے مل کر اس کے زخم دھوئے انہیں صاف کیا، مرہم پٹی کی، اور آرام سے بستر پر لٹا دیا، خون بہت زیادہ نکل گیا تھا، بار بار بیہوشی کے دورے پڑتے تھے، ذرا دیر کے لئے ہوش آتا پھٹی پھٹی آنکھوں سے جولیانا کو، پھر مریم کو دیکھتا اور پھر بے ہوش ہو جاتا، کئی روز تک یہی کیفیت طاری رہی، ایک دن اس کا یہ حال دیکھ کر مریم رونے لگی، اس نے ماں سے کہا،

"آخر ابا جی ہم لوگوں کو ایسی مایوسی کی نظروں سے کیوں دیکھتے ہیں؛ کیا یہ اچھے نہیں ہوں گے؛"

یہ کہہ کر ماں کے کندھے پر سر رکھ کر وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی، خود جولیانا کے دل میں طوفان اٹھ رہے تھے، خود اس کا دل رو رہا تھا، خود اس کی آنکھیں گریہ بے اختیار

پر تلی ہوئی تھیں، لیکن وہ ضبط سے کام لے رہی تھی، اس نے پیار بھرے انداز میں بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،

"اچھے ہو جائیں گے بیٹی!"

مریم نے روتے ہوئے پوچھا،

"لیکن کب؟ ——— مجھ سے ان کی یہ حالت نہیں دیکھی جاتی!"

اور وہ پھر رونے لگی،

جولیانا نے بھرائی ہوئی آواز میں اسے تسلی دیتے ہوئے کہا،

"بیٹی کیا تم خدا پر بھروسہ نہیں رکھتیں؟ ——— جلد اچھے ہو جائیں گے، دیکھو تو سہی اس جان ناتواں پر کتنے کاری زخم آئے ہیں، کتنا خون نکل چکا ہے، اُن کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کب کا ختم ہو چکا تھا، لیکن یہ تیرے باپ کا حوصلہ ہے، کہ غموں کی بے پناہ یورش، اور اتنے کاری زخموں کے باوجود وہ موت سے کشتی لڑ رہا ہے اور خدا چاہے گا تو جیتے گا، ——— ایسے بہادر باپ کی بیٹی اور اتنی بزدل!"

یہ کہہ کر جولیانا نے بڑے پیار سے مریم کی ٹھوڑی ہاتھ میں لے کر اس کا منہ اپنے چہرے کی طرف کیا، اور اسے تکنے لگی، مریم نے دیکھا، اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو گردش کر رہے ہیں، لیکن حلقہ چشم سے باہر نہیں نکلتے، ماں کا یہ حال دیکھ کر اس نے اپنے آنسو روکنے کی کوشش کی، اور جو اب تک خود ہمدردی اور دلدہی کی محتاج تھی، ماں کو تسلی دینے لگی،

"اماں جی میرا دل کہتا ہے یہ جلد اچھے ہو جائیں گے!"

جولیانا نے کہا،

"ہاں، بیٹی خدا سے امید بھی ہے!"

اتنے میں صہیب نے آنکھیں کھول دیں، مریم نے خوش ہو کر ماں سے کہا،

"اماں جی دیکھنا، وہ ہوش میں آ گئے"!

اور پھر لپک لپک وہ باپ کے پاؤں کے پاس جا کر بیٹھ گئی، اور بڑے بھولے پن سے کہا۔

"آپ کو ہوش آ گیا؛ مجھے تو رونا آ گیا تھا آپ کی یہ حالت دیکھ کر"؟

صہیب نے شکوہ آمیز نظروں سے جولیانا کو دیکھا، اور پھر بڑی کمزور اور خفیف آواز میں کہا،

"تم نے اسے رونے کیوں دیا؛"

پھر جو اس نے غور سے دیکھا تو خود جولیانا کی آنکھوں میں آنسو تیرتے نظر آئے اس نے کہا،

"تم بھی ——————؛"

اور پھر وہ خاموش ہو کر چھت کی طرف دیکھنے لگا،

جولیانا نے آنسو پی لئے، اور مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے، اپنا ذکر ٹال کے مریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ تو بچی ہے، ناسمجھ، نادان!"

ذرا کے ذرا صہیب کے خشک ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا، وہ گویا ہوا،

"لیکن تمہاری آنکھیں بھی تو چھلک رہی ہیں تم بھی تو اس بچی سے کم ناسمجھ اور نادان نہیں ہو"!

اتنے دنوں کے بعد صہیب نے باتیں کی تھیں، مریم اور جولیانا پر سر خوشی کی کیفیت طاری ہو گئی، وہ اپنی پریشانی، اپنا غم بھول گئیں، مریم نے کہا،

"آپ اچھے ہو جائیں تو پھر اب ہم یہاں ہنس رہیں گے"!

صہیب نے پوچھا،

"کہاں جاؤ گی ؟"

وہ بولی،

"قیروان ——— یا کسی اور اسلامی شہر میں !"

صہیب نے تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے، ذرا سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

"جی تو یہی چاہتا ہے کہ کم از کم تم لوگوں کو بھیج دوں ——— "

مریم بگڑ گئی،

واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ ——— ہم سب ساتھ چلیں گے، اس کفرستان میں کسی طرح دل نہیں لگتا اب تو !"

صہیب نے اپنی کمزوری پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا،

"ہاں بیٹی میرا دل بھی نہیں لگتا لیکن میں اکیلا نہیں جا سکتا قسمت کے مارے جو مسلمان یہاں اب تک موجود ہیں۔ انہیں چھوڑ کر ان سے بے وفائی کر کے، اگر چلا جاؤں تو خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا ؟"

اس دلیل سے جولیانا متاثر نہیں ہوئی، اس نے کہا،

"کیا ساری دنیا کی وفاداری تمہاری ہی ذات پر ختم ہو گئی ؟ تم اکیلے رہ کر یہاں کیا کرو گے ؟ ہماری آنکھوں دیکھتے دیکھتے ہزار ہا ہزار مسلمان یہاں سے کم از کم اپنا ایمان اور اپنی جان اور اپنا ناموس تو بچا لے گئے، کیا وہ مسلمان نہیں تھے ؟"

صہیب نے کہا

"کیوں نہیں تھے !"

جولیانا نے سوال کیا،

"پھر اگر وہ چلے گئے تو ہم کیوں نہیں جا سکتے ؟"

صہیب نے جواب دیا۔

"جا تو سکتے ہیں، لیکن کم از کم میں جانا نہیں چاہتا، میرا ضمیر اسے گوارا نہیں کرتا!"

جولیانا نے پوچھا،

"تو آخر یہاں رہ کر کیا کرلو گے؟"

وہ گویا ہوا،

"جان سے ہم بھی گذر جائیں گے سوچا ہے یہی!"

مریم سہم گئی، جولیانا پر بھی ایک انجانی دہشت طاری ہوگئی، اس نے بھی خاموشی اختیار کرلی صہیب کچھ دیر خاموش رہا، پھر اس نے کہا،

"جولیانا یہ نہیں ہوسکتا،!"

جولیانا نے پوچھا،

"کیا نہیں ہوسکتا؟"

اس نے بتایا،

"اس سرزمین کا مجھ پر حق ہے، یہاں کے مجبور، مقہور، تباہ، برباد، بے کس، بے بس مسلمانوں کا مجھ پر حق ہے، اس سرزمین نے مجھے کیا نہیں دیا؛ میں ایک معمولی آدمی تھا، یہیں سپاہی بنا، امارت کی مسند پر پہنچا، تاج خسروی سر پر رکھا، یہاں کے لوگوں نے مجھ پر کتنا اعتماد کیا، جب میری تلوار چمکی، وہ بھی لڑنے مرنے اور کٹنے پر تیار ہوگئے جدھر میں نے چاہا یورش کی، یہ جاں باز میرے ساتھ رہے، میں نے تلوار میان میں رکھ لی، انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے، پھر حالات نے پلٹا کھایا، میں عبسائیوں کی دراز دستی، وعدہ شکنی اور خباثتِ نفس برداشت نہ کرسکا، کفن سر سے باندھا اور ان جنگلوں، پہاڑیوں، اور گھاٹیوں میں آکر روپوش ہوگیا، اور یہاں سے نکل کر حسبِ موقع دشمن پر چھاپے مارنے لگا، میرے یہ دوست، میرے یہ ساتھی، میرے یہ ہمدم بغیر کچھ

سوچے سمجھے میرے ساتھ ہو لئے، انہوں نے بھی کفن سر سے باندھ لیا ——— ——— انہوں نے بھی اپنے گھروں کو آگ لگا دی، انہوں نے بھی خانہ بدوشی کی زندگی اختیار کر لی، ہر چھاپے میں دشمن کے کافی آدمیوں کو ہم نے موت کے گھاٹ اتارا، زخمی کیا، نقصان پہنچایا، توڑ پھوڑ کی، لیکن ہر چھاپے میں ہمارے آدمی بھی کام آئے، قتل ہوئے، زخمی ہوتے، ان کی عورتیں بیوہ ہو گئیں، ان کے بچے یتیم ہو گئے، لیکن کسی نے اُف نہ کی، کسی نے میرا ساتھ نہ چھوڑا، کسی لالچ، کسی ترغیب، اور کسی تحریص سے یہ متاثر نہ ہوئے، میرا ساتھ چھوڑ کر یہ آج بھی راحت اور آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں، قوم سے غداری کر کے آج بھی اچھا نفع کما سکتے ہیں، مذہب ترک کر کے دنیا خرید سکتے ہیں، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، جولیانا، یہ کبھی ایسا نہیں کریں گے، پھر ذرا سوچ تو سہی کیا ساتھی مجھے ان کا ساتھ چھوڑ دینا چاہیئے؛ انہیں قسمت کے حوالے کر دینا چاہیئے؛ تیرزان یا کسی اور اسلامی شہر میں جا کر راحت اور آرام کی زندگی بسر کرنی چاہیئے، مریم نا سمجھ ہے، نادان ہے، وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہے، لیکن ان باتوں کو سمجھنے کی صلاحیت ابھی اس میں نہیں پیدا ہوئی ہے، لیکن کیا تم بھی اتنی ہی بھولی ہو، جتنی وہ؛ تم بھی اتنی ہی نادان ہو جتنی وہ ہے؛ تم نے ہمیشہ میری ہمت بڑھائی، پھر آج کیا ہو گیا ہے کہ مجھے بزدلی اور خود غرضی کے راستے کی طرف ہنکا رہی ہو؛ جولیانا یہ تمہارے الفاظ ہیں یا میرے کانوں کو دھوکا ہوا ہے؛ میری سماعت نے غلطی کی ہے؛ ——— نہیں نہیں، یہ میری سماعت کی غلطی ہے، تم ایسا نہیں کہہ سکتیں، میں نادم ہوں کہ تمہارے بارے میں اتنی غلط رائے میں نے قائم کر لی، مجھے معاف کر دو، تم جتنی دکھی ہو، اسے میرا دل جانتا ہے، تم نہ ہوتیں تمہاری رفاقت نہ ہوتی، تو آج نہ جانے میں کہاں ہوتا؛ آج نہ جانے میں کیا ہوتا؛ وہ تم ہی تھیں جس نے ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا، جس نے ہر مصیبت میں میرا ہاتھ بٹایا، جو

تاریکی میں نور کی کرن بن کر نمودار ہوتی ——— پھر کیا اب میرا ساتھ چھوڑ دو گی ——— ؟ اوہ جولیانا میں کتنا بے وقوف ہوں، ایسی باتیں تم سے پوچھ رہا ہوں، تم سے ؟ جولیانا سے ؟ کتنا حقیر اور ذلیل سمجھ رہی ہو گی تم مجھے ؟ کیا تم مجھے معاف نہیں کر دو گی ؟

صہیب کی اس پر زور اور پُر خروش تقریر کا جواب جولیانا خاموشی ہی سے دے سکتی تھی، پھر صہیب نے محبت بھری نظروں سے اپنی بیٹی کو دیکھا اور کہا،

"پگلی کہیں کی ——— اب تو کبھی ایسی بات تیری زبان پر نہیں آئے گی ؟"

وہ مسکرانے لگی، انکار میں اس نے گردن ہلا دی صہیب خوش ہو گیا، اس نے کہا،

"شاباش ——— آخر جولیانا کی بیٹی ہے کہاں تک ہمت اور حوصلہ قائم نہ رکھ سکے گی ——— ؟

مریم کے ہونٹوں پر پھر تبسم کھیلنے لگا،

ذرا دیر کے بعد سنجیدہ لہجہ میں جولیانا نے کہا،

"لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کب تک دشمن کا مقابلہ جاری رکھ سکتے ہیں ؟"

صہیب نے تیوری چڑھا کر جواب دیا،

"پھر وہی بزدلی ———"

قطع کلام کرتی ہوئی جولیانا بولی،

"بار بار بزدلی کا طعنہ دے کر مجھے خاموش کرنے کی کوشش نہ کرو، میں بزدل ہوں یا باہمت، اس کا گواہ تم سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا، نہ میں دشمن سے خائف ہوں، نہ موت سے ڈرتی ہوں، تم نے جو باتیں کہیں تم جیسے عالی حوصلہ دلیر اور شریف شخص کی زبان سے یہی الفاظ نکلنا چاہتے تھے، یہ خیال بھی نہ کرو، میں تمہاری

حوصلہ شکنی کرنا چاہتا ہوں، زندگی سے لے کر موت تک بغیر کسی شرط کے میں تمہاری ساتھی ہوں!" ——— لیکن ——— "

صہیب نے گردن اٹھائی، اور پوچھا،

"لیکن ——— ؟"

وہ بولی،

لیکن سوال یہ ہے کہ اسلام خودکشی کی اجازت تو نہیں دیتا؟"

صہیب نے کہا،

"بالکل نہیں، قطعاً نہیں ہرگز نہیں!"

جولیانا نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،

"لیکن اس وقت ہم خودکشی ہی تو کر رہے ہیں!"

صہیب نے پوچھا

"وہ کیونکر؟"

جولیانا بولی،

"وہ اس طرح کہ ہماری تعداد روز بروز کم سے کم تر ہوتی جارہی ہے،"

صہیب نے پھر لقمہ دیا،

"ہاں تو؟"

جولیانا نے کہا،

"ہمارے پاس اسلحہ کی قابل ذکر تعداد پہلے بھی نہیں تھی، اور جو ٹوٹے پھوٹے ہتھیار تھے، وہ بھی ختم ہوتے جارہے ہیں!"

صہیب نے کہا

"ہاں یہ ٹھیک ہے ——— مگر اس سے کیا ہونا ہے؟"

"تمہارے وسائل اور ذرائع نہ ہونے کے برابر ہیں!"

صہیب نے اُکتائے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔

"ہاں یہ سب ٹھیک ہے، مگر تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی

"میرا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکا ہم نے جان کی بازی لگا کر اپنا فریضہ ادا کیا لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ ہم ان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے مسلمان بڑی تیزی سے مرتد ہو رہے ہیں، اور عیسائیت کے حلقے میں بہ جبر داخل کئے جا رہے ہیں جو دنیا کی طمع اور لالچ میں اپنا دین بدل رہے ہیں تم انہیں روک نہیں سکتے!"

صہیب نے اقرار کیا،

"ہاں میں انہیں کسی طرح بھی نہیں روک سکتا"

جولیانا نے کہا۔

"اب یہاں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جو مسلمان بھی ہو اور عزت و آبرو کی زندگی بھی بسر کر رہا ہو!"

صہیب نے تائید کی،

"یہ بھی ٹھیک ہے"

جولیانا نے کہا،

"ہم اپنے گھروں کو چھوڑ کر جب یہاں ان جنگلوں میں آئے تھے تو ہماری تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی اور اب چند سو رہ گئی ہے اور شاید چند روز بعد انگلیوں پر گنتے کے قابل رہ جائے، اور اسکے بعد وہ دن بھی آجائے گا، جب یہ ویران اور سنسان جنگل ہمارے وجود سے خالی ہو جائیں گے اور ہم اپنے رب سے جا ملے

ہوں گے!"

صہیب نے بے پروائی کے ساتھ کہا،

"ہاں اور کیا ——— مقصد بھی تو یہی ہے اگر ہم عزت کی زندگی نہیں بسر کر سکتے تو باعزت موت تو مر سکتے ہیں!"

جولیانا نے ذرا دیر کے بعد سوچا پھر بولی،

لیکن ایک صورت اور بھی تو ہے، اس پر کیوں نہیں غور کرتے؛ اس پر کیوں نہیں عمل کرتے؟"

صہیب نے مسکراتے ہوئے کہا،

"تو مشیر اعظم صاحب کچھ ارشاد تو فرمائیں!"

جولیانا بولی،

"وہ صورت یہ ہے کہ جس طرح چند روز پہلے تم نے قصر سلطانی پر حملہ کیا تھا سینکڑوں کو موت کے گھاٹ اتارا سینکڑوں کو زخمی کیا، سارے محل میں ایک تہلکہ مچا دیا، پھر جب شاہی فوج نے باقاعدہ حملہ کیا، تو تم نے بھی ترکی بترکی جواب دیا اور جب کافی نقصان پہنچا لیا تو ایک ہوشیار کمانڈر کی طرح اپنے بچے کھچے ساتھیوں کو سلامتی کے ساتھ نکال کر اس گوشۂ عافیت میں واپس لے آئے، اور اب تندرست ہو کر تازہ دم ہونے کے بعد پھر بھی کرو گے؟"

صہیب نے بڑے جوش اور آمادگی کے ساتھ کہا،

"بے شک!"

جولیانا بولی،

"میں چاہتی ہوں کہ اپنے ان بچے کھچے ساتھیوں کو سلامتی کے ساتھ لے کر یہاں سے قیروان یا کسی اور اسلامی شہر میں چلے چلو!"

صہیب نے لقمہ دیا،

"اور وہاں جاکر کیا کروں؟ ——————"

جولیانا نے ذرا خفا ہوتے ہوئے کہا،

"سنو تو سہی!"

صہیب نے مسکراتے ہوئے کہا،

"فرمایئے، سُن رہا ہوں ——————!"

جولیانا بولی،

"اپنے ان ساتھیوں کو لے کر وہاں لے چلو، وہاں کے مسلمانوں کو اکساؤ، وہاں کے امرا اور اعیان کی حمیت ملی، اور غیرت قومی کو جگاؤ، ایک فوج تیار کرو اور پھر پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کردو، اس کی کمر توڑ دو، اُسے موت کے گھاٹ اُتار دو، اپنی کھوئی ہوئی عظمت پھر سے حاصل کرلو، ان مسلمانوں کو جو جبراً عیسائی بنا لئے گئے ہیں، پھر سے حلقہ اسلام میں داخل کرلو، ان مسلمانوں کو جو لالچ اور طمع دنیا کے باعث اسلام سے برگشتہ ہوئے ہیں، موت کے گھاٹ اتار دو —————— کیا یہ نہیں ہوسکتا؟"

کچھ سوچتے ہوئے صہیب نے کہا،

"ہو تو سکتا ہے!" —————— واقعی تمہاری تجویز قابل غور ہے، کیوں نہ ہو، آخر ہم نے جولیانہ کے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے، وہ یونہی تو نہیں

مریم کھلکھلا کر ہنس پڑی،

جولیانا نے چڑتے ہوئے کہا،

"ہر بات مذاق میں ٹال دینا، نہ جانے کون سا تدبر ہے!"

صہیب نے سنجیدگی کے ساتھ کہا،

"جویانا! واقعی تمہاری یہ تجویز قابل غور ہے، دو چار روز اور صبر کرو، ذرا میری طبیعت ٹھیک ہو جائے، پھر جنگی کونسل میں باقاعدہ تمہاری اس تجویز پر غور کیا جائے گا!"

اتنے میں آہٹ ہوئی صہیب نے سر اُٹھا کر دیکھا تو یعقوب کھڑا تھا، یہ ایک بوڑھا آدمی تھا، عمر ساٹھ سے متجاوز، لیکن جوش جہاد سے بھرپور، ہر معرکہ میں صہیب کے دوش بدوش موجود، یعقوب کے چہرے پر اس وقت فکر و تشویش کے آثار تھے،

صہیب نے اُسے دیکھا اور کہا،

"آؤ یعقوب!"

وہ آ کر پاس ہی بیٹھ گیا صہیب نے پوچھا:-

"اس وقت بہت فکرمند نظر آتے ہو؟"

یعقوب نے کہا،

"کوئی خاص بات تو نہیں ——————— لوبو نے ایک لاکھ اشرفی کے انعام کا اعلان کیا ہے!"

صہیب نے پوچھا،

"ایک لاکھ اشرفی کا انعام؟ ——————— کیا میرے سر کے لئے؟"

یعقوب نے اور زیادہ سنجیدگی کے ساتھ کہا،

"ہاں -"

صہیب ہنسنے لگا،

"جاؤ، لوبو کو میرا پیام بھیج دو ——— نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز!" کاش یہ رقم بیچارے ابن ثمنہ کو کسی طرح مل سکتی، کتنا خوش ہوتا وہ اسے پا کر!"

یعقوب نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ . . . . . .

(۳۱)

گرفتاری

شور و غل اور ہنگامہ کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور وہ قریب سے قریب ہوتی گئیں۔

"مریم نے گھبرا کر پوچھا،

"یہ کیا شور ہو رہا ہے؟"

جولیانا کا چہرہ زرد ہو گیا وہ کہنے لگی،

"کہیں دشمن ــــــــــــ"

صہیب نے نہایت اطمینان سے کہا،

"شاید انعام لینے والے آگئے!"

یعقوب اُٹھا،

"میں خبر لاتا ہوں جا کر!"

اتنے میں اسی گروہ کا ایک اور فرد قاسم گھبرایا ہوا آیا، اس نے کہا،

"دشمن نے ہر چہار طرف سے ہمیں گھیر لیا ہے!"

یعقوب اُٹھ کھڑا ہوا،

"ہم لڑیں گے"!

صہیب نے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا،

"دشمن ہماری لاشوں پر قبضہ کر سکتا ہے،"!

قاسم نے ایک ٹھنڈی سانس لی،

"نہیں میرے سردار اب جنگ و پیکار کا وقت گذر گیا،"

"یہ کیوں"! صہیب نے دریافت کیا،

"اس لئے کہ دشمن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے اور سارا زور اس پر صرف کر رہا ہے کہ ہمیں زندہ گرفتار کر لے میرا خیال تو یہ ہے کہ ———— "

اتنے میں شور و غل کی آوازیں اور قریب آ گئیں، اور قبل اسکے کہ صہیب اور دوسرے حاضرین حالات کا صحیح اندازہ کر سکیں، کئی درجن مسلح سپاہی اس جھونپڑی کے اندر داخل ہو گئے سب کی سنگینوں اور نیزوں کا رُخ قاسم، یعقوب، اور صہیب کی طرف تھا، مریم اور جرلیانا بھی نرغہ میں آ چکی تھیں، اس حملہ آور دستے کا سردار ایمانوئیل تھا اس نے بآواز بلند کہا،

"وزیر اعظم لوا کے حکم سے میں تم سب کو گرفتار کرتا ہوں،"!

پھر قاسم اور یعقوب کو دیکھ کر اس نے انتہائی رعونت اور نخوت کے ساتھ کہا،

"ہتھیار ڈال دو،"!

یعقوب کی تلوار میان سے باہر نکل آئی،

"سپاہی کبھی ہتھیار نہیں ڈالتا"!

پھر وہ تلوار چمکی، اور چشم زدن میں اس نے دو سپاہیوں کی گردن قلم کر کے رکھ دی،

قاسم بھلا یعقوب سے پیچھے کیوں رہتا، اس نے بھی تلوار سونت لی اور دشمنوں پر ٹوٹ

پڑا، لیکن دو آدمی کئی درجن مسلح سپاہیوں کا مقابلہ کب تک کر سکتے تھے؟ آن کی آن میں ان کی لاشیں خاک و خون میں غلطاں نظر آنے لگیں!

صہیب کی آنکھوں میں خون اتر آیا، اس نے انتہائی کمزوری اور نقاہت کے باوجود اٹھنے کی کوشش کی لیکن ایمانوئیل کا اشارہ پاکر بہت سے سپاہی اس پر ٹوٹ پڑے اور گرفتار کر لیا، صہیب بالکل نہتا تھا کچھ نہ کر سکا اور پھر اس میں کچھ سکت بھی تو باقی نہیں رہ گئی تھی!

ایمانوئیل نے یعقوب اور قاسم کی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ کا یہ حشر نہیں ہوا!"

صہیب نے تیکھی نظروں سے اُسے دیکھا اور گویا ہوا،

"زندگی میں کبھی بھی اتنا شرمسار اور نادم میں نے اپنے آپ کو محسوس نہیں کیا تھا جتنا آج کر رہا ہوں"

ایمانوئیل نے مسکراتے ہوئے پوچھا،

"یہ کیوں جناب؟"

صہیب نے کہا،

"اس لئے کہ ہمیشہ بازی میرے ہاتھ رہتی تھی، آج میں پچھڑ گیا اور وہ بازی لے گئے، میں پیچھے رہ گیا اور وہ آگے نکل گئے، میں زندہ ہوں اور وہ مرتبہ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں!"

ایمانوئیل ہنسنے لگا،

"شہادت ——— مسلمانوں کے ہاتھ یہ بڑا اچھا اور دلچسپ لفظ آگیا ہے، بہر حال اگر آپ شہادت کے جویا ہیں تو میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی یہ حسرت ضرور پوری ہوگی، آج نہ سہی کل سہی جس شخص کے لئے ایک لاکھ اشرفی کا انعام حکومت نے

مقرر کیا ہو، اگر وہ بھی مرتبہ شہادت پر فائز نہ ہو گا تو کون ہو گا؟"

صہیب نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا،

"کاش وہ وقت جلد آجاتا!"

ایمانوئیل نے طنز کیا،

"شاید زندگی کی تلخیاں اب آپ کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی ہیں، ہونا بھی چاہئیں، ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ ان جنگوں میں سب سے زیادہ خسارہ میں آپ ہی رہے، بادشاہت گئی، حکومت گئی، اقتدار گیا، دولت گئی، امارت اور سرداری گئی، ساتھیوں کی رفاقت گئی، جو چند ساتھی یہاں آکر ان جنگلوں میں پناہ گزیں ہوئے تھے ان کی بہت بڑی تعداد کو ہم نے شرف شہادت عطا کر دیا، کچھ بچ گئے، وہ گرفتار کر لئے گئے، شاید آپ کے ساتھ ہی انہیں بھی یہ سعادت حاصل ہو جائے گی، بہرحال مجھے آپ کے ساتھ ہمدردی ہے۔"

صہیب نے کوئی جواب نہیں دیا، حقارت بھری ایک نظر اس پر ڈالی اور خاموش ہو گیا،

لیکن ایمانوئیل تو اس وقت شیر کو پنجرہ میں بند کرنے کے بعد اس کی بے بسی سے لطف لے رہا تھا، اس نے کہا،

"کیوں جناب فرض کیجئے کہ اگر ہم نے کسی وجہ سے آپ کو شرف شہادت نہ عطا کیا تو کیا کریں گے آپ؟ ——— کیا خودکشی؟"

صہیب نے بل کھاتے ہوئے کہا

"خودکشی مسلمان نہیں کرتا!"

ایمانوئیل نے پوچھا،

"پھر کیا کرنا ہے؟"

صہیب نے بتایا

"وہ حالات سے جنگ کرتا ہے!"

ایمانوئیل ہنسی نہ ضبط کر سکا،

"جنگ! ——— کیا اب بھی جنگ کرنے کا ولولہ آپ میں باقی ہے؟"

صہیب نے یعقوب کی لاوارث تلوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا،

"ذرا دیر کے لئے یہ تلوار میرے ہاتھ میں دے دو، پھر تمہیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ مجھ میں جنگ کرنے کا ولولہ موجود ہے یا نہیں!"

غصہ سے ایمانوئیل کی آنکھیں چمکنے لگیں،

"تم لڑو گے!"

صہیب نے بآواز بلند کہا

"ہاں لڑوں گا، ہٹ جاؤ میرے سامنے سے، مجھے یہ تلوار اٹھا لینے دو، میں بیمار ہوں کمزور ہوں، ضعیف ہوں، اور تم سے عمر میں بھی بہت زیادہ ہوں، تم میرے مقابلہ میں کہیں زیادہ توانا ہو، نوجوان ہو، آؤ، میرے تمہارے دو دو ہاتھ ہو جائیں، اگر تم اکیلے میرے مقابلہ میں آتے ہوئے ڈرتے ہو، تو اپنے ساتھ دو تین آدمیوں کو اور شریک کر لو، تم چار میں ایک، اگر چار گردنیں ابھی یہاں اس فرش پر لڑھکتی نظر نہ آئیں، تو جیسی عبرت انگیز سزا چاہو مجھے دینا، میں خوشی سے برداشت کر لوں گا!"

صہیب کی ان دلیرانہ باتوں سے ایمانوئیل سہم گیا، وہ اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا اس نے کہا،

"میں ایک سپاہی ہوں، اور افسر کا حکم ماننا میرا سب سے بڑا فریضہ ہے، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں گرفتار کروں، اور وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کر دوں، افسوس یہ حکم میرے راستے میں حارج ہے ورنہ ضرور میں تم سے مقابلہ کرتا!"

صہیب کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا، اس نے بھرپور طنز کرتے ہوئے کہا،

"تم بزدل ہو —————— اور بزدل اسی طرح باتیں بنایا کرتے ہیں!"

ایمانوئیل کو غصہ آ گیا،

"میں تمہاری گردن قلم کر سکتا ہوں، اور زبان بھی تراش سکتا ہوں!"

صہیب نے نگاہِ حقارت سے اُسے دیکھا، اور گویا ہوا،

"تم یہ سب کچھ کر سکتے ہو لیکن اکیلے نہیں، شاید اپنے اتنے سارے ساتھیوں کو بھی کم سمجھتے ہو، پھر پوری ایک فوج کیوں نہیں بلا لیتے مجھے قتل کرنے کے لئے!"

ایمانوئیل نے اپنے سپاہیوں کو اشارہ کیا،

"گرفتار کر لو"

جو سپاہی صہیب کو نرغہ میں لئے ہوئے تھے، انہوں نے اس مریض بیمار کو اٹھایا، اور مشکیں کس دیں بے ساختہ جولیانا کی بھرائی ہوئی آواز بلند ہوئی،

"کمبختو، تم ایک بیمار کے ساتھ بھی انسانیت کا برتاؤ نہیں کر سکتے!"

ایمانوئیل نے اب تک جولیانا اور مریم کی طرف توجہ نہ کی تھی، اب اس نے ان دونوں کو دیکھا، پھر نظر جھکا لی اور کہا،

"رعایت اسی کے ساتھ کی جاتی ہے، جو اپنے آپ کو رعایت کا مستحق ثابت کرے"

صہیب نے گرجتے ہوئے کہا،

"میں کوئی رعایت نہیں چاہتا!"

ایمانوئیل نے اپنے سپاہیوں سے کہا،

"ان دونوں (مریم اور جولیانا) کو بھی گرفتار کر لو!"

مریم اب تک خاموش کھڑی تھی اور نگاہِ حیرانی سے یہ ماجرا دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھوں کے سامنے یعقوب قتل ہوا، قاسم کی لاش تڑپی، صہیب گرفتار کر لیا گیا، لیکن وہ اس

طرح چپ چاپ کھڑی تھی، جیسے ایک بے جان مجسمہ، لیکن جب سپاہی گرفتار کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھے، تو وہ چونکی، اور جس سپاہی نے اپنا ہاتھ اسے گرفتار کرنے کے لئے بڑھایا تھا اس کے منہ پر ایک طمانچہ لگایا، اور پیچھے ہٹتے ہوئے کہا،

"تم میں سے اگر کسی نے میرے بدن میں ہاتھ لگایا، یا کوئی میرے قریب آیا، تو میں یہ (انگشتری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ہیرے کی کنی ابھی کھالوں گی، اپنے باپ اور ماں کی گرفتاری کے بعد میں بھی یہاں رہنا نہیں چاہتی، جہاں وہ وہاں میں، نہ بھاگ سکتی ہوں، نہ میری بھاگنے کی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے، مجھ سے دور رہو، جہاں میرے باپ اور ماں کو لے جا رہے ہو، میں بھی وہاں چلنے کو تیار ہوں،!"

طمانچہ کھا کر سپاہی پیچھے ہٹ گیا تھا، اور ایمانوئیل کے حکم کا منتظر کھڑا تھا،

ایمانوئیل نے کہا،

"ہٹ جاؤ"

پھر اس نے مریم سے کہا،

"آپ جیسا کہتی ہیں ویسا ہی ہوگا!"

"یہ کہہ کر وہ باہر نکلا صہیب جولیانا اور مریم بھی قیدی کی حیثیت سے سپاہیوں کے نرغہ میں ساتھ ساتھ باہر آئے :

یہاں آکر جو منظر دکھائی دیا، اس نے مریم اور جولیانا دونوں کی آنکھوں میں دنیا تیرہ و تار کر دی!

صہیب کے جتھے میں جتنے آدمی تھے، دس بارہ کے سوا سب موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔

یہاں آکر اندازہ ہوا کہ ان جیالوں اور سرفروشوں نے آخر دم تک مقابلہ کیا، جان دیدی مگر اپنے آپ کو دشمن کے حوالے نہ کیا، بہت سی لاشیں سامنے پڑی ہوئی تھیں، اور ہر

لاش زخموں سے چھدی ہوئی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے گھمسان کا رن پڑا ہے۔ ایمانوئیل کے سپاہیوں میں سے بھی بہت سے مرے ہوئے پڑے تھے، انہیں ان سفینہ دلوں کے جام شہادت نوش کرنے سے پہلے ہلاک کیا تھا، کیفر کردار کو پہنچایا تھا صہیب کے مقتولوں میں صرف دس بارہ آدمی ایسے تھے جو گرفتار کئے جا سکے تھے، یہ سب زخموں سے چور اور لہولہان ہو رہے تھے، لیکن ان کے تیوروں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، ان کا دم خم اب بھی وہی تھا، صاف عیاں تھا کہ اگر ان کے ہاتھ میں تلوار آجائے تو یہ ناصح نواب بھی یہ اپنے سے کئی گنا دشمنوں کو مار کر مریں گے، ان میں سے ہر ایک مرتے مرتے کئی دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا، ایمانوئیل کے ساتھ جو لشکر آیا تھا، اس کے زخمیوں اور ہلاک شدگان کی تعداد ان مقتولین و مجروحین کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی، جو مسلمان تھے،

یہ منظر دیکھ کر وفور مسرت سے صہیب کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی، اس کا دل بڑھ گیا، اسے اپنے ساتھیوں پر فخر تھا، اس بات پر فخر تھا کہ ہم میں سے کسی کے ماتھے پر بھی بزدلی کا داغ نہیں لگا، اس نے اپنے گرفتار اور مجروح ساتھیوں سے مخاطب کرتے ہوئے کہا،

"مجھے تم پر فخر ہے!"

ایمانوئیل تلملا گیا،

"قیدیوں کو ایک دوسرے سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی!

صہیب مسکرا کر خاموش ہو گیا،

(۴)

آخر وہ گھڑی آگئی

بلرم کا کون باشندہ ایسا تھا، جو صہیب کو نہ جانتا ہو، ؟

باہر سے آکر بلرم میں بود و باش اختیار کرنے والے عیسائیوں میں کون ایسا تھا، جو اس کے نام سے واقف نہ ہو، ؟

صہیب نے ایک فرمانروا کی حیثیت سے، بلرم کے باشندوں پر اپنے عدل و انصاف رحم و مروت، اخلاق و سخاوت کا ایک نہ مٹنے والا نقش کر دیا تھا، حکومت سے دستبردار ہو چکنے اور گوشہ نشین ہو چکنے کے بعد بھی، بہت سے دل تھے، جن میں ان کی یاد باقی تھی، بہت سے لوگ تھے جو اسے عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے،

وہ لوگ بھی جو حالات سے مجبور ہو کر یا طمع دنیاوی سے متاثر ہو کر عیسائیت اختیار کر چکے تھے جنہیں اب اسلام سے، یا ملتِ اسلامیہ سے کوئی واسطہ نہیں رہ گیا تھا، صہیب کا کلمہ پڑھتے تھے، اس کی خوبیاں بیان کرتے نہیں تھکتے تھے،

گھروں میں مجلسوں میں ہر جگہ اس کا چرچا تھا، ہر جگہ اس کا ذکر تھا ——— ذکر خیر،

عیسائی تسلط کے بعد مسلمانوں کی آبادی کم کرنے، ان کا زور توڑنے، اور ان کی جائیداد اور املاک کے مالک بننے کے لئے لاتعداد عیسائی آس پاس کے شہروں سے بلرم اور صقلیہ کے دوسرے شہروں میں آکر آباد ہو گئے تھے۔

دوسرے شہروں کے عیسائیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن بلرم کے عیسائی آبادی کا جہاں تک تعلق ہے، وہ صہیب سے مرعوب بھی تھی اور خائف اور دہشت زدہ بھی ——— ،

جب سے اس نے اپنے چند سر فروشوں کے ساتھ، شہر کی اقامت ترک کر کے جنگلوں، گھاٹیوں، اور پہاڑوں کے محفوظ مقامات پر مورچے بنا کر بود و باش اختیار کی تھی اور مسلسل غارت گری کا سلسلہ شروع کیا تھا صہیب کا نام عیسائیوں کے لیے دہشت کی علامت بن گیا تھا،

مائیں جب اپنے بچوں کی شرارت سے زیادہ گھبرا جاتیں تو انہیں یہ کہہ کر ڈراتیں "دیکھو مان جاؤ، ورنہ صہیب تمہیں پکڑ لے جائے گا!"

اس لفظ میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ یہ لفظ سنتے ہی وہ سہم جاتے، دبک کر بیٹھ رہتے، اور ساری شرارت بھول جاتے،

کسی مصروفیت کے باعث کوئی آدمی رات کو دیر سے گھر پہنچتا تو اس کی بیوی، اس کی بہن، اس کی ماں کے دل پر نہ جانے کیا کچھ گزر جاتی، ان بیچاروں کے دل میں یہ وہم انگڑائیاں لینے لگتا،

"کہیں صہیب کے ساتھیوں نے اسے قتل نہ کر دیا ہو؟"

یہ وہم بہت جلد، ایک پر اسرار دہشت کی صورت اختیار کر لیتا، اور جب تک وہ شخص گھر نہ پہنچ جاتا، وہاں موت کا سناٹا طاری رہتا،

ہر بڑے شہر کی طرح بلرم میں بھی رات کی رنگ آرائیاں اور مجلس طرازیاں زندہ دلوں

پر بجتیں - وہ کافے کلبوں، مجلسوں، قہوہ خانوں اور دوسرے شبینہ مقامات پر دو دو بجے رات تک لوگوں کے جمگھٹ رہتے، رقص و نغمہ کی محفلیں سجائی جاتیں، لہو و لعب کی مصروفیتیں جاری رہتیں،

لیکن جب سے صہیب کی تاخت و تاراج کا سلسلہ شروع ہوا تھا، یہ محفلیں سونی پڑ گئی تھیں، بزم شبینہ کی رونق خاک میں مل گئی تھی، رات ہوتے ہی لوگ اپنے گھروں کی طرف لپکتے،

"کہیں ایسا نہ ہو صہیب کی پارٹی شہر پر حملہ کر دے اور ہم اس کی زد میں آجائیں"

صہیب کے ان حملوں نے بساط عیش الٹ دی تھی، رقص گاہیں خالی پڑے تھے، راگ رنگ کی محفلوں کی رونق جاتی رہی تھی، لہو و لعب کے اڈے ویران نظر آتے تھے، لوگ جلدی سے گھروں میں داخل ہو جاتے اور دروازے بند کر بیٹھ رہتے کہنا چاہیے صہیب کی لائی ہوئی مصیبت شہر والوں کے لئے پیام مرگ بن گئی تھی ——

وہ بادۂ شبینہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

ان حملوں اور یورشوں کا اثر پیشہ وروں کے کاروبار پر بہت برا پڑا تھا، سارے شہر میں دہائی مچی ہوئی تھی کہ خدا ہمیں صہیب کے حملوں سے بچاؤ، اس نے ہماری زندگی اجیرن کر دی ہے،

ادھر چند روز پہلے جب صہیب اپنے ساتھیوں کو لے کر عین جشن سالگرہ کے موقع پر قصر شاہی میں گھس پڑا اور وہاں اس نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے تو بادشاہ سلامت بھی ان زیادتیوں پر نہایت مضطرب ہو گئے، اس دن سے محل کا پہرہ اور سخت کر دیا گیا اور بادشاہ سلامت نے اس درجہ احتیاط سے کام لیا کہ محل سے باہر نکلنا، اور

محل کے اندر دربار کرنا ایک لخت بند کر دیا،

ہر وقت اُن کی آنکھوں کے سامنے صہیب کی، اور اس کے ساتھیوں کی ہولناک اور مہیب تصویر گھوما کرتی تھی، ان کا عیش مکدر ہو گیا تھا، کسی چیز میں لطف باقی نہ رہا تھا، نہ شراب کے خم کے خم ان میں جولانی پیدا کرتے، نہ پریچہرہ ناز نینان حرم سے ان کا جی بہلتا، نہ مہوشش رقاصائیں انہیں سکون خاطر بہم پہنچا سکتیں، نہ ساز و نغمے سے ان کے دل بیقرار کو قرار آتا، راتوں کی نیند غائب، دن کا چین نابود، بار بار، وہ وزیر اعظم کو طلب کرتے، کھا جانے والی نظروں سے اُسے گھورتے، اور نہایت تلخ لہجہ میں سوال کرتے،

"کیا کیا تم نے؟"

وہ ہاتھ باندھ کر عرض کرتا،

"غلام غافل نہیں ہے، ایک لاکھ اشرفی کا اعلان کر دیا گیا ہے، ان تمام شرارتوں کا بانی صہیب ہے اور وہ ضرور گرفتار ہو گا،

وہ پہلو بدل کر غصے کے عالم میں گرجتے ہوئے پوچھے۔

"کب گرفتار ہو گا؟ کیا جب ہم قتل ہو چکیں گے تب؟"

وزیر اعظم یہ الفاظ سُنکر تھرا جاتا، اور کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیتا،

"والا حضرت، وہ دن بہت جلد آئے گا!"

ان باتوں سے ان کی تسکین نہ ہوتی، وہ اور زیادہ خفا ہو کر پوچھتے،

"یہ بتاؤ کس دن ہے ——— کس دن اسے گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کرو گے، یاد رکھو اگر جلد از جلد وہ ہمارے سامنے پیش نہ ہوا تو اس کے بجائے ہم تمہیں قتل کر دیں گے!"

بادشاہ سلامت کی زبان سے یہ خوشخبری سُنکر وزیر اعظم صاحب جھلاتے ہوئے

برہم، پریشان، مضمحل باہر آتے، اور سپہ سالار افواج کو وہ ساری دھمکیاں دے ڈالتے جو دربار شاہی سے انہیں عطا ہوتی تھیں، سالار اعظم کے حواس بھی پراں ہو جاتے، وہ اپنے معتمد خاص ایمانوئیل کو طلب فرماتے، دھمکاتے، ڈراتے، لالچ دیتے، ترقی کا وعدہ کرتے اور پھر التجا کے لہجہ میں حکم دیتے،

"جلد از جلد اس کم بخت کو گرفتار کرو، اس پر میرے اور تمہارے مستقبل کا، صرف مستقبل ہی کا نہیں زندگی کا بھی انحصار ہے!"

ایمانوئیل باہر آتا اور اپنے جاسوسوں کو ذرا بھی دھمکائے بغیر انعامات کا لالچ دیتا، اور وہ شکاری کتے کی طرح بو سونگھتے ہوئے ہر طرف نکل پڑتے،

آخر کئی روز کی جدوجہد اور سخت لب یار کے بعد آج وہ مقصد عظیم پورا ہوا، جاسوس کامیاب ہوئے اور انہوں نے صحیح پتہ اور نشان صہیب کا بہم پہنچا دیا،

ان تھوڑے سے آدمیوں کو گرفتار کرنے کے لئے ایمانوئیل کا ایک پورا لشکر پہنچا، اور بالآخر گھمسان کی جنگ کے بعد اپنے بہت سے سورماؤں کو قتل اور زخمی کرا دینے کے بعد وہ صہیب کو اور اس کے بچے کھچے ساتھیوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا،

صہیب کے ساتھیوں کی تعداد بہت مختصر تھی، اس مختصر سی تعداد نے ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا، اور بہت سے دشمن سپاہیوں کو ہلاک اور مجروح کر دیا تھا،

لیکن ایمانوئیل کو اتنی بڑی تعداد میں اپنے سپاہیوں کے ہلاک اور زخمی ہونے کا ذرا بھی غم نہ تھا!!

وہ خوش تھا!

وہ خوش تھا کہ اس نے بالآخر سب سے بڑے "دشمن" کو گرفتار کر لیا، اس گرفتاری کی جو قیمت دی گئی وہ بہت کم تھی!!

جتنے قتل ہوئے تھے، اس سے کئی گنا قتل ہو جاتے،
جتنے زخمی ہوئے تھے اس سے کئی گنا زخمی ہو جاتے،!
کوئی پروا کی بات نہ تھی،
صہیب گرفتار ہو گیا!

اب بادشاہ سلامت سکھ کی نیند سوئیں گے، اب وزیر اعظم صاحب گھوڑے بیچ کر سوئیں گے، اب سپہ سالار اعظم صاحب ٹانگیں پھیلا کر سوئیں گے، اب وہ خود مست نیند سوئے گا ——— اور ایک لاکھ اشرفی کا انعام بھی حاصل کرے گا!

اب اہل شہر آرام کی زندگی بسر کریں گے، لہو و لعب کے اڈے پھر آباد ہو جائیں گے عیش و طرب کی محفلیں پھر برپا ہوں گی، زندگی پھر جوش اور سرمستی سے آشنا ہو گی ——— ——— اتنی ساری نعمتیں اس خطرناک شخص کی گرفتاری کے بعد حاصل ہو جائیں گی!

---

(۵)

قیدی کا جلوس!

جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں صہیب اور اس کے ساتھیوں کی خبر مشتہر ہو گئی، راستوں پہ اور سڑکوں پر لوگوں کا ٹھٹھ کا ٹھٹھ لگ گیا، اس باغی، اس لٹیرے اس قزاق ——— اور مرد مجاہد، مرد غازی، اور مرد جری ——— کو گرفتار دیکھنے کے لئے۔

ہر شخص کشاں کشاں اس راستے کی طرف دوڑا چلا آ رہا تھا، جدھر سے صہیب کا جلوس گذرنے والا تھا، ——— بزم میں اہل نظر بھی تھے، تماشائی بھی اس مجمع نابرساں میں ہر طرح کے لوگ تھے، عوام بھی اور خواص بھی، امن پسند شہری بھی، اور متعصب دشمن اسلام افراد بھی، وہ بھی جنہوں نے صہیب کے دور حکومت میں سکھ، چین، آرام اور عافیت کی زندگی بسر کی تھی، اور وہ بھی جنہوں نے صہیب کے ہاتھ سے حکومت چھینی تھی، کاروباری طبقہ کے لوگ بھی تھے، اور سرکاری دفتروں کے ملازم بھی، شہر کے مستقل باشندے بھی اور باہر سے آئے ہوئے سیاح اور جہاں گشت بھی، مزدور صناع اور حمال بھی، امیر، جاگیردار، زمیندار اور اصحاب ثروت بھی،

جو تھا وہ صہیب کو ایک نظر دیکھ لینے کے لئے بیقرار ہو رہا تھا،

سڑکوں پر جگہ نہ پاکر، بہت سے لوگ درختوں پر چڑھ گئے تھے، تاکہ اطمینان سے اس مہیب شخص کا نظارہ کر سکیں، جس نے سارے صقلیہ میں بے چینی پیدا کر دی تھی، جس نے بلرم میں تہلکہ مچا رہا تھا،

عورتوں اور بچوں کا شوق دیدار بھی دوسروں سے کم نہ تھا،

مکانات کی چھتوں پر، دیواروں پر، چھجوں پر، نوجوان اور بوڑھی عورتوں کا جمِ غفیر تھا، لڑکے اس طرح بیقراری کے ساتھ جھکے پڑتے تھے کہ اگر مائیں اور بہنیں انہیں گھونسے مار مار کر پیچھے نہ ڈھکیلتیں تو نہ جانے کتنے حادثے ہو جاتے،

صہیب اپنے ذگرفتار ساتھیوں کے ساتھ، اپنی جگہ سے چل چکا تھا، لیکن اب تک شارع عام پر نہیں پہنچا تھا،

لمحہ بہ لمحہ، ساعت بہ ساعت لوگوں کی بے قراری بڑھتی جا رہی تھی،

مجمع میں سے ایک شخص نے پہلے تو ایڑی پر کھڑے ہو کر حد نگاہ تک دیکھا، پھر کہا،

"ابھی تک آیا نہیں!"

دوسرے نے کہا،

"ہاں ابھی تک نہیں آیا، کچھ دال میں کالا معلوم ہوتا ہے!"

پہلے نے پوچھا،

"یعنی تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ گرفتار نہیں ہوا، یوں ہی خبر اڑا دی ہے؛"

دوسرے نے جواب دیا،

"میرا مطلب یہ ہے کہ وہ گرفتار ضرور ہوا، لیکن ہاتھ سے نکل گیا!"

ایک اور آدمی نے جو پاس ہی کھڑا ہوا تھا مداخلت کرتے ہوئے سوال کیا،

"یعنی بھاگ گیا!"

پہلے نے جواب دیا،

"ہاں ہو سکتا ہے!"

ایک اور صاحب جو اب تک خاموش تھے، اب ضبط نہ کر سکے، انہوں نے فرمایا:۔

"مجھے تو ایک اور اطلاع ملی ہے!"

کئی آدمیوں نے بیک آواز پوچھا،

"کیا اطلاع ملی ہے؟"

وہ گویا ہوئے،

"پہلے تو صہیب اور اسکے ساتھی گرفتار ہو گئے لیکن تھوڑی دیر بعد آس پاس کی جھاڑیوں، اور خندقوں سے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا لشکر، جو چھپا ہوا تھا برآمد ہوا ——————"

"کیا ——————" بیقراری کے ساتھ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا،

اس نے بے پرائی کے ساتھ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،

"ہاں مسلمانوں کا لشکر برآمد ہوا اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی؟"

کئی آدمیوں نے بے تاب ہو کر سوال کیا،

"جنگ شروع ہو گئی؟" "واقعی" ——————

——————

اس آدمی نے کہا،

"یہ بات تو خداوند مسیح ہی کی معلوم ہے کہ واقعہ کیا ہے لیکن سننے میں تو یہی آیا ہے!"

ایک آدمی نے اضطراب کے ساتھ کہا،

"اگر یہ بات ہے تو پھر اب بلرم کی، اور بلرم کے ساتھ ہم عیسائیوں کی بھی خیر نہیں، یہ

ظالم مسلمان ویسے ہی کیا کم تھے؛ اب اگر کہیں حدود شہر میں داخل ہو کر انہوں نے کشت و خون اور قتل و غارت کا سلسلہ شروع کر دیا، تو نہ جانے کیا کیا ہو جائے گا،،!

ایک عافیت پسند نے ذرا پرے ہٹتے ہوئے کہا،

"چلنا چاہیئے بھئی!"

ساتھی نے پوچھا،

"کہاں؟ ——— کہاں کا ارادہ ہے؟"

وہ بولا،

"گھر میں جا کر دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیں گے، یہاں سڑک پر کتے کی موت کون مرے، مریں گے تو گھر والوں کے ساتھ ———"

یہ کہہ کر وہ چل پڑا اسکے ساتھ کئی اور بھی لمبے لمبے ڈگ بھرتے روانہ ہو گئے مجمع کے دوسرے سرے پر بھی یہی موضوع زیر بحث تھا،

"وہ اب تک کیوں نہیں آیا؟"

"کہیں لڑائی تو نہیں شروع ہو گئی؟"

"اب آتا ہی ہو گا،؟"

"اب معلوم ہو گا کہ بغاوت کی سزا کیا ہوتی ہے!"

"بادشاہ سلامت نے تو قسم کھا لی ہے کہ اپنے ہاتھ سے اس کی گردن قلم کریںگے!"

"ہاں بھئی وہ اس کا مستحق اور سزاوار ہے اکم بخت اس قصر شاہی میں گھس پڑا، وہ تو کہیئے خدا نے خیر کی ورنہ بادشاہ سلامت کی گردن قلم ہو چکی ہوتی! بس ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تھا،!"

"بڑے جیالے ہوتے ہیں یہ مسلمان بھی،"

"ہاں بھئی یہ تو ماننا پڑے گا، موت کو تو کچھ سمجھتے ہی نہیں ... ان کے تمند کی

ایک کھیل ہے اور بس!"

"صہیب کی گرفتاری کے بعد امن و امان بحال ہو جائے گا!"

"ہاں پھر ہم امن و امان اور چین کے ساتھ سو سکیں گے!"

"کم بخت نے خواب و خور حرام کر دیا تھا، !"

"ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا تھا، اب آیا! اب آیا، !"

"نہ جان محفوظ، نہ مال، نہ عزت نہ آبرو!"

"بہرحال اب وہ دور ختم ہو گیا، اب آگے حال کا بھاؤ معلوم ہو گا حضرت کو"

ادھر گھروں کی چھتوں پر جو عورتیں بیٹھی تھیں بھلا وہ کس طرح خاموش رہ سکتی تھیں، ان میں بھی چہ می گوئیاں شروع ہو گئیں،

"سنا ہے اُسے قتل کر کے لا رہے ہیں!"

"میرا بس چلتا تو میں اپنے ہاتھ سے اس کی بوٹیاں کاٹتی اور چیل کوؤں کو کھلا دیتی"

"بڑا ظالم ہے کم بخت،"

"عیسائیوں پر تو اس نے زندگی تنگ کر دی تھی،"

"لیکن اب مارا جائے گا!"

"ہاں ——— کتنا اچھا ہوتا اگر بھرے میدان میں سولی نصب کی جاتی، اور سب کے سامنے اس کی جان لی جاتی ——— !"

"سنا ہے ایسا ہی ہو گا، آنے تو دو کم بخت کو!"

"اب کیا رہا ہے، آتا ہی ہو گا بس!"

"یہ نہ کہو مسلمان بڑے سخت جان ہوتے ہیں!"

"اے واہ تو کیا پھانسی سے بھی زندہ بچ جائے گا؟"

"ہو سکتا ہے!"

"(ہنستے ہوئے) تم تو پگلی ہو اچھی خاصی،"

اتنے میں ایک بچہ شرارت کرنے لگا،

ماں نے ٹوکا،

"پھر تو نے شرارت کی کم بخت،"

ذرا بھی پروا کئے بغیر اُس نے کہا،

"ہاں کروں گا!"

ماں نے ڈانٹا،

"تو نہیں مانے گا؟"

وہ بولا،

"ہرگز نہیں مانوں گا!"

ماں نے عاجز ہوتے ہوتے کہا،

"بڑا ڈھیٹ ہو گیا ہے!"

وہ مسکرایا،

"اب مجھے کس کا ڈر ہے؛ اب تو میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا!"

پاس والی عورت نے کہا،

"کیوں بیٹے؟"

وہ بولا،

"صبیب تو گرفتار ہو گیا، اسی سے یہ ڈرایا کرتی تھیں!"

پاس بیٹھی ہوئی ساری عورتیں کھلکھلا کر ہنس پڑیں،

ادھر قصرِ شاہی میں اس خطرناک شخص کی گرفتاری پر شادیانے بجائے جا رہے تھے، بادشاہ سلامت کے فرطِ مسرت سے بندِ قبا ٹوٹے جا رہے تھے، وہ بار بار اپنے عالی مرتبت

وزیر اعظم سے سوال کرتے تھے،

"اب تک نہیں آیا!"

وزیر اعظم صاحب بار بار تسلی دیتے تھے،

"اب آنا ہی ہوگا"

اور اب اتنی دیر ہو چکی تھی کہ خود وزیر اعظم صاحب بھی دل ہی دل میں مضطرب ہو رہے تھے، کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے، قیدی اب تک کیوں نہیں آیا؟

کہیں کوئی اور حادثہ تو نہیں پیش آیا؟"

ان بیچارے کو کیا معلوم تھا، قیدی آ رہا ہے لیکن خلقت کا شوق دید راستے کا پتھر بنا ہوا ہے، ایمانوئیل کی بہترین کوششیں بھی مجمع کو ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں، لہٰذا قیدی کا جلوس چیونٹی کی چال آ رہا تھا،

خود ایمانوئیل کو جلدی تھی، وہ جلد از جلد قصر شاہی میں پہنچ جانا چاہتا تھا، تاکہ سرخروئی حاصل کرے، انعام حاصل کرے، لیکن یہ کم بخت مجمع کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا،

آخر یہ جلوس شہر میں پہنچا، صہیب بے خوف، بے پروا، تبسم زیر لب ایک فاتح کی طرح گویا اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ چل رہا تھا، یہی حال اس کے دوسرے ساتھیوں کا تھا،

مریم اور جولیانا بھی ساتھ تھیں،

عورتوں میں سے ایک نے جولیانا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"دیکھنا یہ جولیانا ہے!"

اس نے پوچھا،

"صہیب کی بیوی؟"

وہ بولی،

"ہاں ——————— !"

شوقِ تجسس اب بھی خاموش نہ ہوا،

"یہی تو جیونی کی شہزادی تھی ؟"

"ہاں ،!"

"پھر مسلمان ہو گئی "

"ہاں !"

"پھر اس مسلمان سے شادی کر لی ؟"

"ہاں !"

"ہائے اس بیچاری نے بھی کیا کیا زمانے دیکھ لئے !"

"(ٹھنڈی سانس لے کر) ہاں بہن ایسا ہی ہوتا ہے !"

"اور یہ دوسری لڑکی جو خود بھی شہزادی معلوم ہوتی ہے !"

"یہ مریم ہے !"

"مریم کون ؟"

"جولیانا کی بیٹی صہیب کی لڑکی !"

"کتنی خوبصورت ہے "

"جیسے گلاب کا پھول !"

"نہ جانے ان بیچاریوں کا حشر کیا ہو گا ؟"

"وہی جو صہیب کا ہو گا، دشمن کی بیوی بچوں کے ساتھ رعایت کی جا سکتی ہے بھلا ؟"

"ہے ہے تو کیا انہیں قتل کر دیا جائے گا ؟"

"اگر قتل نہ کیا گیا تو لونڈی بنا لی جائیں گی !"

"لونڈی ؛ ——————— ہائے یہ صورت اور ———————

"قسمت ——— قسمت کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے!"

سارا مجمع خاموشی کے ساتھ قیدیوں کا جلوس دیکھتا رہا، جو لیانا اور مریم پر جس کی نظر پڑی، وہ اس انقلاب پر آہ کئے بغیر نہ رہ سکا، جو لوگ صہیب کے جانی دشمن تھے، وہ بھی جو لیانا اور مریم کی ہمدردی اپنے دل میں محسوس کرتے تھے، جو لیانا اور مریم کا چہرہ اس وقت کچھ وقار نظر آرہا تھا، کہ خواہ مخواہ دل میں ایک احترام سا پیدا ہوتا تھا،

قیدی کا جلوس گذر گیا!

(۶)

کال کوٹھری

یہ لوگ ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں قید کر دیئے گئے،

صہیب کافی نڈھال ہو گیا تھا، فرش زمین پر جو چٹائی بچھی تھی، وہ آتے ہی اس پر لیٹ گیا، مریم نے اس کا سر اور جولیانا نے اس کے پاؤں دبانا شروع کر دیئے صہیب نے پاؤں سمیٹ لئے،

"یہ کیا کرتی ہو؟"

جولیانا نے اس کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا، اور بولی،

"تم بہت تھک گئے ہو، اس کمزوری میں چلنا بھی تو بہت پڑا"

صہیب نے ویسے ہی پاؤں سمیٹے سمیٹے کہا،

"کہتی تو سچ ہو، واقعی پاؤں درد کرنے لگے ہیں لیکن تم نہیں"

"پھر وہ مریم سے مخاطب ہوا،

"بیٹی تو پاؤں دبا دے اپنے باپ کے (جولیانا سے) آؤ تم سر دبا دو، سر بھی پھٹا جا رہا ہے، مارے درد کے!"

ماں بیٹی نے اپنی جگہ تبدیل کر لی، جولیانا سر دبانے لگی، مریم پاؤں، سر دباتے دباتے جولیانا نے کہا،

"آخر دشمنوں کی مراد پوری ہوئی، !"

صہیب نے کہا،

"ہاں میں گرفتار ہو گیا !"

جولیانا :- دیکھا چاہیئے اب کیا ہونا ہے ؟"

صہیب :- غالباً مجھے قتل کر دینگے،

جولیانا :- (گلوگیر آواز میں) خدا نہ کرے،

صہیب :- (مسکراتے ہوئے) شکر کرو کہ بستر پر ایڑیاں رگڑتے ہوئے موت نہیں آئی، شہید کی موت مر رہا ہوں،

جولیانا :- لیکن تم نے یہ بھی سوچا، ہمارا حشر کیا ہو گا ؟

صہیب :- سوچ لیا،

جولیانا :- نہیں قتل کر کے یہ لوگ مجھے اور مریم کو باندی بنا لیں گے، ممکن ہے ہمیں عیسائی ہو جانے پر بھی مجبور کریں،

صہیب :- دونوں باتیں ممکن ہیں ——— لیکن مجھے خدا پر اور خدا کے بعد تم پر اور مریم پر پورا پورا بھروسہ ہے، مجھے یقین ہے تم کوئی ایسی بات برداشت نہ کر سکو گی، جو تمہارے وقار کے خلاف ہو، جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہو، ہم نے تم نے کافی دنیا دیکھ لی، مریم کی ابھی عمر ہی کیا ہے، لیکن مجھے یقین ہے وہ بھی ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دے گی، جو ایک مسلمان کی شان اور وقار کے خلاف ہو،

مریم :- (نہایت اطمینان سے) جی ہاں میں نے فیصلہ کر لیا ہے، میں بھی موت کو لبیک کہونگی

مگر نہ اپنی آبرو پر حرف آنے دوں گی نہ ایمان پر، اگر ایسا موقع پیش آیا،
تو میں وہی کروں گی جو مجھے کرنا چاہیے، جو ایک مسلمان کو کرنا چاہیے،

صہیب :- جولیانا سن لیا تم نے؛ تمہاری بیٹی کیا کہہ رہی ہے؛

جولیانا :- سن لیا ——— ایک مجاہد اور غازی کی بیٹی کو یہی کہنا چاہیے
تھا، اور مجھے یقین ہے جو کچھ وہ کہہ رہی ہے وقت آنے پر کر بھی گذرے گی"

صہیب - مجھے بھی یقین ہے،

مریم :- جب تک ہم لوگ گرفتار نہیں ہوئے تھے، اس خیال سے دل ہولتا تھا اگر ہم
دشمن کے قبضہ میں آ گئے تو کیا ہوگا، لیکن جب سے گرفتار ہوئے ہیں دل مطمئن
ہے، نہ موت کا ڈر ہے، نہ زندگی کی ہوس،

صہیب :- سن رہی ہو جولیانا اس کی باتیں؛

جولیانا :- ہاں سن رہی ہوں بچپن سے مینا کی طرح پٹر پٹر بولنے کی عادت ہے اسکی،

صہیب :- تمہاری لڑکی تو کچھ فلسفی ہوتی جا رہی ہے!

جولیانا :- وہ خود اپنے آپ کو کب کسی سے کم سمجھتی ہے، تم اور پھر ے پر چڑھا دو اسے،

صہیب :- (ہنستے ہوئے) اس کی یہ باتیں سُن کر تمہارا دل خوش نہیں ہوتا؟"

جولیانا :- بہت خوش ہوتا ہے، پھول کی طرح کھل جاتا ہے،

صہیب :- تم تو جلی کٹی باتیں کرنے لگیں، نا بھئی اسکی سند نہیں،

جولیانا :- اچھا اب نہیں بولوں گی خاموش ہوئی جاتی ہوں،

صہیب :- یہ لیجئے خفا بھی ہو گئیں،

جولیانا :- آخر کیا کروں؛ کچھ کہتی ہوں تو جلی کٹی باتوں کا اور جواب دیتی ہوں انو خفا ہو
جانے کا طعنہ ملتا ہے اب اگر خاموش نہ رہوں تو کیا کروں؛

صہیب :- باتیں کرو،

جولیانا :- باتیں سننے میں زیادہ لطف آرہا ہے مجھے، !

صہیب :- تمہیں اور مریم کو دیکھ کر بعض وقت میں اپنے اندر کمزوری سی محسوس کرنے لگتا ہوں

جولیانا :- کمزوری کیسی ؛

صہیب :- سوچتا ہوں میں تمہارے لئے کچھ نہ کرسکا، تم نے میری بیوی بن کر مجھ سے سکھ نہ پایا، یہ مریم میری بیٹی بن کر سایۂ پدری سے بھی محروم ہوتی جاتی ہے، میری بدقسمتی تم دونوں پر کس درجہ چھاگئی ہے —— !"

مریم :- ہمیں تو فخر ہے کہ آپ ہمارے باپ ہیں،

جولیانا :- دنیا میں ہر عورت اپنے مستقبل کا ایک نقشہ دل میں بناتی ہے، اپنے ہونے والے رفیق زندگی کی ایک تصویر کھینچتی ہے، اس کی خیالی خوبیوں اور اچھائیوں کا ایک خاکہ بناتی ہے، تمہیں دیکھنے سے پہلے، تم سے ملنے سے پہلے، میں نے بھی، ایک نقشہ بنایا تھا، ایک تصویر کھینچی تھی، ایک خاکہ تیار کیا تھا، پھر اچانک تم میری زندگی میں داخل ہوگئے، اور میں نے ایسا محسوس کیا جیسے میرا خواب پورا ہوگیا، میرا مقصد مل گیا، جیسے میں ساحل مراد پر پہنچ گئی، وہ دن ہے اور آج کا دن، میری زبان پر شکر کے الفاظ تو بارہا آئے، شکوہ کی کوئی بات سوچ ہی نہیں سکی،

صہیب :- یہ تمہاری شرافت ہے

جولیانا :- نہیں میری شرافت کو اس میں کیا دخل ؛

مریم :- ہے کیوں نہیں، !

جولیانا :- تو چپ رہ لڑکی،

صہیب :- نہیں وہ ٹھیک کہتی ہے، ڈانٹتی کیوں ہو بیچاری کو،

جولیانا :- تمہارے پاس رہ کر وہ کون سا سکھ ہے جو مجھے حاصل نہیں ہوا ؛ میں ایک

چھوٹے سے رجواڑے کی شہزادی تھی، تمہیں پا کر سارے صقلیہ کی ملکہ بن گئی، تم سے پہلے میں کفر کی زندگی بسر کر رہی تھی، وہ تم تھے، جسے دیکھ کر میرے دل میں ایمان کی چنگاری روشن ہوئی، اور اسلام کی نعمت مل گئی مجھے ــــــ

ــــــ کیا تمہارے اس احسان کو کبھی بھول سکوں گی ــــــ؟

ایک عورت کی سب سے بڑی حسرت یہ ہوتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے محبت کرے، تمہاری محبت جہاں میرے لئے باعثِ فخر تھی، وہاں میرے دوسرے ہم جنسوں کے لئے باعثِ رشک ایک عیسائی کی حیثیت سے خاندانی رسم و رواج کے باعث میں اس پر قائم تھی، کہ عورت بڑے سے بڑے خاندان میں پیدا ہونے کے بعد بھی، پست رہتی ہے، لیکن یہ تم نے اور اسلام نے بتایا کہ جہاں تک درجہ اور مرتبہ کا فرق ہے، مرد اور عورت میں کامل مساوات ہے، آج مسیحیت اسلام کو کتنی ہی نفرت کی نظر سے دیکھے، آج عیسائی مسلمانوں کو کتنا ہی ذلیل کریں، لیکن ایک دن آئے گا جب مسیحیت کو بھی اپنا دامن اتنا ہی وسیع کرنا پڑے گا، جتنا اسلام کا ہے، ورنہ وہ زندہ نہ رہ سکے گی، عیسائیوں کو بھی وہ خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنا پڑیں گی، جو مسلمانوں میں ہیں، ورنہ ان کا انجام حد درجہ عبرتناک ہو گا!"

مریم:- کاش وہ اپنے انجام تک ہمارے ہاتھ سے پہنچتے۔

صہیب:- (ہنستے ہوئے) ہم ہوں یا کوئی اور، بہرحال یہ تو ایک دن ہونا ہے!

جولیانا:- اب سو رہو زیادہ باتیں کرنے سے طبیعت اور کمزور ہو جائے گی! (مریم سے) بیٹی تو بھی سو جا! رات کافی آگئی ہے، ایسا نہ ہو صبح کی نماز قضا ہو جائے، جلدی سے سو جاؤ۔ تب بھی کئی کئی دفعہ جگانا پڑتا ہے تمہیں!

---

(۱)

دربارِ شاہی

دوسرے دن جملہ قیدی دربار شاہی میں پہنچا دیئے، جولیانا اور مریم کو ملا کر ان کی تعداد صرف ۷ا تھی،

دربار شاہی کی آرائش اس طرح کی گئی تھی، جیسے کوئی بہت بڑی تقریب منعقد ہو رہی ہو، جیسے کسی غیر ملک کے سفیر کو باریاب کرنے کا موقع پیش آگیا ہو،

بادشاہ سلامت ابھی تک رونق افروز نہیں ہوتے تھے، لیکن اعیانِ قوم، اشرافِ ملک اور حکام دولت موجود تھے اور سب اپنی جگہ نہایت خاموشی اور سنجیدگی کے ساتھ بیٹھے تھے سکوت کا یہ عالم تھا کہ اگر سوئی بھی گرے تو اس کی آواز سن لی جائے،

قیدیوں کے چہرے پر نہ ہراس تھا نہ خوف!

یہ سب لوگ ایک کٹہرے میں کھڑے تھے، سب کے پیچھے جولیانا، اور اس کے پیچھے مریم کا پھول سا چہرہ کملایا ہوا تھا، جولیانا دلگیر اور مضمحل نظر آرہی تھی، جب تک مصیبت بالکل سامنے نہیں آجاتی، انسان ذہنی طور پر اسے ٹالنے کی، بھولنے کی، الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے، جب ایک ٹھوس حقیقت کی طرح بالکل سامنے آجاتی ہے، تو کبھی

اس کی حوصلہ مندی مقابلے پر آمادہ ہو جاتی ہے، کبھی کسی سے طبعی لگاؤ، اُسے اندیشہ ہائے دور دراز میں وہ مبتلا کر دیتا ہے صہیب مقابلے پر آمادہ تھا، جولیانا اور مریم سوچ رہی تھیں،

"اگر یہ بچھڑ گیا

"اگر یہ آخری سہارا بھی چھن گیا ——————— ؟"

ان دونوں کی ذہنی کشمکش ان کے چہروں سے صاف نمایاں تھی وہ دم خم جو کل ان ماں بیٹی کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا، اس وقت فکر و تشویش کی صورت میں نمایاں تھا لیکن دربار کے لوگ، یہ امرا، یہ شرفاء، یہ حکام والا مقام، یہ وزیر مشیر، یہ پادری، یہ راہب یہ اسقف، یہ بطریق یہ سپہ سالار عسکر، یہ پولیس کمشنر، یہ فوج کے مختلف دستوں کے سپہ دار، اور کمانڈر صرف ایک ہی کام کر رہے تھے،

جھک جھک کر اٹھ اٹھ کر، مختلف زاویوں اور گوشوں سے جھانک جھانک کر صہیب کو دیکھ رہے تھے،

صہیب ——————— جو پہلے یہاں کا حکمران تھا، اب ایک باغی تھا!

جس نے صقلیہ کا امن و امان درہم برہم کر کے رکھ دیا!

جس نے صقلیہ کے نو آباد عیسائیوں کی جان و مال پر چھاپہ مارنے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر رکھا تھا،

یہ سادہ سا آدمی اپنے اندر کتنی عظیم قوت رکھتا تھا، یہی تو تھا جس نے یکہ و تنہا اتنی بڑی حکومت کو گھنی کا ناچ نچا دیا تھا!

دربار کی آرائش بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی،

مسلمان مٹ چکے تھے، محکوم اور مفتوح ہو چکے تھے، ذلت اور غلامی کی زندگی

بسر کر رہے تھے، ان کے آثار و نقوش بڑی بے دردی سے مٹائے جا رہے تھے،[1] ہر وہ چیز جس کا مسلمانوں سے ذرا بھی تعلق تھا مٹائی جا رہی تھی، جوشِ غضب میں ان علمبرداران مسیحیت کو یہ بات یاد نہیں رہی تھی کہ جو کچھ کر رہے ہیں، اس میں خود ان کا نقصان ہے جن چیزوں سے وہ نفرت کر رہے ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے سہارے بعد میں وہ آگے بڑھے، ترقی کی اور عروج حاصل کیا[2] اگر مسلمانوں کے قدم اس سرزمین پر نہ پہنچے

---

[1] مسٹر اسکاٹ صقلیہ کی اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار برباد کیئے جانے کے متعلق لکھتے ہیں:-

"دنیا بھر کی کسی قوم کے آثار ایسے کامل طور پر اور ایسے باقاعدہ طریقہ سے کہیں نہیں مٹائے گئے، جیسا کہ مسلمانانِ صقلیہ کے آثار برباد کیئے گئے، پوپ مسلمانوں کی ہر چیز کے جانی دشمن تھے اس لئے وہ عمارات بالکل پیوندِ زمین ہو گئیں، جن کا ذکر تاریخ کے صفحات میں موجود ہے"

(اخبار الاندلس جلد ۳ ص۶۰ بحوالہ تاریخ صقلیہ)

[2] موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

"عربوں کا اثر مغرب کی زمین پر بھی اتنا ہی ہوا، جتنا مشرق میں ہوا، اور ان ہی کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا، ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہ ہوا، مغرب میں علوم و ادب کا اثر بے انتہا ہوا، جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے، یورپ میں عربوں کے علوم جنگ صلیبی کے ذریعہ نہیں پھیلے، بلکہ اندلس اور جزیرہ صقلیہ اور اطالیہ کے ذریعہ سے موسیو لی برتی لکھتے ہیں کہ اگر عربوں کا نام تاریخ سے نکال دیا جاتا، تو یورپ کی نشاۃ ثانیہ کئی صدیوں تک پیچھے ہٹ جاتی"

(تمدنِ عرب ص۵۱۳)

ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر لکھتا ہے:-

"اسلام کے ان جنگی کارناموں پران واقعات کا اضافہ کرنا غیر ضروری ہے کہ کیونکہ بحر روم میں اپنے فتحمند بیڑوں کو لے جا کر انہوں نے اول کوبٹ (قبرس) کو فتح کیا، پھر سسلی کو مسخر کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۳ پر)

ہوتے تو یورپ آج بھی اتنا ہی پس ماندہ ہوتا جتنا آج سے ایک ہزار برس پہلے تھا وہ آج بھی جہالت، بربریت اور وحشت میں اپنی مثال آپ تھا،

یہ تمدنی ترقیاں، یہ علمی ترقیاں، یہ فروغ یہ عروج، یہ دور ارتقا صرف مسلمانوں کا رہین منت ہے، اور جب تک یہ دنیا قائم رہے گی، مسلمانوں کا یہ احسان بھی زندہ رہیگا!

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۴۷۲ } اور اس کے بعد روما کو ذلیل ورسوا کیا، البتہ اس امر کا تذکرہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی الطالیہ اور سسلی میں ان کے موجود ہونے کی وجہ سے یورپ کی عقلی و دماغی ترقی کو ایک بہت بڑی تحریک پہنچی ہے۔

(معرکہ مذہب و سائنس صہ ۱۴۱)

مسٹر اسکاٹ نارمنوں کے ذریعے یورپ میں اسلامی تہذیب و تمدن کے پھیلنے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"قوم عرب کی روایات نارمنوں کو میراث میں اور ان سے جرمنوں میں پہنچ کر اس قوم کو فائز المرام کر دیا، فریڈرک ثانی کے جوہر ذاتی کا اثر تمام ٹیوٹانک قوم پر پڑا، یہ امر فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ وہ مقام جہاں سب سے پہلے پوپ کے ظلم وستم اور بد وضعی پر بغاوت ہوئی، وہ سکسینی تھا، جدید سلطنت جرمنی کی یورپ میں جو عظمت ہے اور تہذیب میں اس نے جو ترقی کی ہے۔ اس کے لئے اس سلطنت کو قرون وسطیٰ کے اس سب سے بڑے بادشاہ کی ذہانت، قوت اور غیر معمولی عقل کا شکر گذار ہونا چاہیئے" اور موخر الذکر کو عربوں کا۔

(اخبار الاندلس جلد ۳ صہ ۲۹ بحوالہ تاریخ حنفیہ)۔

(۸)

اشتیاقِ دید

اس دربار کی سب سے زیادہ حیرت انگیز خوبی یہ تھی کہ ایوانِ شاہی کی دیواروں پر عربی زبان میں لکھے ہوئے نہایت دل آویز طغرے موجود تھے، دیواروں پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ موجود تھا، کہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی کہیں لا غالب الا اللہ،

ان نارمن حکمرانوں نے مسلمانوں سے بے شک ان کی حکومت چھین لی لیکن ان کی تہذیب و تمدن، ان کے علوم و فنون اور ان کے اختراعات و ایجادات سے منہ نہ موڑ سکے، ان کی لائی ہوئی برکتوں اور نعمتوں سے فائدہ اٹھانے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے رہے، ورنہ عیسائی دربار اور آیاتِ قرآنی؟[1]

---

[1] نارمن حکومت کا جو پہلا سکہ مضروب ہوا وہ بعینہٖ اسلامی سکہ کی نقل تھی، چنانچہ وہ نہ صرف عربی زبان و املا میں تھا، بلکہ راجر اول نے جسے عیسائیوں نے محافظ مذہب عیسائیت کا خطاب دیا تھا، اس سکہ میں کلمۂ توحید کے ساتھ کلمۂ رسالت بھی مسکوک کرایا، سکہ کی ایک جانب کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ محمد رسول اللہ کندہ کرایا، اس کے نیچے

(بقیہ حاشیہ ۴۷۵ صفحہ پر)

بے شک عیسائی آزاد تھے، نہ صرف آزاد تھے بلکہ حاکم اور فاتح بھی تھے، لیکن ذہنی طور پر اب بھی مسلمانوں کے غلام تھے۔[1]

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۴۷۴} سن ہجری اور پایہ تخت کا نام "بلرم" منقوش تھا،

راجر دوم نے سکہ سے اقرار نبوت کا کلمہ برطرف کردیا، لیکن کلمۂ توحید اس عہد میں بھی برقرار رہا، چنانچہ اسکے سکے کے تمام الفاظ حسب ذیل تھے،

المعتز باللہ الملک المعظم رجار الثانی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ سنۃ فلاں ہجری

پھر پاپائے روم سے "شاہ" کا خطاب ملنے پر اس نے کلمۂ توحید بھی مٹادیا، اور پہلا سکہ لاطینی رسم خط میں جاری کیا وہ یہ ہے:۔ I C X C NIKA

تاہم سنہ ہجری اس سکہ میں بھی قائم رہا،

ولیم اول نے پھر عربی لقب اور عربی رسم الخط اختیار کیا، اس کے سکہ پر ذیل کی عبارت تھی، المہارون بامر اللہ الملک المعظم۔

یہ سب سکے اٹلی اور بلرمو کے عجائب خانوں میں ابھی تک محفوظ ہیں۔

(مقالہ لی مور ہفتس در یادگاری مضامین ج ۱ ص ۲۰۳)

[1] موسیو لیبان لکھتے ہیں:۔

"خود عربی حروف اس درجہ خوبصورت ہیں کہ ازمنہ وسطیٰ اور نشاۃ ثانیہ کے بناؤں نے ان نمونوں کو جوان کے ہاتھوں لگے محض آرائش سمجھ کر نقل کردیا ہے، موسیو لانگ پیر برادر موسیو لادوابہ اور دوسرے مصنفین نے تو پیلان کے بڑے کلیسے کے بیت الخدمت میں ایک نکیلا محراب دار دروازہ دیکھا ہے جس کے گرد پتھر کی گرہتی اور اس پر ایک عربی لفظ متعدد بار لکھا ہوا تھا کلیسائے سینٹ پیٹر کے اس دروازہ پر جہاں پہ پوپ یوزینی چہارم کی مورت ہے، حضرت عیسے اکے سر کے گرد عربی حرفوں کا ہالہ ہے اور سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے کپڑوں پر بھی ایک

اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ عربوں سے انتہائی نفرت کرنے کے باوجود عربی زبان سے وہ اپنا دامن نہ چھڑا سکے۔ [1]

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۴۷۵ } ایک سطر عربی لکھی ہوئی ہے، افسوس ہے کہ اس مصنف نے ان کتبوں کا ترجمہ نہیں دیا، کیا عجب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے سر کے گرد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہو:۔

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"یہاں تک کہ گرجوں اور مقدس مکانوں کی آرائش قرآن مجید کی آیتیں لکھوا کر کراتے تھے حالانکہ قرآن مجید کی تعلیم پاپائے روما کے اصول دینیات اور مذہبی مجالس کے احکام کے بالکل برعکس تھی۔"

صقلیہ کے نارمنوں کے علاوہ یورپ کے دوسرے خطوں میں بھی اسلامی طرزِ تعمیر کو مقبولیت حاصل ہوئی اور اس نے صدہا برس گذرنے کے باوجود اپنی امتیازی شان قائم رکھی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا میں ہے:۔

"جب ہم نارمنوں کے انگلستان اور صقلیہ کی تعمیر کا ان بعض عمارتوں سے جواپولیا کے بعض حصوں میں بنائی گئی ہیں مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں ٹرانی بی ٹنٹو اور باری کی عمارتوں میں اطالوی اور نارمن عناصر ملے جلے معلوم ہوتے ہیں، ان شہروں کے بڑے گرجے صقلیہ کے گرجے سے مختلف ہیں ایک طرف تو ہمیں ان میں بعض ایسی چیزیں نظر آتی ہیں کہ گویا ہم اٹلی میں ہیں، دوسری طرف ہمیں ان میں اسلامی طرزِ تعمیر کی صاف جھلک دکھائی دیتی ہے"

{ (۱) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۹ صہ ۷۵۵ ۔ تمدنِ عرب صہ ۴۸۶
اخبار الاندلس، جلد ۳ صہ ۶۷ تاریخ صقلیہ جلد ۱ صہ ۱۵۴ ۔ ۱۵۵ }

[1] عربی زبان کے اثرات یورپ کی مختلف زبانوں تک پہنچے، اور اسکی مدد سے ان زبانوں کی تکوین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۷ پر)

اور ان کی یہ اثر پذیری ایک عرصہ دراز تک بلکہ جدید دور تک، بلکہ آج تک اپنے نمایاں آثار و علائم کے ساتھ موجود ہے ملے

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۴۷۶ } میں بڑی مدد ملی، چنانچہ آج بھی یورپ کی مختلف زبانوں میں عربی خیالات، طرزِ ادا، عربی قواعد، صرف و نحو کے علاوہ عربی الفاظ کا بڑا ذخیرہ یادگار کے طور پر باقی رہ گیا ہے، موسیو لیبان لکھتے ہیں :۔

"یورپ کی لاطینی اقوام کی البتہ ایک مثال ہے، جہاں عربی زبان ان کی قدیم السنۃ کی جگہ نہیں لے سکی، لیکن یہاں بھی اس نے اپنے تسلط کے بین آثار چھوڑے ہیں، فرانس میں بھی عربی زبان نے بڑا اثر چھوڑا۔ موسیو سدیو نہایت درست لکھتے ہیں کہ یہ امر نہایت قرین قیاس ہے، کہ عربوں ہی کی زبان سے جو آٹھویں صدی عیسوی سے بحر روم پر قابض تھے، فرانسیسی اور اطالی زبانوں میں اکثر وہ الفاظ اخذ کئے گئے جو جہاز رانی اور بحری انتظام سے متعلق ہیں، یہ بھی قرین قیاس ہے کہ جس وقت باقاعدہ اور مستقل فوجیں یورپ میں قائم ہونے لگیں تو افسروں کے نام اور لڑائی میں نعرے کے الفاظ بھی عربوں ہی سے لئے گئے اور انتظام مملکت کے متعلق اصطلاحیں بھی بغداد و قرطبہ سے اخذ کی گئیں، فرانس کے طبقہ ثالث کے سلاطین پوری طرح عربوں کے مقلد تھے، اور اسی وجہ سے شکار کے متعلق اکثر الفاظ عربی الاصل ہیں۔ ہمارا علم ہیئت ان اصطلاحوں سے معمور ہے۔ اکثر ستاروں کے نام بھی عربی ہیں اور ریاضی کی اصطلاحات، کیمیا کی اصطلاحات اور علم حیوانات اور علم طب کی بہت سی اصطلاحات اور ادویہ کے نام عربی سے اخذ کئے گئے ہیں" (تمدن عرب صفحہ ۴۰۳۔ ۴۰۴)

(تاریخ صقلیہ جلد ۲ صفحہ ۴۵۰)

ملے اسکاٹ کا بیان ہے :۔

"اس زبان نے یورپ کے محاورات بلکہ تمام ادب پر گہرا اور مستقل اثر ڈالا ہے۔ انگریزی زبان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۸ پر)

بادشاہ سلامت اب تک دربار میں تشریف فرما نہیں ہوئے تھے، حاضرین کو انکی آمد کا اتنا انتظار نہ تھا، جتنی صہیب کی جھلک دیکھ لینے کا، دربار کے آداب و رسوم کا جہاں تک تعلق ہے، کوئی شخص اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کرسکتا تھا، لیکن بادشاہ سلامت کی عدم موجودگی میں یہ آداب و رسوم بالائے طاق رکھ دیئے گئے تھے، ہر شخص صہیب کو ایک نظر دیکھ لینے کے لئے بیقرار تھا،

کچھ نگاہیں ایسی بھی تھیں، جو صہیب سے گذرتی ہوئی جولیانا پر اور وہاں سے جاکر مریم پر ٹھہر جاتی تھیں۔

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۴۷۷ کے سبب سے زیادہ روزمرہ کے محاورات بغیر تبدیلی کے اسی زبان سے لئے ہوئے اب تک ہماری زبان میں موجود ہیں فرنچ زبان کے اکثر الفاظ و محاورات زبان عربی سے ماخوذ ہیں، اسپینی زبان کو بگڑی ہوئی عربی کہا جاتا ہے۔ زبان ایطالیہ پر جزائر صقلیہ کے مسلمانوں نے ڈالا ہے، وہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے قصص و حکایات بیشتر عربی یا عبرانی میں لکھے جاتے تھے۔"

(اخبار الاندلس، جلد ۳ صفحہ ۱۰۴ - ۴۹۰)

(تاریخ صقلیہ جلد ۲ صفحہ ۴۵۳)

(۹)

قیدی کی للکارا

مجرم کٹہرے میں کھڑے تھے، حاضرینِ درباران کی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے بیتاب تھے، وزیراعظم کی نگاہ بار بار صدر دروازے کی طرف اُٹھتی تھی اور مایوس واپس آتی تھی، وہ حیران تھے کہ اب تک بادشاہ سلامت کیوں نہیں برآمد ہوتے؟

تھوڑی دیر کے بعد نقیب اور چاؤش ہٹو بچو کی صدا لگانے والے نمایاں ہوئے، حاضرین ادب کے ساتھ سر جھکا کر کھڑے ہو گئے، بادشاہ سلامت تشریف لا رہے ہے، وہ تشریف لے آئے،!

تخت شاہی پر جلوس فرمانے کے بعد انہوں نے وزیراعظم کی طرف دیکھا اس نے پائے ادب کو بوسہ دیا اور دست بستہ عرض کیا،

"ملزم حاضر ہیں ان کی قسمت کا فیصلہ صادر فرمایا جائے،!"

بادشاہ نے ایک نظر ان مجرموں پر ڈالی، پھر صہیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، کیا یہی وہ شخص نہیں ہے، جو ہمارے جشن سالگرہ پر قصر شاہی میں چند دیوانوں کے ساتھ گھس آیا تھا؟"

وزیرِ اعظم نے دست بستہ عرض کیا،

"یہی ہے سرکارِ ابد قرار!"

بادشاہ نے صہیب کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا، پھر وزیرِ اعظم سے سوال کیا،

"اس کا نام؟"

وزیرِ اعظم نے عرض کیا،

"اس کا نام صہیب ہے خداوندِ عالی مرتبت!"

بادشاہ سلامت کی بھویں تن گئیں، اس نے وزیرِ اعظم کے الفاظ دوہرائے،

"اس کا نام صہیب ہے!"

پھر انہوں نے کڑک کر فرمایا:-

"یہی ہے وہ شخص جس نے صقلیہ کا امن و امان تاراج کر دیا ہے؛ جس کی گردن پر نہ جانے کتنے بے گناہوں کا خون ہے؛ جس نے قتل و غارت اور لوٹ مار کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے؛ جو ڈاکوؤں اور لٹیروں کا سردار ہے"

قبل اس کے کہ وزیرِ اعظم جواب دے صہیب نے بادشاہ سے زیادہ گرجدار آواز میں اسے مخاطب کیا،

"وہ میں نہیں ——————"

بادشاہ سلامت جلال میں تھے، انہوں نے جملہ پورا نہ ہونے دیا اور سوال کیا،

"تم نہیں تو پھر کون ہے؟"

صہیب نے جواب دیا،

"تم ——————"

اس جواب سے سارے دربار پر سناٹا چھا گیا، وزیرِ اعظم کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں، حاضرین باتمکین سن سے ہو گئے، خود بادشاہ والا جاہ کا یہ عالم تھا کہ بید لرزاں

کی طرح کانپنے لگے، !

سب جانتے تھے کہ صہیب ایک من چلا شخص ہے، وہ کسی سے نہیں ڈرتا، وہ نڈر ہے دلیر ہے، جیالا ہے ——— لیکن اتنا دلیر اتنا نڈر، اتنا جیالا کہ موت کے کٹہرے میں کھڑا ہو کر، سولی کے سائے میں، تلوار کی چھاؤں میں، دشمنوں کے نرغہ میں فوج کی موجودگی میں احکام و عمائد کے سامنے اور وزیر اعظم کے روبرو بادشاہ سلامت سے اس گستاخی سے مخاطب ہو سکتا ہے، یہ تو کسی نے بھی نہیں سوچا تھا!

حاضرین کے چہروں پر مُردنی چھائی ہوئی تھی، گویا یہ گستاخی صہیب سے نہیں خود اُن سے سرزد ہوئی ہے، گویا اس جرم کی پاداش میں صہیب کو نہیں خود انہیں موت کی سزا ملے گی!

بادشاہ سلامت ابھی تک پیچ و تاب کھا رہے تھے، ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کہ اس گستاخ اور دریدہ دہن مجرم کو کیا سزا دیں کہ یکایک صہیب کی آواز ایوان کے سناٹے میں پھر گونجی، اس نے کہا،

"اس ملک کی عنانِ حکومت مسلمانوں سے لیتے وقت تم نے ایک معاہدہ کیا تھا، میں پوچھتا ہوں وہ معاہدہ کہاں ہے؟

تم نے یقین دلایا تھا کہ مسلمانوں کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا، تم نے یقین دلایا تھا، کہ اُن کی جان و مال کی نگہبانی کرو گے ....

.... تم نے یقین دلایا تھا کہ ان کے قاضی ان کے ذاتی امور کا فیصلہ کرینگے، لیکن کیا تم نے اپنی یقین دہانی پر عمل کیا؟

تم نے چن چن کر مسلمانوں کو قتل کیا، بوڑھے، بچے، بیمار، تندرست نوجوان کسی کی تفریق روا نہیں رکھی،

تم نے مسلمانوں کی جاگیریں چھین لیں، دولت لوٹ لی، مکانات خالی کرا لئے، کارخانے چھین لئے،

معاہدہ کے بالکل برخلاف تم نے مسلمانوں کو مذہب بدلنے پر، عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا، جو خود دار تھے انہوں نے اس ظلم کا مقابلہ کیا، جو بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے، جو خودداری سے محروم تھے اور وسائل و ذرائع سے بھی وہ عیسائی ہو گئے،

تم نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو بازار میں بیچا، محل میں رکھا، بے آبرو کیا، اُن کی عزت لوٹی، انہیں کہیں کا نہ رکھا،

تم ہی ہو جس نے مسلمانوں کی بنائی ہوئی شاندار عمارتیں زمین کے برابر کر دیں،

تم ہی ہو جس نے مسجدیں مسمار کر دیں یا اُن میں تالا لگا دیا،

تم ہی ہو جس نے خانقاہوں کو ویران کر دیا،

تم ہی ہو جس نے قبرستانوں پر رحم نہ کیا، وہاں ہل چلوا دیئے، ——————

اور پھر مجھ سے کہتے ہو کہ میں لٹیرا ہوں؟ مجھ سے کہتے ہو کہ میں نے قتل و غارت کو شیوہ بنا لیا ہے؟ مجھ سے کہتے ہو کہ غدار اور باغی ہوں؟

یہ کہتے ہوئے تمہاری زبان لڑکھڑاتی کیوں نہیں؟ تمہارا سر شرم اور ندامت سے جھک کیوں نہیں جاتا؟ —————— تم نے لوٹی کشتِ دہقاں، تم نے لوٹے تخت و تاج —————— سب سے بڑے لٹیرے تم ہو، میں تمہارا دشمن ہوں، تم انسانیت کے دشمن ہو، میں اگر اس قابل ہوں کہ قتل کر دیا جاؤں تو تم اس قابل ہو کہ تمہیں زمین میں میخ کی طرح گاڑ دیا جائے اور شکاری کتے چھوڑ دیئے جائیں کہ وہ تمہاری بوٹی بوٹی نوچ لیں —————— لیکن نہیں میں نے غلطی کی، مجھ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے، میں نے کتوں کی توہین کی ہے، وہ ہرگز تمہاری بوٹیاں نوچ کر اپنے آپ کو ذلیل نہیں کریں گے،

صہیب کی تقریر جاری تھی اور سارے ایوان پر سکوتِ مرگ آسا طاری تھا، مقدس پوپ کی تقریر بھی اس طرح گوش ہوش سے ان لوگوں نے کبھی نہ سنی ہوگی، جس طرح آج وہ

صہیب کی تقریر سن رہے تھے ———— اور ان سامعین میں خود بادشاہ ناالاجاہ بھی تھے!

صہیب نے اس خاموشی سے فائدہ اٹھایا اور تقریر کا سلسلہ جاری رکھا، اس نے کہا اس سرزمین پر ایک عرصہ دراز تک ہم نے بھی حکومت کی تھی، لیکن ہمارے عدل وانصاف کی گواہی تمہارے عالی شان گرجاؤں اور کلیساؤں کے بلند و بالا مینار دے رہے ہیں۔ ہم چاہتے تو انہیں ڈھا سکتے تھے، لیکن ہم نے ان کی طرف بے ادبی سے کبھی دیکھا بھی نہیں،

آج اس شہر بلرم میں صرف بلرم میں نہیں سارے صقلیہ میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنے اسلام کا اعلان کر کے زندہ رہ سکے، عزت اور آبرو کی زندگی بسر کر سکے، حالانکہ تمہیں حکومت کرتے ہوئے ابھی بہت تھوڑی مدت ہوئی ہے، ہم نے یہاں کئی سو برس حکومت کی، مگر کسی عیسائی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی، وہ چین اور عافیت کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ہم نے انہیں عزت دی، دولت دی، عہدے دیئے، اور تم نے مسلمانوں کو کیا دیا؟ ———— موت!

آج سارے صقلیہ میں پادریوں کی اسقفوں کی بطریقوں کی راہبوں کی راہبنوں کی فوج نظر آرہی ہے، کیا تمہیں ان کی ہڈیوں کے سوا کچھ اور مل سکتا تھا، اگر ہم بھی تم جیسے ہوتے ————؟

ہم نے ان عیسائیوں کو معاف کیا جو غدار تھے، باغی تھے، فتنہ جو تھے، شورش پسند تھے، سازشی تھے، تمہارے جاسوس تھے، خط لکھ لکھ کر تمہیں حملہ کی دعوت دیا کرتے تھے، اور تم ان مسلمانوں کو بھی نہ معاف کر سکے جنہوں نے تمہاری حکومت قبول کرنے کے بعد کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی، جو اصول شرافت اور آئین وفاداری کے خلاف ہوتی۔

ہم نے کسی عیسائی کو تبدیل مذہب پر مجبور نہیں کیا، تم نے اپنے تعصب کی آگ میں ایک پوری قوم کو جلا کر خاک کر دیا،

ہم نے صقلیہ کے کسی غیر مسلم مرد کو غلام اور عورت کو لونڈی نہیں بنایا ——— لیکن تم بھی یہ کہہ سکتے ہو، صقلیہ کے گھروں کی خانہ تلاشی کی ضرورت نہیں، خود تمہارے محل میں آج کتنے مسلمان ہیں، جو غلام کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں، کتنی عصمت مآب اور پیکر عفت دوشیزائیں ہیں، جو تمہارے شبستان عشرت میں آنے کے بعد باندی بنا دی گئیں، حالانکہ اس سے پہلے وہ شریف اور معزز خاندانوں کی ناک تھیں، ؛

بے شک ہم مسلمان تھے، ہماری حکومت اسلامی تھی، لیکن ہم انسان بھی تھے، اور ہماری اسلامی حکومت اقدار انسانی کی محافظ بھی تھی، لیکن تم تخت حکومت پر بیٹھ کر انسان نہ رہے، بھیڑیئے بن گئے، درندے بن گئے، تم نے انسانوں کو نوچا، ان کا خون پیا ان کے دل و جگر چبا ڈالے ——— کیا ایسی ننگ انسانیت حرکتیں کسی انسان سے سرزد ہو سکتی ہیں ؛

ہم جب یہاں آئے تھے، تو یہ گلزار جہاں آج تم بیٹھے ہو، ویرانہ تھا، ہم نے یہاں پھول کھلائے، ہم نے یہاں کھیت اگائے، ہم نے یہاں باغات کی بنا ڈالی، ہم نے یہاں شاندار عمارتیں بنائیں، ہم نے یہاں کے جہالت کدے میں علم کی شمع روشن کی، ہم نے یہاں صنعت و حرفت کو فروغ دیا، ہم نے یہاں علم و فن کو ترقی دی، کنوئیں کھدوائے، تالاب بنائے، نہروں کی تعمیر کی، اور اس ویرانے کو رشک گلستان بنا دیا، مگر تم نے کیا کیا ؟

کیا تم ہی وہ نہیں ہو جس نے انسانیت کا جامہ اتار کے ہمارے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا، تم نے پھولوں کو پاؤں تلے روند ڈالا، تم نے کھیت جلا دیئے، تم نے

باغات اجاڑ دیئے، تم نے عمارتیں ڈھا دیں، تم نے کتابیں پھاڑ ڈالیں، اور نذرِ آتش کر دیں تم نے ذہنی، دماغی اور علمی ترقی کے دروازوں پر موٹے موٹے تالے ڈال دیئے، اور پھر سے عہدِ جہالت کو واپس لے آئے، تم نے صنعت و حرفت کا جنازہ نکال دیا۔

تم نے کنوئیں پاٹ دیئے، تالاب خالی کر دیئے، نہروں کو سوکھ جانے دیا، اور اس سرزمین کو جسے ہم نے رشکِ گلستانِ ارم بنا دیا تھا، پھر سے ویرانہ بنا دیا، تم خوش ہو کہ تم نے اس طرح بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، لیکن دوسروں کو چھوڑو، خود تمہاری آنے والی نسلیں تم پر لعنت کریں گی اور مجبور ہوں گی کہ ہمارا ذکر احترام سے کریں، ہمارے احسانوں کا شکر و سپاس کے ساتھ ذکر کریں، ہمارے کارناموں کا اعتراف کریں۔

بے شک آج اقتدار تمہارے ہاتھ میں ہے، تم جو چاہو کر سکتے ہو، تم ہر معاہدے کو تلوار کی نوک سے چاک کر سکتے ہو، تم ہر اس شخص کی گردن قلم کر سکتے ہو، جسے ناپسند کرو، تم آبادیوں کو بن بنا سکتے ہو، شہروں کو ویران کر سکتے ہو، یہ سب کچھ کر سکتے ہو، لیکن ایک دن آئیگا کہ ان حرکتوں پر تم خود شرماؤ گے،

آج یہاں کے عیسائی خوش ہیں کہ مسلمان گئے، اور اب وہ آزاد ہیں، خود مختار ہیں اپنی قسمت کے مالک ہیں، لیکن وہ وقت دور نہیں جب یہ سر پر ہاتھ رکھ کر روئیں گے مسلمانوں کو یاد کرینگے، ان کے عدل و انصاف کو یاد کرینگے، ان کی رواداری اور شرافت کو یاد کرینگے، اس لئے کہ گو تم عیسائی ہو، لیکن انہیں وہ نہیں دے سکتے، جو ہم نے انہیں دیا تھا، انہیں اس طرح نہیں رکھ سکتے، جس طرح ہم نے انہیں رکھا تھا، اس لئے کہ ہم خدا سے ڈرتے تھے، اور تم حرص، طمع اور نفسانیت کے بندے ہو!

آج تم ہمیں بُرا کہہ لو، گالیاں دے لو، قتل کر لو، لوٹ لو، لیکن عیسائی ماؤں کے پیٹ اور عیسائی باپوں کے صلب سے پیدا ہونے والی خالص عیسائی نسلیں، تمہاری ان سفاکیوں اور درندگیوں پر شرمائیں گی، انہیں حسرت ہوگی کہ کاش تم نے انہیں

جنم نہ دیا ہوتا، اس لئے کہ ان میں تعصب سے ہٹ کر سوچنے کی صلاحیت ہوگی، اور تم اس نعمت سے محروم ہو!

میں ایک قیدی کی حیثیت سے ایک بے بس قیدی کی حیثیت سے تمہارے سامنے موجود ہوں، جلاد کو حکم دو کہ میری گردن اڑا دے، اٹھو، تلوار میان سے نکالو، اور میرا ایک ایک عضو بدن کاٹ ڈالو، میری زبان کتر لو، لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے، اور سچائی کی آواز ہمیشہ بلند ہوتی رہتی ہے، میرے مرنے میرے قتل ہونے، میرے فنا ہونے کے بعد بھی یہ آواز فضا میں گونجتی رہے گی، یہ آواز تمہارے شبستانِ عیش میں اس ایوانِ زریں کے در و دیوار سے ٹکراتی رہے گی،

تم نے جو الزامات مجھ پر لگائے ہیں، میں ان سب کا اعتراف کرتا ہوں، انہیں تسلیم کرتا ہوں، بلکہ اپنی طرف سے اتنا اور اضافہ کرتا ہوں کہ اگر اس وقت بھی ذرا دیر کے لئے تلوار میرے ہاتھ میں آجائے تو تمہاری آنکھوں کے سامنے وہ سب کچھ کر گزروں جسے تم نے میرا جرم سمجھ کر بیان کیا ہے، میں تمہارے اس بزدل سپہ سالار عساکر کو تمہارے اس ننگِ وطن وزیر اعظم کو، اور خود تمہیں کہ تم ننگِ آدم، ننگِ دین، ننگِ وطن سب کچھ ہو آن کی آن میں قتل کر دوں،

میں ظلم کے استیصال کے لئے اٹھا تھا،

میں ظالموں کی سرکوبی کے لئے میدان میں آیا تھا، میں نے کوئی جرم نہیں کیا، میں نے انسانیت کی بہت بڑی خدمت کی ہے، اور اس کارنامے پر مجھے فخر ہے، کاش قسمت میرا ساتھ دیتی، کاش کچھ مہلت مجھے اور ملی ہوتی، پھر میں تمہیں بتاتا کہ ظالموں، عہد شکنوں اور جھوٹوں کا کیا حشر ہوتا ہے، میں نہ بتاتا، میری تلوار بتاتی ——— میری تلوار کاش وہ میرے پاس ہوتی،

(۱۰)

تڑپتی ہوئی لاشیں

بادشاہ سلامت جس تخت پر رونق افروز تھے، اس کے پیچھے زربفت کا ایک خوبصورت اور زرکار و زرنگار پردہ لٹک رہا تھا، عام طور پر بادشاہ سلامت دربار برخاست کرنے کے بعد اس پردے کے پیچھے سے اپنے ایوانِ خاص میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور پھر وہاں وزیر اعظم یا دوسرے عمائد سلطنت سے بعض خاص امور پر صلاح و مشورہ کرتے تھے، اور پھر وہیں سے قصر شاہی میں تشریف لے جاتے تھے،

صہیب جیسے ہی تقریر کرتے کرتے رُکا، اس پردے میں جنبش ہوئی، اور پھر دفعتہً جیحون کے سابق لاٹ پادری صاحب جنہیں صہیب نے جلاوطن کر دیا تھا برآمد ہوئے، غصّہ سے ان کا رُخِ انور تمتمایا ہوا تھا، نتھنے پھڑک رہے تھے، کان کی لوئیں تک سُرخ ہو رہی تھیں،

لاٹ پادری صاحب کل رات ہی کو اپنے مستقر دسے بلرم تشریف لائے تھے تشریف آوری کا مقصد یہ تھا کہ بلرم کے جو معزز مسلمان عیسائی بن چکے تھے انہیں بپتسمہ دیں، اور ہر شہر میں عام منادی کر دی جائے کہ جسے عیسائی ہونا ہے، وہ ایک ہفتہ کے

اندر اپنا مذہب تبدیل کرلے، ورنہ پھر اس دنیا میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوگی،

لاٹ پادری صاحب کو تشریف لاتے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ صہیب اپنی پارٹی کے ساتھ گرفتار ہوگیا ہے، انہوں نے نہایت اصرار اور شدت کے ساتھ بادشاہ سلامت اور وزیر اعظم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس دشمن مسیحیت کو ایک پل کے لئے بھی زندہ نہ رکھا جائے، فوراً قتل کردیا جائے، صہیب نے بہت دن ہوتے انہیں معاف کردیا تھا۔ لیکن وہ اب تک صہیب کو نہ فراموش کرسکے تھے، نہ معاف کرسکے تھے، لیکن اسکے سامنے آنے کی مجرم ضمیر نے اجازت نہیں دی، وہ پس پردہ آکر بیٹھ رہے کہ اس موذی کو قتل ہونے کے بعد اچھی طرح دیکھیں گے، لیکن اس موذی نے تقریر شروع کردی، اور وہ بھی ایسی دلچسپ کہ وزیر اعظم اور عمائد سلطنت سے لے کر بادشاہ سلامت تک سب گوش بر ہوش سے اُسے سننے میں مصروف ہوگئے، حتی الامکان انہوں نے ضبط سے کام لیا، لیکن جب صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو بے تاب ہوکر پردہ اُٹھایا اور نمودار ہوگئے،

لاٹ پادری صاحب اب تک مقدس پوپ کے نائب تھے، اور تمام عیسائیوں کے واجب التعظیم پیشوا، وہ جب نمودار ہوتے تو کوئی بھی بیٹھا نہ رہ سکا، سب ہی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے، حتی کہ بادشاہ تک کو سروقد کھڑا ہوجانا پڑا،

لیکن لاٹ پادری صاحب اتنے برہم تھے کہ نہ انہوں نے بادشاہ کی پروا کی نہ وزیر اعظم کی نہ دوسرے حضار مجلس کی، انہوں نے ان آنکھوں سے جن سے خون ٹپک رہا تھا، ایک نظر صہیب پر ڈالی اور پھر حاضرین پر طنز کے تیر پھینکتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

بے شک تم سب کا ایمان کمزور ہوگیا ہے، ورنہ کیونکر ممکن تھا کہ یہ کافر ایسی دل آزار گستاخانہ اور اشتعال انگیز باتیں کرتا، اور تم خاموشی کے ساتھ سنتے رہتے، میں نہیں سمجھتا تمہارے ایمان کی یہ کمزوری کیا رنگ لائے گی، اور جب مقدس پوپ کو

تمہاری اس دوں ہمتی کا علم ہوگا تو وہ کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے!"

مقدس پوپ کی آڑ میں یہ دھمکی سنکر اور لوگوں پر جو کچھ گذری وہ تو گزری ہی، لیکن بادشاہ سلامت کو اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا، اس لئے کہ مقدس پوپ کے نام پر ابھی اور یہیں لاٹ پادری صاحب سب کچھ کر سکتے تھے، وہ بادشاہ سلامت کو معزول کر سکتے تھے، ان کے قتل کا فتویٰ صادر کر سکتے تھے، ان کی گرفتاری کا پروانہ جاری کر سکتے تھے، اور بادشاہ سلامت صہیب سے زیادہ بے لبسی اور بے کسی کے عالم میں ان کی صادر کی ہوئی ہر سزا کو بھگتنے اور برداشت کرنے پر مجبور تھے،

بادشاہ سلامت نے لرزتی اور کانپتی ہوئی آواز میں لاٹ پادری سے عرض کیا،

"یہ بندہ کافر ابھی آپ کے سامنے قتل ہوگا"

پھر فوراً ہی وزیر اعظم صاحب سے ارشاد فرمایا:-

"جلاد طلب کیا جائے!"

لیکن قبل اسکے کہ وزیر اعظم صاحب تعمیل ارشاد میں اپنی جگہ سے جنبش کریں، لاٹ پادری صاحب نے وہ تلوار جو بادشاہ کے سامنے رکھی تھی، اٹھالی اور نہایت جوش کے عالم میں کہا،

"کوئی ضرورت نہیں ہے جلاد کی!!"

بادشاہ سلامت دہشت اور حیرت کے عالم میں لاٹ پادری کی طرف دیکھنے لگے، ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس ارشادِ عالی کا مطلب کیا ہے؟ لاٹ پادری صاحب نے اپنے ارشاد عالی کا مطلب سمجھاتے ہوئے کہا،

"اس بندۂ خاطی کو ہم خود سزا دینگے، ہم قتل کرینگے اسے اپنے ہاتھ سے صرف اسی طرح تم لوگوں کے اس گناہ کی تلافی ہوسکتی ہے!"

"کس میں ہمت تھی کہ وہ لاٹ پادری کو اس کارِ خیر کے انجام دینے سے باز

رکھا، انہوں نے تلوار میان سے نکالی اور اسے چمکاتے ہوئے قیدیوں کے کٹہرے کی طرف بڑھے، اور صہیب کے بالکل قریب آکر دریافت فرمایا۔

"تو ہے صہیب؟"

صہیب نے مسکراتے ہوئے کہا،

"میرے دوست میں ہوں صہیب، کیا تم مجھے بھول گئے، جونی کے کلیسائے اعظم کے ایوانِ کبیر میں ہماری ملاقات ہو چکی ہے!" ——— اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ تمہارے انسانیت سوز جرائم کو میں نے محض اس لئے معاف کر دیا تھا کہ کسی مذہبی پیشوا کو سزا دینا میں اچھا نہیں سمجھتا تھا، بے شک وہ میری غلطی تھی اور تمہیں حق ہے کہ میری اس غلطی کی پاداش میں مجھے قتل کر دو!"

صہیب کی یہ باتیں سنکر لاٹ پادری صاحب پسینہ پسینہ ہو گئے، ان کی سفید پیشانی پر عرقِ ندامت کے قطرے موتی کی طرح چمکنے لگے، لیکن آدمی باہمت تھے، جلد ہی اس کمزوری پر غالب آگئے، انہوں نے تلوار کو ہوا میں لہراتے ہوئے کہا،

"میں تجھے قتل کروں گا!"

صہیب نے ایک خندۂ حقارت کے ساتھ کہا،

"ضرور قتل کرو، تمہارے ہاتھ سے قتل ہونے میں مجھے لطف آئے گا ——— لیکن تمہارے ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں، تمہارے قدم کیوں ڈگمگا رہے ہیں، تمہاری پیشانی عرق آلود کیوں ہے؟ تمہارا رنگ رخ اڑا اڑا کیوں ہے؟ بہرحال انسان ہو، بہرحال سینہ رکھتے ہو، اس سینہ میں ایک دھڑکتا ہوا دل بھی ہے، اور یہ دل ضمیر کی کھٹک بھی محسوس کرتا ہے، لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، دنیا میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، اور بدقسمتی سے تمہاری طرح کے لوگ زیادہ ہوتے ہیں، وقت نہ ضائع کرو، آؤ قریب آؤ، اور قریب، ہاں، اب میری گردن اڑا دو!"

اب تک کسی نے یہ نہیں محسوس کیا تھا کہ لاٹ پادری صاحب کے ہاتھ کانپ رہے ہیں، ان کے پاؤں ڈگمگا رہے ہیں، ان کی پیشانی عرق آلود ہے، ان کا رنگ رُخ اڑا ہوا ہے، لیکن اب جو لوگوں نے غور کیا تو واقعی لاٹ پادری صاحب تھر تھر کانپ رہے تھے، ان کا سارا بدن لرز رہا تھا، !

کیوں ؟ ——————— لاٹ پادری صاحب کا حوصلہ کیوں جواب دے گیا ؛ ان کی یہ حالت کیوں ہو گئی ——————— ؟"

ہر شخص کے دل میں یہ سوال کھٹک رہا تھا، لیکن لاٹ پادری صاحب اور صہیب کے درمیان آج سے کئی سال پہلے، جبونز کے کلیسائے اعظم کے ایوانِ کبیر میں کیا گذری تھی، اسے یہاں کے لوگ کیا جانیں ؛

بہر حال لاٹ پادری صاحب نے ہمت کی، تلوار سونتی اور ایک ہی وار میں صہیب کی گردن قلم کر دینے کے لئے دست و بازو کی پوری کوشش صرف کر کے اُسے استعمال کیا،

"لیکن ارے یہ کیا ہوا ؛"

"یہ کس کی گردن فرش پر لڑھک رہی ہے" ؛

یہ تلوار صہیب کے ہاتھ میں کس طرح آ گئی، ؟ اس نے لاٹ پادری صاحب کی گردن کیونکر قطع کر دی ؛

یہ چشم زدن میں کیا ہو گیا ——————— ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا ؛ اتنا بڑا انقلاب ؛

لاٹ پادری صاحب کا خون بالا بالا نہیں جا سکتا تھا،

ذرا دیر تو سب پر سکتہ کی سی کیفیت طاری رہی، اس کے بعد وزیر اعظم ایماز نیل اور اکثر حاضرین کی تلواریں چمکیں اور سب صہیب پر اور اس کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے،

لاٹ پادری صاحب اب تنہا نہ تھے ان کے پہلو میں صہیب کی اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں بھی پڑی تھیں،

لیکن ان لاشوں کے ساتھ اور بھی بہت سی لاشیں تھیں ——— گو ان کی رگوں میں خون گردش کر رہا تھا، گو ان کی نبض چل رہی تھی، گو ان کا دل دھڑک رہا تھا، گو ان کا شمار زندوں میں تھا، لیکن ان کے چہروں پر مردنی چھائی ہوئی تھی ———

یہ حاضرین دربار زندہ تھے، لیکن مردوں سے بدتر!

---

(۱۱)

فیصلہ

قصرِ شاہی کے دربار میں جو حادثہ رونما ہوا، وہ اتنی سرعت کے ساتھ اور اتنا خلافِ توقع کہ جو تھا ششدر اور حیران رہ گیا صہیب اور اسکے ساتھی قتل ہو چکے تھے، لیکن ان کی دہشت اب تک قائم تھی قاتلوں کی تلواروں سے ان بے گناہوں کا خون ٹپک رہا تھا لیکن یہ اب تک سہمے ہوئے تھے،

بادشاہ سلامت وزیرِ اعظم سپہ سالار عساکر ایمانوئیل اور دوسرے عمائد سلطنت کی راہ سے ایک بہت بڑا کانٹا ہٹ گیا تھا صقلیہ میں اب کوئی دشمن باقی نہیں رہ گیا تھا، کوئی ایسی شخصیت باقی نہیں رہ گئی تھی جو ٹکر لے سکے، پھر بھی ان فاتحوں کے دل دھڑک رہے تھے، ان قاتلوں کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، ایک نامعلوم سی دہشت مسلط تھی ان سب پر،

ہیولیانا اور مریم اس منظر کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو چکی تھیں، لیکن دوسرے حاضرینِ دربار بھی کب ہوش مند تھے؛ یہ بھی مدہوش اور حواس باختہ نظر آ رہے تھے،

لاٹ پادری کا قتل ایوانِ شاہی میں ـــــــ یہ ایک

بہت بڑا گناہ بھی تھا، بہت بڑا حادثہ بھی اور ناقابلِ برداشت سانحہ بھی!

اپنے قتل کی ذمہ داری خود انہی کے حد سے بڑھے ہوئے جوش و خروش پر تھی اگر وہ اپنے دستِ نازک کو جنبش نہ دیتے تو اُن کی جان سلامت رہتی، صہیب تنہا تھا وہ کٹہرے سے چھلانگ لگا کر بادشاہ کے پاس سے گذرتا ہوا پس پردہ جاکر انہیں قتل نہیں کرسکتا تھا، اُسے معلوم بھی کب تھا کہ یہاں وہ مقدس ہستی رونق افروز ہے لیکن موت آچکی تھی، لاٹ پادری کو پردہ سے باہر اُنکی موت گھسیٹ کر لائی تھی، اب اُنکی گردن کہیں تھی دھڑ کہیں، بے بسی اور بے کسی کا پیکر بنے ہوئے فرشِ خاک پر ڈھیر تھے ۔۔۔ کن امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ وہ بزم تشریف لائے تھے، لیکن ایک امید بھی پوری نہ ہوسکی، ایک آرزو بھی بر نہ آئی، ایک حسرت بھی تکمیل تک نہ پہنچی،

بڑی دیر کے بعد بادشاہ سلامت کے اوسان بجا ہوئے، لیکن دل اب تک دھڑک رہا تھا، زبان اب تک قابو میں نہ تھی، بدن اب تک لرز رہا تھا، انہوں نے نہایت اضطراب کے عالم میں وزیرِ اعظم سے پوچھا،

"یہ کیا ہوگیا؟"

جو کچھ ہوا تھا وہ سامنے تھا، بیچارہ وزیرِ اعظم کیا جواب دیتا، لب ہلے لیکن زبان نے ساتھ نہ دیا،

بادشاہ سلامت نے پہلے سے زیادہ اضطراب کے ساتھ سوال کیا،

"اب کیا ہوگا؟"

یہ سوال پہلے سے زیادہ ٹیڑھا تھا، اس کا جواب دینا تو اور مشکل تھا، بہت مشکل تھا، بلکہ ناممکن تھا، زبان نے اس مرتبہ بھی ساتھ نہیں دیا، خاموش بہ صورت تصویر کھڑے رہے، بادشاہ نے وزیرِ اعظم سے اس مرتبہ کچھ کہا نہیں لیکن اسے خوفناک نگاہوں سے گھورنے لگے گویا زبانِ بے زبان سے وہ ارشاد فرما رہے تھے،

"ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے ؛ ———— کیا تمہاری بھی شامت آئی ہے ؛"

وزیر اعظم صاحب کی فراست نے اپنے سر پر خطرہ منڈلاتے دیکھ لیا حواس بجا کئے اور فرمایا :-

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہو گیا ؛ کچھ سمجھ میں نہیں آتا اب کیا ہوگا ؛"

پھر خود ہی سوچا اس جواب سے تو خاموش رہنا بہتر تھا ، یہ تو بڑا خطرناک جواب ہے ، ایک مرتبہ پھر اپنے حواس انھوں نے مجتمع کئے اور فرمایا :-

"عالیجاہ جو کچھ ہوا بہت ہی لرزہ خیز اور تکلیف دہ ہے لیکن ————"

بادشاہ سلامت نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے پوچھا ،

"لیکن ؛ ———— کیا مطلب ہے تمہارا ؛"

وزیر اعظم نے جس کے حواس اب بجا ہو چکے تھے ، کہا

"لیکن جو کچھ ہوا اس میں خداوند مسیح کی کوئی مصلحت ضرور تھی ، ورنہ لاٹ پادری صاحب کا پردہ کے پیچھے سے برآمد ہونا اور صہیب کے پاس تلوار لے کر پہنچنا ، اُسے قتل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے خود قتل ہو جانا ، انسانی سمجھ سے ماوراء چیز ہے یہ ایسا بھید ہے جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا ، !"

اب بادشاہ سلامت کی عقل بھی کام کرنے لگی تھی ،

"لیکن سوال یہ ہے کہ مقدس پوپ سے کیا کہا جائے گا ؛"

وزیر اعظم نے تھوڑے سے تامل کے بعد کہا

"یہ ہی جو امر واقعہ ہے لاٹ پادری کے کسی فعل پر ہم جیسے گنہگار نکتہ چینی تو نہیں کر سکتے ، لیکن شاید مرتبہ شہادت بارگاہِ خداوندی سے ان کے لئے مقسوم ہو چکا تھا ، ورنہ اتنے خطرناک شخص پر ان کا حملہ آور ہونا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا ، !"

بادشاہ کا دل ان باتوں سے ٹھہر گیا،

"سچ کہتے ہو، واقعی خداوند نے ازراہِ خوشنودی ان کے لئے شہادت مقدر کر دی تھی۔"

وزیر اعظم نے سر ہلا کر کہا،

"جی بے شک، اس دنیائے دنی سے ان کا جی اُکتا گیا تھا، وہ مقدس شخص تھے، اولیا کی صحبت میں پہنچنے کے لئے بیقرار تھے، دیدار خداوندی کے لئے تڑپ رہے تھے، آخر فرشتے ہاتھوں ہاتھ انہیں اُٹھا کر لے گئے، اور وہ پہنچ گئے!"

صہیب اور ان کے ہمراہیوں کی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بادشاہ نے پوچھا۔۔

"اور یہ لوگ؟"

وزیر اعظم نے کہا،

"ان لوگوں کو ہم نے موت کے گھاٹ اُتار دیا، کیفرِ کردار کو پہنچا دیا، عذاب الٰہی ان کے لئے مقدر ہو چکا تھا!"

اس جواب سے بادشاہ کا بالکل اطمینان ہو گیا اس نے لاٹ پادری کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"ان کی تجہیز و تکفین کا جلد انتظام کرو، جو شایانِ شان طریقہ پر ہونا چاہیئے!"

وزیر اعظم نے ادب سے گردن جھکا کر کہا،

"بے شک ایسا ہی ہو گا!"

پھر بادشاہ نے صہیب اور اس کے ساتھیوں کی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"انہیں بھی ٹھکانے لگا دو!"

وزیر اعظم کے پاس جواب تیار تھا۔

"ایسا ہی ہو گا عالیجاہ!"

بادشاہ نے جولیانا کی طرف دیکھا،

"یہ عورت کون ہے؟"

وزیر اعظم نے بتایا،

"یہ صہیب کی بیوی ہے!"

"وہی جبونی کی شہزادی دلیم کی لڑکی؟"

"عالیجاہ!"

"کیا یہ مسلمان ہو گئی تھی؟"

"عالیجاہ"!

"(مریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اور یہ؟

"یہ صہیب اور جولیانا کی لڑکی ہے!"

"اس کا نام"؟

"مریم!"

"ان دونوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ کیا کیا جائے ان کے ساتھ؟"

"میرے ناچیز خیال میں ان دونوں کو لونڈی بنا لیا جائے!"

"مریم کی طرف دیکھتے ہوئے) کیا اسے بھی؟"

مستحق تو اسی کی ہے، لیکن اگر اعلیٰ حضرت چاہیں تو اسے داخل حرم بھی کر سکتے ہیں

بشرطیکہ یہ اسلام سے تائب ہو جائے اور دین مسیحی کے حلقہ میں داخل ہو جائے،!"

"کیا تمہارا خیال ہے ایسا نہیں ہو سکتا!"

"اعلیٰ حضرت جو کچھ چاہیں وہ کیسے نہیں ہو سکتا!"

"ہوں ——— تو پھر ———

"غلام ان دونوں کو حرم سلطانی میں پہنچائے دیتا ہے، چند روز کے بعد اس غم سے جب انہیں ذرا سکون ملے گا تو کوششیں شروع کر دی جائیں گی!"

"ہمیں تمہاری رائے سے اتفاق ہے!"

بادشاہ سلامت واپس تشریف لے گئے!

وزیر اعظم اپنے کام میں لگ گیا!"

---

(۱۲)

راز!

حرم شاہی میں جولیانا اور مریم کے لئے ایک آراستہ پیراستہ کمرہ مخصوص کر دیا گیا، اُن کی راحت و آسائش کے جملہ انتظامات مہیا کر دیئے گئے، کئی غلام اور لونڈی صرف ان دونوں کی خدمت پر مامور کر دیئے گئے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ قیدی نہیں ہیں بلکہ بادشاہ سلامت سے ان کا کوئی گہرا رشتہ ہے،

یوں تو کئی باندیاں ہمہ وقت خدمت کے لئے موجود رہتی تھیں، لیکن ان سب کی سربراہ جو عورت تھی اس کا نام تھا سارا، صورت شکل کی اچھی، انداز و اطوار شریفانہ، اخلاق اور گرمجوشی کی تصویر، ہمہ وقت خدمت اور چاکری کے لئے آمادہ اور مستعد،

چند ہی روز میں سارا، جولیانا اور مریم کی معتمد بن گئی، ایک روز اس سے مریم نے پوچھا:-

"کیوں سارا، کیا تم مسلمان ہو؟"

یہ سنتے ہی سارا کا چہرہ زرد پڑ گیا جیسے کسی نے اس کا خون سونت لیا ہو، وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولی:-

"یہ آپ نے کیسے جانا؟"

مریم مسکرانے لگی،

اس نے کہا

"میں نے تمہیں چھپ چھپ کر نماز پڑھتے دیکھا ہے؛"

سارا کا تن بدن کانپ گیا، اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا،

"مجھے ——————"

مریم بولی،

"ہاں —————— کل رات کو میرا جی گھبرا رہا تھا، اماں جی سو چکی تھیں، کسی طرح نیند نہ آئی تو سوچا، چلوں، ذرا تم سے باتیں کروں، تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو نا، چنانچہ میں دبے پاؤں اٹھی اور سیدھی تمہارے کمرے میں پہنچی، ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی، دروازہ بھڑا ہوا تھا تمہارے کمرے کا، میں نے دبے پاؤں قدم رکھا تو دیکھتی کیا ہوں مصلا بچھا ہوا ہے، اور تم سجدے میں پڑی ہو، پھر میں نے خلل انداز ہونا مناسب نہ سمجھا چلی آئی —————— کیوں سارا تم مسلمان ہو نا؟"

سارا نے کانپتے ہوئے کہا،

"پہلے تھی،"

مریم نے پوچھا،

"اور اب؛"

وہ بولی،

"اب تو عیسائی ہوں"

مریم نے سوال کیا،

"پھر نماز کیوں پڑھتی ہو؛"

وہ گویا ہوئی،

"میں بڑی کوشش کرتی ہوں کہ اس نئے دین سے اپنے آپ کو استوار کر لوں، مگر نہیں کر پاتی، اسلام کو جتنا جتنا اپنے دل سے کھرچتی ہوں، اتنا اتنا وہ دل میں پیوست ہوتا جاتا ہے۔ اسلام کو جیسے جیسے بھلانے کی کوشش کرتی ہوں، ویسے ویسے وہ قابض ہوتا چلا جاتا ہے، مسلمان مٹ گئے، اسلامی حکومت ختم ہو گئی، جو مسلمان یہاں باقی رہ گئے تھے انہوں نے عیسائیت قبول کر لی، میں بھی انہی میں سے ایک ہوں، لیکن سچی بات پوچھے تو واقعہ یہ ہے کہ عیسائی ہو چکنے کے باوجود مروں گی اسلام پر!"

یہ کہتے کہتے سارا کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے، مریم نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا،

"تو روتی کیوں ہو؟ مجھے تو تمہارے ایمان پر رشک آتا ہے!"

سارا نے جلدی سے آنسو پونچھ لئے اور اسے محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگی، مریم نے کہا،

"ہم خود بھی تو مسلمان ہیں ——— اور اماں جی بھی!"

سارا نے کہا،

"لیکن میں نے تو سنا تھا، آپ دونوں اسلام سے تائب ہو گئی ہیں، مسیحیت قبول کر چکی ہیں، عنقریب کلیسائے اعظم میں آپ دونوں کو بپتسمہ دیا جائے گا، اور پھر بادشاہ سلامت آپ کو حرم میں داخل کر لیں گے ——— ممکن ہے شادی بھی کر لیں!"

یہ باتیں سن کر مریم کا چہرہ زرد پڑ گیا، اس نے نہایت حقارت کے ساتھ کہا،

"جھوٹ!"

پھر اس نے پوچھا،

"کون کہہ رہا تھا؟"

سارا نے بتایا،

"سارے محل میں یہی مشہور ہے!"

مریم بولی،

"نہیں سارا یہ غلط ہے، میرا ایمان خدا کے فضل سے کمزور نہیں مضبوط ہے، اسی لئے تو تمہیں مسلمان پاکر میں اتنی خوش ہوں، شاید میرے اندر کچھ کمزوری آجاتی لیکن تمہاری استقامت دیکھ کر میرا حوصلہ بلند ہو گیا ہے، اسی لئے تو رشک آرہا ہے مجھے تم پر، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، ہم مسلمان ہیں مسلمان جئیں گے مسلمان مرینگے!"

وفورِ مسرت سے سارا کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا،

"سچ"؛

مریم نے کہا،

"اور نہیں تو جھوٹ"؛

پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، لیکن سارا بدستور سنجیدہ تھی، اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"لیکن یہ لوگ بڑے ظالم ہیں"؛

مریم نے پوچھا،

"کون لوگ"؛

وہ بولی،

"وہی جن کے قبضہ میں آپ ہیں، میں ہوں!" یہ اس شخص کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرسکتے ذرا رحم نہیں کرسکتے، جسے اپنے اسلام پر اصرار ہو، میں نے اپنی آنکھوں سے نہ جانے کتنے مردوں کو قتل ہوتے دیکھا ہے، نہ جانے کتنے بچوں کی لاشیں تڑپتی دیکھی ہیں، نہ جانے کتنی عورتوں اور لڑکیوں کو لرزہ خیز مظالم کا تختۂ مشق بنتے دیکھا ہے!"

مریم نے کہا،

"سچ کہتی ہو سارا، یہ ایسے ہی لوگ ہیں، یہ آدمی نہیں درندے ہیں!"

سارا بولی،

"لیکن جب آپ پر ظلم ہوگا تو کیا کریں گی آپ؟"

وہ گویا ہوئی،

"زیادہ سے زیادہ وہی جو تم کر رہی ہو؟"

سارا نے کہا،

"میں تو ایک معمولی عورت ہوں، لونڈی بنا لی گئی اور ایمان چھپائے ہوئے گزر کر رہی ہوں، لیکن آپ ——————— ؟"

مریم نے کہا،

"میں کیا؟ ——————— مجھے کیا ہو گیا ہے!"

سارا نے کہا،

"بادشاہ سلامت کے حرم میں داخل ہو کر ان کی شریک زندگی بن کر بھی کیا آپ مسلمان رہ سکیں گی؟"

مریم کی پیشانی پر بل پڑ گئے، اس نے کہا،

"یہ نہیں ہو سکتا، جب تک میں زندہ ہوں یہ نہیں ہو سکتا، بادشاہ سلامت سے بڑے کوئی بھی شاہنشاہ کیوں نہ ہوں، وہ بھی مجھے نہیں پا سکتے۔ میں مسلمان ہوں، اور ایک عیسائی شہنشاہ کے مقابلہ میں ایک مسلمان فقیر کو اپنا شریک زندگی بنا لینا میرے لئے کہیں زیادہ خوشگوار ہوگا!"

ایمان کی چنگاری

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ جولیانا آ گئی اُسے دیکھ کر بے ساختہ مریم نے کہا،

"کچھ اور بھی سُنا آپ نے؟"

جولیانا اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی، پیار سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور پُوچھا:

"کون سی نئی خبر ہے بیٹی؟"

مریم نے بتایا،

"سارا مسلمان ہے"

جولیانا چونک پڑی،

"سچ"؟

مریم نے اُسے یقین دلاتے ہوئے کہا،

"ہاں اماں جی یہ مسلمان ہے، میں نے خود اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے ابھی ہم لوگ یہی باتیں کر رہے تھے"

جولیانا نے شفقت اور محبت کی نگاہ سارا پر ڈالی اور کہنے لگی،

"میرے دل میں اب تمہاری عزت بھی ہے، اور محبت بھی، اس ماحول میں رہ کر بھی اپنے اسلام پر قائم رہنا آسان نہیں ہے!"

سارا کی آنکھیں پھر آب گوں ہوگئیں، اس نے کہا،

دعا کیجئے، خاتمہ اسلام پر ہو، اب تو اس زندگی سے جی اکتا گیا ہے!"

جولیانا اسے دلاسا دیتے ہوئے بولی،

"نہیں بیٹی، الیسا نہ کہو، تمہارے اسلام کا حال معلوم کرکے میرا حوصلہ بڑھ گیا ہے، اطمینان رکھو، جو ہمارا حشر ہوگا، وہی تمہارا ہوگا اب تک صرف مریم میری لڑکی تھی، آج سے میں دو لڑکیوں کی ماں ہوں، ایک کا نام مریم ہے، دوسری کا سارا، یہ میری دونوں آنکھیں ہیں، آج سے ہم ایک کشتی کے مسافر ہیں، ڈوبیں گے تو ساتھ تریں گے تو ساتھ!"

ان الفاظ نے نہ جانے سارا پر کیا اثر کیا، وہ اٹھی، اور جولیانا کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگی، جولیانا نے اسے اٹھا کر کلیجہ سے لگا لیا، خود اسکی آنکھیں بھی پُرنم تھیں

"میری بیٹی، میری بچی تو روتی کیوں ہے، تو مسلمان ہے اور خدا پر بھروسہ نہیں رکھتی!"

مریم نے کہا،

"لیکن اماں جی، سارا تو کچھ اور بھی کہہ رہی تھی، !"

جولیانا نے پوچھا،

"کیا کہہ رہی تھی؟"

مریم بولی،

"میں ان الفاظ کو دہرانا نہیں چاہتی، سارا تم بتا دو!"

سارا نے جو کچھ سُنا تھا اور جو کچھ ابھی مریم کو بتا چکی تھی مع مریم کے جواب کے جولیانا کے سامنے دوہرا دیا، وہ خاموشی سے یہ باتیں سنتی رہی، پھر اس نے سارا سے کہا،

"ہاں بیٹی مریم سچ ہی تو کہہ رہی تھی، ایسا نہیں ہو سکتا، میں ایک فقیر بے نوا کو

خوشی سے اپنا داماد بنا سکتی ہوں، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو، اور ایک شہنشاہ کو اپنا داماد بنانے کا ننگ گوارا نہیں کر سکتی، اگر وہ مسلمان نہ ہو، مریم تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، بادشاہ سلامت کا بھی نہیں، اور اگر میں نے دیکھا کہ اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے تو میرا یہ ہاتھ بڑھے گا، اور مریم کا گلا گھونٹ دے گا، دنیا میں مجھے مریم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے، لیکن سارا تم دیکھ لوگی، میں کس حوصلہ سے کام لے کر اپنی بچی کا گلا گھونٹتی ہوں، اور اسکے بعد خود بھی اپنی جان دے دوں گی!"

سارا نے بے ساختہ کہا،

"میں بھی ——————"

مریم ماں سے لپٹ گئی، اور بچوں کی طرح خوش ہوتی ہوئی بولی،

"اماں جی، میری اماں کتنی اچھی ہیں آپ، —————— میں ڈر رہی تھی کہیں ماں کے جوش میں آپ کمزوری نہ دکھائیں، آپ کے قدم ڈگمگا نہ جائیں، لیکن اب معلوم ہوا میرا خیال غلط تھا، آپ بہادر ہیں، آپ کسی قیمت پر بھی اپنی بیٹی کی جان کی قیمت پر بھی کمزوری نہیں دکھا سکتی، اباجی کی روح ضرور آپ کی یہ باتیں سن رہی ہوگی، اور کتنی خوش ہو رہی ہوگی!"

یہ کہتے کہتے مریم کی آواز بھرا گئی، اور وہ رونے لگی —————— اس کے ساتھ جمیلا بھی، اس کے ساتھ سارا بھی!

ہم بھی کیا یاد کرینگے

صہیب کا قتل کوئی معمولی واقعہ نہ تھا —————— بہ ظاہر یہ ایک شخص کا قتل تھا لیکن درحقیقت یہ ایک پوری قوم کی ہلاکت اور بربادی کا پیش خیمہ تھا، جب تک وہ زندہ تھا، وہ لوگ بھی جو بظاہر عیسائی ہو گئے تھے، بہتر مستقبل کا خواب دیکھا کرتے تھے، جب سے وہ قتل ہوا تھا، وہ لوگ بھی جو اب تک ہر طرح کے نامساعد اور حوصلہ فرسا حالات کے باوجود اسلام پر قائم تھے، اپنے پائے ثبات میں لغزش محسوس کرنے لگے تھے، اب ان کے سامنے کوئی مستقبل نہیں تھا، اب ان کی ہر امید ٹوٹ چکی تھی، اب وہ مایوس ہو چکے تھے، اور مایوسی میں انسان سب کچھ کر گذرتا ہے، حتیٰ کہ ایمان تک سے دستبردار ہو جاتا ہے —————— !

ایسے ہی لوگوں میں غیثو ابوزرعہ بھی تھا !

سرکاری ملازموں نے مطالبہ ادا کرنے کے لئے اس قدر تنگ کیا، کہ وہ دائرہ اسلام سے نکل کر عیسائیت کے دائرہ میں آ گیا، انجیل خوب یاد کر لی، رومیوں کی سیرتوں کا مطالعہ کیا، اور ان کی شریعت کے قوانین ازبر کر لئے، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان قسیسوں میں شامل ہو گیا

جن سے عیسائیت کے احکام کے متعلق فتویٰ پوچھا جاتا تھا، چونکہ وہ پہلے سے اسلامی شریعت کے احکام سے بھی واقف تھا، اس لئے جب اسلامی شریعت کا مسئلہ آجاتا تھا تو اس کے متعلق بھی اس سے فتویٰ پوچھا جاتا تھا، اور دونوں شریعتوں کے احکام کے متعلق اسی کا فتویٰ نافذ کیا جاتا تھا، اس کے گھر کے سامنے ایک مسجد تھی، جس کو اس نے گرجا بنا لیا تھا۔ لہ

ابوزرعہ کی دیکھا دیکھی اور بھی بہت سے لوگوں کے قدم ڈگمگائے اور انہوں نے اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کر لی،

جو لوگ اپنا مذہب ترک کر کے عیسائی ہو جاتے تھے، حکومت کی طرف سے ان کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کی جاتی تھی، انہیں روزگار مہیا کیا جاتا تھا، ان کے لئے ہر طرح کی سہولتیں اور آسائشیں بہم پہنچائی جاتی تھیں، حد یہ ہے کہ مسلمان خاندانوں میں تفریق پیدا کرنے، باپ کو بیٹے سے، ماں کو بیٹی سے، بھائی کو بہن سے، بہن کو بھائی سے جدا کرنے کے لئے بھی ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے تھے، اور چونکہ نوجوانوں میں جوش زیادہ ہوتا ہے، وہ ضرورت سے زیادہ حساس ہوتے ہیں، اس لئے اس دام ہمرنگ زمین میں وہ بڑی آسانی سے گرفتار ہو جایا کرتے تھے، اور اس طرح حکومت اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی تھی،

چنانچہ اب روزمرہ اس طرح کے واقعات پیش آتے تھے کہ ایک آدمی اگر اپنے لڑکے یا بیوی پر غصہ کرتا تھا ——————— یا ماں اپنی لڑکی پر غصہ کرتی تھی تو یہ گرجا میں جا کر عیسائی ہو جاتے تھے، اور بیٹا باپ کے ہاتھ سے اور لڑکی ماں کے ہاتھ سے نکل جاتی تھی، وہ اس حالت کے خوف سے ہمیشہ اپنے اہل وعیال اور اولاد کی خاطر مدارات میں مصروف رہتے تھے، عاقبت اندیش لوگوں کو یہ خوف تھا کہ جزیرہ

لہ رحلۃ ابن جبیر، بحوالہ تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۲۹۳

اطرابلیش کے مسلمانوں پر گذشتہ زمانہ میں جو مصیبت نازل ہوئی، وہ دن سب پر نازل نہ ہو جائے، کیونکہ اس جزیرہ کے تمام لوگوں کو اس ظالمانہ حکومت نے رفتہ رفتہ عیسائی بننے پر مجبور کر دیا تھا[1]

لیکن خدا پنج انگشت یکساں نکردہ" جہاں ابن زرعہ جیسے کچے ایمان کے لوگ تھے، جو ابتلا اور مصیبت کے ڈر سے مذہب ترک کرنے پر مجبور ہو گئے، وہاں ابن حمود جیسے صاحب عزم ثبات بھی تھے، جنہوں نے ہر دکھ سہا، ہر تکلیف برداشت کی، ہر آفت کا مقابلہ کیا، لیکن اپنے ایمان کو سینہ سے لگائے رکھا ان کا سب کچھ لوٹ لیا گیا، وہ کنگال کر دیئے گئے لیکن ایمان کی دولت سے وہ کسی قیمت پر دستبردار نہ ہوئے،

ابوالقاسم ابن حمود کا شمار صقلیہ کے عالی خاندان لوگوں میں ہوتا تھا، سیادت اور دولت آباؤ اجداد سے وراثت میں ملی تھی، جب تک اپنے مال و متاع پر قابض رہے مسلمانوں کی مدد کرنا قیدیوں کا چھڑانا، مسافروں اور معذور حاجیوں کو صدقہ دینا، ان کا شعار تھا، یہی خوبیاں ان کے لئے بلائے جان بن گئیں، بادشاہ خفا ہو گیا، اس نے ان کے دشمنوں کے ایک مطالبہ کی وجہ سے ان کو انہی کے گھر میں نظر بند کر دیا - لوگوں نے اس نظر بندی کے زمانہ میں بھی ان پر جھوٹے الزامات لگائے کہ وہ مسلمانوں سے میل جول قائم رکھتے ہیں - جس کی پاداش میں وہ ضرور ہلاک کر دیئے جاتے، لیکن حکومت کی طرف سے جو پہرے دار مقرر تھا اس نے ان کی صفائی دی، ان پر بہت سے تاوانات بھی لگائے گئے - اور ان کا گھر بار اور انکی تمام ملکیت جو انھوں نے اپنے اسلاف سے وراثتہً پائی تھی ضبط کر لی گئی تھی، یہاں تک کہ وہ محتاج ہو گئے[2]

جو شخص کل تک لکھ پتی تھا وہ آج مفلس تھا!

---

[1] رحلۃ ابن جبیر بحوالہ تاریخ صقلیہ [2] رحلۃ ابن جبیر بحوالہ تاریخ صقلیہ -

جس کے دروازے پر ہاتھی جھولتے تھے، آج اسے ایک کوٹھری بھی میسر نہ تھی،
جس کے لنگر خانے سے نہ جانے کتنے آدمی دو وقتہ کھانا کھاتے تھے، آج وہ نانِ جویں کا
محتاج تھا،

ابن حمدون نے اگر ابن زرعہ کا راستہ اختیار کیا ہوتا تو اسکی ہر چیز اس کے پاس رہتی اس کی شان اور جاہ و جلال میں کوئی فرق نہ آتا، لیکن وہ اپنی اس غربت میں بھی مگن تھا اور خوش تھا،

(۱۵)

دھڑکا

ابتک کوئی ایسی بات نہیں تھی جو تشویش انگیز ہوتی، !

سارے محل میں افواہ ضرور گرم تھی کہ مریم حرم شاہی میں داخل کر لی جائے گی، اور یہ بھی ممکن ہے اسے ملکہ کا اعزاز بخشا جائے سارا جو کچھ سنتی سب آکر بیان کر دیتی، وہ منٹ منٹ کی خبر رکھتی، اور جو کچھ معلوم ہوتا، آسے آکر گوش گذار کر دیتی، یہ خبریں سُنکر جولیانا، اور مریم پر قیامت گزر جاتی - آنے والا ہولناک زمانہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا، دل دھڑکنے لگتا، طبیعت ڈوبنے لگتی، بدن میں سنسنی سی دوڑ جاتی، دنیا تیرہ و تار نظر آنے لگتی، !

لیکن ابتک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو تشویش انگیز ہوتی،

سارے محل میں کیسی ہی افواہیں کیوں نہ گشت کر رہی ہوتیں، ابتک جولیانا، یا مریم سے کسی نے کوئی ایسی گفتگو نہیں کی تھی جس سے ان افواہوں کی تصدیق ہوسکتی !

ایک روز یہ تینوں بیٹھی انہی افواہوں پر گفتگو کر رہی تھیں کہ عبدالمسیح آیا،

عبدالمسیح کو دیکھ کر، جولیانا، مریم، اور سارا کا چہرہ سفید پڑ گیا! اس کا آنا خالی از علت

نہیں ہو سکتا، !

یہ شخص بادشاہ کا معتمد تھا، محل کے انتظامات اسی سے متعلق تھے، خاص طور پر حرم شاہی اور حرم شاہی میں رہنے والی عورتوں ——— گانے والیوں، ناچنے والیوں، اور لونڈیوں، باندیوں ——— کا سارا انتظام و انصرام اسی سے متعلق تھا، !

پہلے اس کا نام عبداللہ تھا، لیکن عیسائیت قبول کرنے کے بعد عبدالمسیح ہو گیا، جتنے مسلمانوں نے دنیا کے لالچ سے، یا حکومت کے ڈر سے، یا حالات سے مجبور ہو کر مذہب تبدیل کیا تھا، وہ اب تک آدھے مسلمان تھے ان کا دل مسلمان تھا، لیکن زبان پر مسیحیت کا کلمہ تھا، وہ بڑے پکے اور سچے عیسائی بننے کی کوشش کرتے تھے، لیکن ان کی رفتار و گفتار سے کسی نہ کسی طرح کبھی نہ کبھی یہ اندازہ ہو ہی جاتا تھا کہ ابھی تک اسلام کی چنگاری ان کے دل میں ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے، سلگ رہی ہے، لیکن عبدالمسیح نے جس دن سے عیسائیت کے دائرے میں قدم رکھا تھا، اس کا ایمان کبھی متزلزل نہیں نظر آیا، اسکی گفتار و رفتار سے کبھی یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اسے اسلام، مسلمانوں سے اور ان لوگوں سے جو عیسائی ہو چکے ہیں، لیکن اسلام کو اب تک اپنے دل سے کھرچ نہیں سکے ہیں کسی طرح کی بھی ہمدردی ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا، وہ آگے بڑھ رہا ہے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھتا ہے نہ دیکھنا چاہتا ہے، یہی وجہ تھی کہ وہ بادشاہ سلامت کا معتمد بن گیا، اتنی بڑی ذمہ داری کے منصب پر فائز ہو گیا، وزیر اعظم کی نظر میں بھی اسکی بڑی وقعت تھی سپہ سالار عساکر بھی اسے احترام کی نظر سے دیکھتا تھا، اس کے حلقۂ احباب میں اب کوئی ایسا شخص نہیں تھا، جو مسلمان ہو، یا کبھی مسلمان رہ چکا ہو، اسکے سارے دوست عیسائی تھے، انہی میں اٹھنا بیٹھنا انہی سے یاری بڑھاتا، انہی کے دکھ درد میں ہمہ وقت شریک رہتا، ان کی مجلسیں ہوں یا راست کی محفلیں، عبدالمسیح صرف انہی مجلسوں اور محفلوں میں جاتا جو خالص عیسائیوں کی ہوتیں، محل میں بھی اس کا طرز عمل ایسا ہی تھا، وہ قدرتاً درشت مزاج اور سخت گیر

واقع ہوا تھا، جو عورتیں بادشاہ کی نظر میں چڑھی ہوئی تھیں، ان سے تو وہ مجبور تھا، لیکن عام عورتوں کے ساتھ اس کا برتاؤ کچھ بہت زیادہ ظالمانہ نہیں تھا، خاص طور پر ان عورتوں اور لڑکیوں سے تو اس کا برتاؤ بہت زیادہ درشت تھا، جن کا مذہب کبھی اسلام رہ چکا تھا، یہی وجہ تھی کہ محلسرا کی عورتیں عام طور پر اور مسلمان عورتیں خاص طور پر اس سے جلتی تھیں، سارا نے تو اس کا نام ہی "جل ککڑ" رکھ دیا تھا، کئی مرتبہ اس شخص سے اپنی انتہائی نفرت کا اظہار کر چکی تھی، جولیانا اور مریم کو اگرچہ کبھی اس سے سابقہ نہیں پڑا تھا، لیکن ویسے وہ بھی سارا کی ہم خیال تھیں، جب بھی اس کا ذکر ہوتا ——————— اور اکثر ہوتا ——————— تو اسے جتنی صلواتیں ممکن ہوتیں باری باری سے سارا، مریم، اور جولیانا کو سنا کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتیں، اور دل ہی دل میں خدا کا شکر کرتیں کہ اب تک اس سے پالا نہیں پڑا ہے۔

اس وقت عبدالمسیح کو یہاں موجود پاکر تینوں پر ایک عجیب سراسیمگی اور دہشت کی کیفیت طاری ہو گئی، ویسے ہی اس کا چہرہ تُند اور نخوت سے بھرپور نظر آرہا تھا لیکن سارا سے اس نے جس لب و لہجہ میں سوال کیا اس نے رہی سہی کسر پوری کر دی، اور اس کا اخلاق بالکل نمایاں ہو کر سامنے آگیا، اس نے تلخ اور درشت لہجہ میں پوچھا :-

"تم یہاں کیا کر رہی ہو ؟"

سارا سٹ پٹا گئی، لیکن جواب بہرحال دینا تھا اس نے کہا

"کچھ نہیں"

اس مرتبہ ذرا بلند آواز سے اس نے سوال کیا،

"میں پوچھتا ہوں تم یہاں کیوں آئی تھیں ؟"

جولیانا کی طرف بے بسی سے سارا دیکھنے لگی، جولیانا نے کہا،

"یہ ہماری خدمت پر مامور ہے، آپ اس محل کے منتظم اعلیٰ ہیں، کیا آپ کو یہ نہیں معلوم؟"

مریم بھی خاموش نہ رہ سکی اس نے کہا،

"آپ اگر چاہیں تو اس کی آمد و رفت ہمارے ہاں بند کر سکتے ہیں، ہم خود اپنا کام کر لیا کریں گے۔ لیکن اس طرح بیچاری کو ڈرانے دھمکانے سے کیا حاصل؟"

عبدالمسیح ٹھنڈا پڑ گیا، اس نے کہا،

"مجھے بالکل نہیں معلوم تھا کہ بات یوں ہے، بہرحال میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں"

جولیانا :- شکریہ!

عبدالمسیح :- میں یہ دریافت کرنے آیا تھا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

جولیانا :- ایک قیدی کو جتنا آرام مل سکتا ہے، ہمیں کچھ اس سے زیادہ ہی ملتا ہے!

عبدالمسیح :- پھر بھی اگر کوئی تکلیف ہو تو ارشاد فرمایئے!

جولیانا :- شکریہ ———— ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے

عبدالمسیح کوئی ضرورت؟

جولیانا :- جی نہیں ———— شکریہ!

عبدالمسیح :- (کونے میں رکھے ہوئے مصلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ کیا ہے؟

جولیانا :- اسے مصلیٰ کہتے ہیں اس پر نماز پڑھی جاتی ہے،

عبدالمسیح :- (حیرت سے) آپ نماز پڑھتی ہیں، اب تک؟"

جولیانا :- الحمدللہ ———— نماز تو ہر مسلمان پر فرض ہے، ہر دن میں پانچ مرتبہ، کبھی آپ بھی تو مسلمان رہ چکے ہیں، کیا آپ یہ نہیں جانتے؟

عبدالمسیح :- (اپنے اضطراب کو چھپاتے ہوئے) جانتا ہوں، لیکن بھول چکا ہوں،

جولیانا :- ہیچ ہے، خدا جسے چاہے ہدایت دے، جسے چاہے گمراہ کر دے،

عبدالمسیح :۔ (برہمی کے ساتھ) یہ آپ نے کیا کہا ؟

جولیانا :۔ جو آپ نے سُنا،

عبدالمسیح :۔ کیا آپ اپنے اسلام پر قائم رہ سکیں گی ؟

جولیانا :۔ میں صرف ایک بات کہہ سکتی ہوں، میرا خاتمہ بہر حال اسلام پر ہی ہوگا !

عبدالمسیح :۔ یہ الفاظ نہ جانے کتنوں کے منہ سے سن چکا ہوں، اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ اب وہ میری طرح عیسائی ہیں،

جولیانا :۔ ضرور سنے ہوں گے اس طرح کے الفاظ آپ نے دوسروں کے منہ سے، لیکن آپ کی اطلاع کے لئے میں بھی عرض کر دینا چاہتی ہوں کہ ہر مسلمان عبداللہ سے عبدالمسیح نہیں بن سکتا، وہ اگر عبداللہ رہ کر زندہ نہیں رہ سکتا تو عبداللہ رہ کر مر سکتا ہے!

عبدالمسیح :۔ (غصہ کو دبانے کی انتہائی کوشش کرتے ہوئے) مجھے یاد پڑتا ہے، یہ مر سکنے کے الفاظ بھی کئی لوگوں نے میرے سامنے بڑے جوش سے کہے تھے، اور اب کلیسا میں اکثر ہماری ملاقات ہوتی رہتی ہے —————— !

جولیانا :۔ مجھے یقین ہے آپ کے منہ سے ایسے الفاظ کبھی نہ نکلے ہوں گے !

عبدالمسیح :۔ جی ہاں کبھی نہیں، میں ایک حقیقت پسند انسان ہوں!

جولیانا :۔ مجھے اس میں شبہ ہے،

عبدالمسیح :۔ آپ کو شبہ ہے؟ —————— کس چیز میں ؟

جولیانا :۔ دونوں باتوں میں،

عبدالمسیح :۔ یعنی ؟ ذرا صاف کہئے ؟

جولیانا :۔ آپ کے حقیقت پسند ہونے میں اور آپ کے انسان ہونے میں، !

عبدالمسیح :۔ (انتہائی برہمی کے ساتھ) افسوس آپ بادشاہ سلامت کی مہمان خصوصی ہیں ورنہ

جولیانا :- ورنہ کون سی قیامت آجاتی؛ کیا کر لیتے آپ؛

عبدالمسیح :- میں اب بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔

جولیانا :- تو تکلف کیوں برت رہے ہیں؛ ———— شاید آپ تلوار لانا بھول گئے!

عبدالمسیح :- میں تلوار چلانا جانتا ہوں، لیکن عورتوں پر نہیں،

جولیانا :- آپ کے لاٹ پادری صاحب نہتے قیدیوں پر تلوار چلا سکتے ہیں، اور آپ عورتوں پر تلوار چلانے سے جھجکتے ہیں، اور یہ احتیاط بُری بھی نہیں!

عبدالمسیح :- آپ کیا کہنا چاہتی ہیں ———— ؛ احتیاط سے مطلب؛

جولیانا :- مطلب یہ کہ لاٹ پادری صاحب نے ایک نہتے قیدی صہیب پر تلوار چلائی اور خود ڈھیر ہو گئے، آپ ایک بے کس عورت پر تلوار چلا کر دیکھ لیجیے، انشاء اللہ وہی حشر آپ کا بھی ہو گا!

عبدالمسیح :- (حیرت سے) آپ مجھے قتل کر دیں گی،

جولیانا :- جی ہاں آپ کی تلوار سے!

عبدالمسیح :- (مسکراتے ہوئے) بڑی بہادر ہیں آپ؛

جولیانا :- اور کیا آپ اپنی طرح بزدل سمجھتے ہیں مجھے؛

عبدالمسیح :- میں بزدل ہوں؛ (غصے سے کانپتے ہوئے) میں بزدل ہوں،

جولیانا :- (بے پروائی سے) پرلے درجہ کے ———— آپ مسلمان تھے عیسائی ہو گئے، میں عیسائی تھی مگر اب مسلمان ہوں، موت کے خوف نے آپ کو مسیحی بنا دیا، حیاتِ جاوید کے شوق نے مجھے اسلام پر قائم رکھا، آپ کو اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان کا خوف تھا، لیکن میری آنکھوں کے سامنے میرے محبوب شوہر کو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے قیمہ قیمہ کر ڈالا، مگر ایک آنسو بھی

ـ میری آنکھ سے کم از کم آپ حضرات کے سامنے نہیں ٹپکا، میری کائنات میرا سرمایہ میری پونجی، اب دُنیا میں جو کچھ ہے (مریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) میری بچی ہے، ان کا درد سر میرے دل میں درد پیدا کر دیتا ہے، اسے ذرا تر مردہ دیکھتی ہوں تو دُنیا میری آنکھوں میں تیرہ و تار ہو جاتی ہے، اسے خوش دیکھتی ہوں تو اپنا ہر غم فراموش کر دیتی ہوں، ذرا بیمار پڑتی ہے تو خدا سے دُعا کرتی ہوں، میری جان حاضر ہے، یہ نذر قبول کر لے، اور میری بچی کو اچھا کر دے لیکن ایمان کا معاملہ اگر بیچ میں آ جائے تو اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا گھونٹ دوں گی، میرے سامنے مثال سابق عبداللہ اور موجودہ عبدالمسیح کی نہیں ہے، ابراہیمؑ و حسینؑ کی ہے! ——— اور مجھے اس پر فخر ہے!

---

(۶۶)

صاف صاف

عبدالمسیح کے چہرے پر اب بھی تیکھا پن موجود تھا! اس کی نخوت اور رعونت میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا، لیکن صاف معلوم ہو رہا تھا، جولیانا کے طوفانِ تکلم میں وہ ایک تنکے کی طرح بہا چلا جا رہا ہے۔ اس نے بار بار اس سیلِ رواں کے دھارے میں اپنے قدم جمانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا!

اب اس کا لہجہ بالکل بدل چکا تھا، اس نے کہا،

"آپ کے یہ جذبات قابلِ قدر ہیں!"

جولیانا نے کہا،

"میں آپ سے داد نہیں لینا چاہتی، اپنے قابلِ قدر جذبات کی!"

عبدالمسیح نے کہا،

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے، دلی ہمدردی ہے!"

جولیانا نے اسی لب و لہجہ میں جواب دیا،

"شکریہ قبول کیجئے، لیکن آپ کی ہمدردی میرے کام نہیں آسکتی۔"

عبدالمسیح نے اعتراف کرلیا،

"بےشک کام نہیں آسکتی ——— !"

جولیانا نے اعتراض کیا،

"پھر کھوکھلے الفاظ استعمال کرنے سے فائدہ ؟"

عبدالمسیح :- کم از کم میرے تاثرات ظاہر ہوگئے آپ پر ؟ ——— لیکن آپ نے مجھے بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے،

جولیانا :- کیوں ؟

عبدالمسیح :- سمجھ میں نہیں آتا میں اپنا فریضہ کس طرح انجام دوں ؟

جولیانا :- فریضہ ؟

عبدالمسیح :- جی ہاں ——— میں یہاں ایک خاص مقصد سے آیا تھا !

جولیانا :- کیا تھا وہ آپ کا خاص مقصد ؟

عبدالمسیح :- وہی تو سوچ رہا ہوں اسے کس طرح بیان کروں !

جولیانا :- آپ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں (ایک نامعلوم خطرہ محسوس کرتے ہوئے) میں قید سے لے کر پھانسی تک ہر سزا برداشت کرنے کو تیار ہوں ——— ——— !

عبدالمسیح :- جی نہیں سزا کا کیا سوال ؟ میں تو انعام کی بشارت لے کر آیا تھا،

جولیانا :- آپ تو معموں میں باتیں کر رہے ہیں،

عبدالمسیح :- نہیں یہ بات تو نہیں ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ کے خیالات سے واقف ہو چکنے کے بعد، اور میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے ان سے ہمدردی بھی ہے اور وہ میری نظر میں قابل قدر بھی ہیں، وہ بشارت پہنچانا اب میرے لئے بڑا ناخوشگوار فریضہ بن گیا ہے،

جولیانا :- آپ اپنا فرض ادا کیجئے، ہم اپنا فرض ادا کرینگے !

عبدالمسیح :- مجھے تو بہرحال خوشگوار یا ناخوشگوار طور پر اپنا فریضہ ادا کرنا ہے، آپ اپنے بارے میں خود ہی بہتر فیصلہ کر سکتی ہیں،

جولیانا :- بے شک ——— تو ادا کیجئے اپنا فرض!

عبدالمسیح :- میں بادشاہ سلامت کی طرف سے ایک خاص پیام لے کر آیا ہوں!

جولیانا :- (اضطراب کے ساتھ) بادشاہ کی طرف سے پیغام ؛

عبدالمسیح :- جی ہاں،

جولیانا (بہت زیادہ مضطرب ہو کر) خاص پیغام ؛

عبدالمسیح :- جی، آپ بالکل ٹھیک سمجھی ہیں

جولیانا :- (سکون کے ساتھ) کیا ہے وہ خاص پیغام ؛

عبدالمسیح :- سن سکیں گی آپ ؛

جولیانا :- ضرور سنوں گی اور جواب بھی دوں گی،

عبدالمسیح :- جی ہاں جواب لے کر تو مجھے جانا ہی ہے،

جولیانا :- تو فرمایئے پھر،

عبدالمسیح :- آج سے اس روز کے بعد جو اتوار آئے گا اس روز بلرم کے کلیسائے اعظم میں آپ کو اور مریم کو حاضر ہونا ہے،

جولیانا :- ہمیں کلیسائے اعظم یا اصغر سے کیا واسطہ ؛

عبدالمسیح :- اب ہو جائے گا اگر پہلے نہیں تھا !

جولیانا :- جی نہیں میں کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی ——— نہ کلیسا سے نہ بادشاہ سے !

عبدالمسیح :- لیکن یہ حکم ہے اور بادشاہ کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا !

جولیانا :- خدا کے سوا ہر ایک کا حکم ٹالا جا سکتا ہے، بہر حال فرمایئے کیا ہے وہ حکم؛

عبدالمسیح :- یہ کہ آپ اور مریم کلیسا میں حاضر ہوں،

جولیانا :- لیکن کیوں ؛ کس لئے ؛ کس مقصد سے ؛

عبدالمسیح :- اس روز آپ دونوں کو بپتسمہ دیا جائے گا، آپ دونوں عیسائیت کے حلقہ میں داخل کر لی جائیں گی، نئے لاٹ پادری آپ کے گناہ معاف کر دیں گے، اور آپ پھر ویسی ہی پاک ہو جائیں گی، جیسے ایک نوزائیدہ بچہ اور پھر

جولیانا :- پھر؛ ——— کیا اس کے بعد بھی کوئی پروگرام ہے ؛

عبدالمسیح :- جی ہاں ——— وہی اصل چیز ہے، نہایت شاندار، مسرت بخش، آپ سنیں گی تو یقیناً خوش ہوں گی، یقیناً اپنا غم بھول جائیں گی، بلاشبہ جو خیالات آپ نے ابھی ظاہر کئے تھے، ان سے دستبردار ہو جائیں گی،

جولیانا :- کیا کوئی ایسی بات بھی ہو سکتی ہے ؛

عبدالمسیح :- جی ہاں کیوں نہیں ہو سکتی ؛ ——— ہے، سنیئے تو سہی، مجھے موقع تو دیجئے عرض کرنے کا ——— !

جولیانا :- فرمایئے،

عبدالمسیح :- بادشاہ سلامت نے فیصلہ کر لیا ہے کہ بپتسمہ کی رسم انجام دینے کے بعد وہ مریم کو محلسرا میں داخل کر لیں گے، وہ صقلیہ کی ملکہ ہوگی، آپ جب نی واپس جائینگی؛ وہاں کا تخت آپ کے لئے خالی ہے، وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا ——— میرا مشورہ قبول کیجئے، ماضی کو بھول جایئے، حال کی طرف دیکھیے، مستقبل سے دل لگایئے ———

جولیانا :- کہہ چکے آپ ؛

عبدالمسیح :- جی ہاں عرض کر چکا

جولیانا :- واقعی آپ کی باتیں قابل غور ہیں، انہیں آسانی سے رد نہیں کیا جا سکتا،

عبدالمسیح :- (ہنس کر) دیکھئے میں نہ کہتا تھا!

جولیانا :- لیکن انہیں آسانی سے قبول بھی نہیں کیا جا سکتا،

عبدالمسیح :- آپ نے میری ساری پریشانی دور کر دی تھی، لیکن یہ کہہ کر پھر ایک نئی پریشانی میں مبتلا کر دیا، نہ بادشاہ سلامت یہ چاہتے ہیں کہ آپ پر اور مریم پر اس سلسلہ میں سختی کی جائے، نہ میرے لئے سختی اور تشدد کا برتاؤ خوشگوار ہوگا، بہتر یہی ہے کہ مان لیجئے،

جولیانا :- میں انکار تو نہیں کرتی؛

عبدالمسیح :- تو کیا چاہتی ہیں آپ؛ یہ بھی تو معلوم ہو!

جولیانا :- میں مہلت چاہتی ہوں،

عبدالمسیح :- کس لئے؛

جولیانا :- غور کرنے کے لئے کسی نتیجہ پر جبر و جور سے نہیں رضامندی سے پہنچنے کیلئے

عبدالمسیح :- اس کی ضرورت تو نہ تھی، لیکن اگر آپ کو اصرار ہے، تو پھر بھی عذر نہیں — کتنی مہلت چاہیئے آپ کو؛

جولیانا :- کم از کم ایک ماہ کی،

عبدالمسیح :- ایک ماہ کی؛ بہت ہے یہ،

جولیانا :- اچھا پندرہ دن کی،

عبدالمسیح :- میں بادشاہ سلامت سے عرض کر دوں گا، یہ مہلت آپ کو مل جائے گی، لیکن مجھے یقین ہے، مزید مہلت کی ضرورت نہیں ہوگی،

جولیانا :- ہرگز نہیں،

(۱۷)

ایک کشتی کے مسافر

عبدالمسیح کے جانے کے بعد سارا نے جولیانا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

"آج تو کمال کر دیا آپ نے،"

جولیانا مسکرانے لگی،

"کیا کمال کر دیا میں نے،"

وہ بولی،

"بڑے موذی کو مارا! ____________"

جولیانا ہنسنے لگی، مریم ماں سے لپٹ گئی، پھر اس نے سارا سے کہا،

"تم کیا سمجھتی ہو ہماری اماں جی کو؛ وہ بھلا ڈر سکتی ہیں کسی سے، ان کی زبان تلوار ہے!"

جولیانا نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا،

"اے چل ہٹ! ____________ باتیں بنانا خوب آگئی ہیں تجھے!"

مریم نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا،

"اماں جی آپ نے سنائیں تو خوب عبدالمسیح کو، لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہوگا کیا؟

جولیانا نے فکر مند لہجہ میں کہا،

"یہی تو میں بھی سوچ رہی ہوں!"

سارا پہلو بدلتی ہوئی گویا ہوئی،

"یہ پندرہ دن تو پلک جھپکاتے گذر جائیں گے، پھر کیا ہوگا؟"

جولیانا نے کہا،

"لیکن جب تک نہیں گذر جاتے ہمیں امید کا دامن نہ چھوڑنا چاہیئے!" اگر اس کے بعد بھی کچھ نہ ہوا تو پھر موت سے بڑھ کر سچا رفیق اور کون ہو سکتا ہے؟ کیا وہ بھی ہم مجبوروں کی دستگیری نہ کرے گی، نہیں کم از کم میں اس سے مایوس نہیں ہوں!"

سارا نے جولیانا کی طرف متجسّسانہ نظر سے دیکھا، پھر گویا ہوئی،

"میں ایک بات آپ سے کہنا چاہتی ہوں، کیا مان لیں گی؟"

جولیانا نے جواب دیا،

"ممکن ہے مریم کی نہ مانوں، لیکن تیری نہ مانوں گی؟ تو ہی بتا، ——————

تو میری صرف بچی ہی نہیں ہے محسن بھی ہے!"

سارا نے اکتاتے ہوئے لہجہ میں کہا،

"اس طرح نہ کہیئے!"

جولیانا بولی،

"کیسے نہ کہوں بیٹی! اس کفرستان میں ایک تو ہے، جو میرے ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا ہے، سوچتی ہوں اگر تو نہ مل گئی ہوتی تو ہم ماں بیٹی کا کیا حال ہوتا؟ شاید دیوار سے سر پھوڑ لیتے، بال نوچ ڈالتے، کپڑے پھاڑ ڈالتے، جنون کی کیفیت طاری ہو جاتی ہم پر وہ تو ہی تو ہے جو مایوسی کے اندھیرے میں امید کی روشنی بنکر جگمگاتی ہوئی ہمارے بیہ خانے میں پہنچ گئی، تو نے ہمیں ڈھارس دی، ہمارے آنسو پونچھے، ہمیں تسلی دی، ہمارا دل بہلایا،

کیا تیرے اس احسان کو زندگی بھر بھول سکتی ہوں؟"

مریم نے مداخلت کرتے ہوئے کہا،

"اماں جی آپ نے تو پھر تقریر شروع کردی، مانتی ہوں سارا بڑی اچھی ہے، ہماری محسن ہے سب کچھ ہے، لیکن اس سے پوچھئے تو سہی کیا کہہ رہی تھی؟ ——— بتاؤ سارا سارا کیا بات ہے؟"

سارا مسکرانے لگی، مریم نے پھر پوچھا،

بتاؤ نا،

وہ جولیانا کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی،

یہ پوچھیں گی تو بتاؤں گی!"

جولیانا نے اُسے محبت بھری نظروں سے دیکھا، اور کہا،

"ہاں بیٹی کہتی کیوں نہیں؟"

سارا نے کہا،

"میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ وعدہ کیجئے، آپ جو کچھ کریں گی، اس میں مجھے شریک رکھیں گی؟"

جولیانا نے نگاہِ حیرت سے اُسے دیکھا، پھر سوال کیا،

"میں سمجھی نہیں کیا کہنا چاہتی ہو تم؟ ذرا صاف صاف کہو"

وہ بولی،

"میں یہ چاہتی ہوں کہ اس پندرہ دن کی مہلت میں اگر کوئی راہ نجات نکل آئے تو سبحان اللہ اور اگر نہ نکلے تو ——— اگر نکلے تو ——— "

مریم نے حوصلہ افزائی کی،

ہاں ہاں کہو ہو رُک کیوں گئیں بہن"

وہ کہنے لگی،

"پھر موت کی منزل کی طرف اکیلی نہ بڑھنے لگا، میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گی، !"

جولیانا نے غور سے سارا کی طرف دیکھا، اس کی باتوں میں صداقت اور راستی جھلک رہی تھی، جولیانا نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف گھسیٹا اور کلیجے سے لگایا، اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا،

"میری بچی یہ تیرے مرنے کے دن ہیں!"

اتنی دیر میں سارا کی آنکھیں آب گوں ہو چکی تھیں، اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا،

"مریم کے بھی تو مرنے کے دن نہیں ہیں، لیکن آپ اس کا گلا گھونٹنے کو تیار ہیں پھر کیا میں مریم سے کم ہوں کچھ،؟"

جولیانا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا،

"ہم تینوں ایک کشتی کے مسافر ہیں، ہم سب کا حشر ایک ہی ہوگا!"

سارا خوش ہو گئی اس کا چہرہ دمکنے لگا، !

(۱۸)

وہ مسلمان تھا!

مغرب اقصیٰ، اندلس، مصر اور دوسرے مقامات سے کبھی کبھی مسلمان سیاحوں اور زائروں کے قافلے صقلیہ آیا کرتے تھے، یہاں چند روز ٹھہر کر وہ اپنی منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔

آج کل بھی اسی طرح کا ایک قافلہ آیا ہوا تھا، اس طرح کے قافلوں کو حکومت پریشان نہیں کرتی تھی بلکہ کسی حد تک ان کی آؤ بھگت کرتی تھی، تاکہ یہ اپنے ملک میں واپس جا کر مسلمانوں کی زبوں حالی اور صقلیہ کی مسیحی حکومت کی مسلم آزاریوں کا پروپیگنڈا نہ کریں آس پاس کے مسلمان ملکوں سے صقلیہ کی عیسائی حکومت اب بھی خائف تھی، اسے برابر یہ دھڑکا لگا رہتا تھا، کہیں کوئی مسلمان ملک چڑھائی نہ کر دے

اس قافلہ کی خاطر مدارات پر حکومت کی طرف سے عبدالمسیح مامور ہوا تھا، اُسے حکومت کی طرف سے تاکید کی گئی تھی کہ ان سیاحوں کی راحت و آسائش کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جائے، اور انہیں کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچنے پائے، عبدالمسیح نے اپنا یہ فرض خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

صبح تڑکے یہ قافلہ مغرب اقصیٰ کے شہر قیروان کی طرف روانہ ہونے والا تھا، ساری تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں، سامان باندھا جا چکا تھا، رات کے کھانے سے فارغ ہو کر کچھ لوگ سو چکے تھے، کچھ سونے کی تیاریاں کر رہے تھے، امیر قافلہ بھی نماز عشا سے فراغت کر کے سونے کے لئے لیٹ چکا تھا کہ خیمہ کے دروازے پر دستک کی آواز آئی، امیر قافلہ چونک اٹھا اور شمع لے کر دروازے پر پہنچا، عبدالمسیح کو دیکھ کر نہایت تپاک اور گرم جوشی سے اس نے اہلاً و سہلاً مرحبا کہا اور اندر لے آیا، فرش پر خود بھی بیٹھ گیا اور عبدالمسیح کو بھی بٹھا لیا، پھر اس نے پوچھا،

"اتنے ناوقت آپ نے کیوں تکلیف کی؟"

عبدالمسیح نے جواب دیا،

"آپ صبح تشریف لے جا رہے ہیں، میں نے سوچا، ایک آخری ملاقات بھی کر آؤں!"

"شکریہ، نوازش!"

"اگر کوئی تکلیف ہوئی ہو، تو امید ہے آپ معاف فرمائیں گے!"

"نہیں ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی، ہم شکر گزار ہیں کہ ہمارا اتنا خیال کیا گیا! خاص طور پر آپ کی نوازشوں کا شکریہ ادا کرنے کو الفاظ نہیں ملتے، یہ واقعہ ہے کہ آپ نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا،

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس سال آپ اور آپ کے رفقاء حج سے بھی مشرف ہو چکے ہیں"

"جی ہاں آپ کے معلومات صحیح ہیں، الحمدللہ یہ سعادت ہمیں حاصل ہوئی، اس نعمت پر خدا کا جتنا شکر بھی ہم ادا کریں کم ہے!"

"بے شک بے شک ——— اپنے ساتھ آپ کچھ تبرکات بھی لائے ہونگے؟"

"ہاں کیوں نہیں؟"

"مثلاً کیا کیا؟"

"آبِ زمزم کے کچھ کنستر، غلاف کعبہ کے چند ٹکڑے، مدینہ منورہ کی کچھ کھجوریں ــــــــــ!"

"کیا غلافِ کعبہ کا ایک ٹکڑا، آبِ زمزم کا ایک کنستر، اور مدینہ منورہ کی چند کھجوریں آپ مجھے دے سکیں گے؟"

اس عجیب و غریب مطلبے پر امیر قافلہ نے حیرت سے اُسے دیکھا، پھر سوال کیا،

"دے سکتا ہوں، لیکن آپ کو ان چیزوں سے کیا سروکار؟"

عبدالمسیح نے جواب دیا،

"اس لئے کہ میں درحقیقت عبدالمسیح نہیں عبداللہ ہوں!"

یہ سُنکر امیر قافلہ نے سراپا حیرت بن کر سے ایک مرتبہ پھر دیکھا اور پُوچھا،

"آپ عبدالمسیح نہیں عبداللہ ہیں؟"

عبدالمسیح نے مختصر سا جواب دیا،

"جی ہاں!"

"کیا آپ مسلمان ہیں؟"

"الحمد للہ!"

"لیکن آپ تو عیسائی ہیں"

"جی ہاں بہ ظاہر!" ــــــــــ میرے محترم، کیا اسلام کسی دل میں نشیمن بنانے کے بعد وہاں سے نکل بھی سکتا ہے؟ (بھرآئی ہوئی آواز میں) میں مسلمان تھا، مسلمان ہوں مسلمان رہوں گا، لیکن اس دیس میں مسلمان ہونا جرم ہے لہٰذا مجبوراً مجھے عیسائی بننا پڑا، لیکن میرا دل مسلمان ہے، میری روح مسلمان ہے، غلافِ کعبہ کا یہ ٹکڑا جو آپ مجھے دیں گے میرے ساتھ قبر میں جائے گا، آبِ زمزم کا جو کنستر آپ مجھے مرحمت فرمائیں گے، میرے کفن پر چھڑکا جائے گا، مدینہ منورہ کی جو کھجوریں آپ مجھے عطا فرمائیں گے، یہ عالم نزع میں میرے اور میرے

گھر والوں کے کام آئیں گی، خدارا بخل سے کام نہ لیجیے، یہ تحفے مجھے مرحمت فرمایئے، آپ آزاد ہیں، کھلے بندوں اپنے اسلام کا اعلان و اقرار کر سکتے ہیں، میں اور مجھ جیسے دوسرے ..... لوگ غلام ہیں، اور اپنا ایمان چھپانے پر مجبور ہیں، جان کے خوف سے ہم نے بظاہر مذہب بدل لیا ہے، لیکن الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور فرائض نماز و روزہ پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں، آپ کے یہ تحفے، ہمارے ایمان کی سپر، ہمارے کفن کا ذخیرہ، اور ہمارے اسلام کے گواہ ہوں گے!"

عبد المسیح کا گلا رندھا ہوا تھا، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، اور خود امیر قافلہ کا یہ عالم تھا کہ اس کے ہونٹ پھڑک رہے تھے، اور داڑھی اشک پیہم سے تر تھی، اس نے کچھ نہ کہا خاموشی سے اٹھا، اپنا بکس کھولا اور مطلوبہ تحائف لا کر عبد المسیح کے سامنے رکھ دیئے،

عبد المسیح نے ان تحفوں کو دیکھا، پھر انہیں اٹھا لیا، سینہ سے اور آنکھوں سے لگایا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا،

پھر اس نے کہا،

"میدان حشر میں آپ کو خدائے ذوالجلال کے سامنے میرے اسلام کی گواہی دینی پڑے گی!
——— بتلایئے کیا آپ گواہی دیں گے؟"

امیر قافلہ نے جواب دیا،

"ہاں دوں گا، اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں ایمان پر قائم رکھے، تمہارا خاتمہ اسلام پر ہو"

عبد المسیح نے کہا

"آمین!"[1]

---

[1] ابن جبیر نے اپنے سفرنامہ میں عبد المسیح سے ملاقات اسکے اخفائے ایمان اور تبرکات حجاز مقدس سے والہانہ عقیدت کا ذکر بڑے موثر انداز میں کیا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۴۱۹

(۱۹)

گردِ کارواں

آدھی رات گذر گئی، اور دونوں امیر قافلہ اور عبدالمسیح ایں باتوں کا سلسلہ جاری رہا، جب دو بج گئے، تو عبدالمسیح نے کہا،

"میں نے آپ کو بہت تکلیف دی، اب اجازت چاہتا ہوں، آپ بھی ذرا دیر آرام کر لیجئے!"

امیر قافلہ نے مسکراتے ہوئے کہا،

"عزیز من اب آرام کا وقت کہاں، جہاز منہ اندھیرے لنگر کھول دے گا، بس اب سامان بار ہونا شروع ہوتا ہے، ہمارے قافلہ میں کچھ عورتیں بھی ہیں، سب سے آخر میں انہیں لے کر یہاں سے چلوں گا!"

عبدالمسیح نے مصافحہ کیا اور چلتے چلتے عرض کیا،

"اس گناہگار کو دعائے خیر میں یاد رکھئے گا!"

امیر قافلہ نے کہا،

جہاد دائم میں مصروف رہنے والے لوگ دعا کے محتاج نہیں ہوتے!

عبدالمسیح باوید ۂ پرنم رخصت ہوا، مشکل سے ایک فرلانگ کا فاصلہ اُس نے طے کیا ہوگا کہ اس نے دیکھا کہ سامنے سے کچھ لوگ اسی طرف آرہے ہیں ——— !

اتنے نا وقت، اتنی رات گئے، اس طرف آنے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں ؛ یہ سوچکر اس کا شوق تجسس بیدار ہوا، پاس ہی ایک بڑا سا درخت تھا، وہ اس کی آڑ میں کھڑا ہو گیا، اس نے دیکھا کہ تین آدمی عبا اور قبا زیب جسم کئے، سر پر پگڑی باندھے تیز تیز قدم اُٹھاتے جھپاک سے آگے نکل گئے، وہ سوچنے لگا،

"کون لوگ ہو سکتے ہیں یہ ؟"

کسی بات پر دل نہ جما، اس نے دبے پاؤں ان لوگوں کا تعاقب شروع کر دیا، درختوں کی آڑ لیتا وہ بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا،

ذرا دیر میں امیر قافلہ کے خیمہ کے سامنے یہ لوگ پہنچ گئے، اندر سے ہلکی سی روشنی اب تک جھلمل جھلمل کر رہی تھی، ایک ہلکی سی آواز آئی،

"وہ یہیں رہتے ہیں!"

ایک اور مدھم سی آواز آئی،

"سو رہے ہوں !"

پھر کسی نے بہت آہستہ سے کہا،

"کیا ہم جگا نہیں سکتے ؟!"

پھر اس نے دستک دی!

دروازہ کھلا، امیر قافلہ شمع ہاتھ میں لئے دروازے پر کھڑا تھا!

"آپ کون ہیں ؟"

ایک نے کہا،

"ہمیں اندر آنے کی اجازت دیجئے تو ہم عرض کرینگے !"

امیر قافلہ نے ہٹ کر راستہ دے دیا، یہ تینوں اندر داخل ہو گئے
عبدالمسیح نے یہ سب کچھ دیکھا، یہ سب کچھ سنا، اب وہ اپنے آپ کو اس کانفرنس سے الگ رکھنے پر کسی طرح آمادہ نہ کر سکا، خیمہ کے دروازے سے ذرا ہٹ کر آڑ کی طرف ایک سوراخ سا تھا، عبدالمسیح وہیں کھڑا ہو گیا، لیکن یہ سوراخ اس کے قد سے اونچا تھا، اس نے قریب پڑے ہوئے دو پتھر اٹھائے، انہیں تلے اوپر رکھا، اور پھر اس زینہ پر چڑھ کر اندر کی طرف جھانکنے لگا، اور جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر حیرت سے چیختے چیختے رہ گیا، نہ کس طرح یقین کرتا، اپنی آنکھوں سے جو دیکھ رہا تھا،

یہ جولیانا تھی،

یہ مریم تھی،

یہ سارا تھی،

امیر قافلہ نے ان لوگوں کو اصل روپ میں دیکھا، اور گھبرا کر کہا،

"مردانہ لباس میں عورتیں؟"

جولیانا نے کہا،

"ہم آپ کے در پر بھکاری بن کر آئے ہیں، کیا آپ ہماری دستگیری کر سکیں گے، یہ دستگیری ایک انسان کی نہ ہوگی، اسلام کی ہوگی کیا آپ اسلام کی مدد کرنے پر تیار ہیں؟"

یہ عجیب سی گفتگو سن کر امیر قافلہ نے کہا،

"آپ بتائیے تو سہی مقصد کیا ہے آپ کا؟"

جولیانا نے از اول تا آخر اپنی کہانی سنا ڈالی صہیب کی گرفتاری، پھر جنوبی میں آمد، پھر اسکی فاتحانہ یلغار، پھر بلرم کی امارت، پھر مسلمانوں کی خانہ جنگی، وحدت ملی کے لئے صہیب کی کوششیں، اور اس کی ناکامیاں، عیسائیوں کی پیش قدمی اور کامیابی اصلحنامہ پھر عہد شکنی، پھر مسلمانوں پر مظالم کی انتہا، پھر جنگل میں پناہ گزیں ہو کر حکومت وقت سے

مقابلہ، گرفتاری، بادشاہ اور لاٹ پادری سے گفتگو، لاٹ پادری کا قتل، پھر صہیب کا قتل قصر شاہی میں نظر بندی، سارا سے ملاقات، سارا کا اسلام، مریم کا عزم، بادشاہ کی طرف سے عیسائی ہو جانے کا مطالبہ، اور مریم سے شادی کا مقصد!

یہ ساری داستان سنا چکنے کے بعد جوبیانا نے کہا،

"میں یہاں تک نہ جانے کس طرح چور دروازے سے نکل کر اور محافظوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر آئی ہوں کہ آپ میری بچی مریم اور سارا کو لیتے جائیں!"

امیر قافلہ نے اور زیادہ حیران ہو کر کہا،

"اپنے ساتھ لیتا جاؤں،؟"

وہ بولی ——— "ہاں اپنے ساتھ لیتے جائیے ——— اور اپنے اسلامی ملک میں لے جا کر کسی شریف مسلمان سے خواہ وہ فقیر ہی کیوں نہ ہو، ان دونوں بچیوں کی شادی کر دیجئے، میں یہ نہیں چاہتی کہ یہ قصر شاہی میں رہ کر بادشاہ کی منظور نظر بن کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر کے اپنا ایمان غارت کر دیں، یہ چند روزہ زندگی عیش و عشرت میں کٹے یا فقر و فاقہ میں، بہرحال ایک دن مرنا ہے، خدا کو منہ دکھانا ہے، میدان حشر میں پیش ہونا ہے، میں نہیں چاہتی کہ صہیب سے وہاں اس طرح ملوں کہ وہ مجھ سے اپنی چہیتی بیٹی کے بارے میں سوال کریں تو میری گردن ندامت سے جھک جائے، مریم اگر حرم شاہی میں داخل ہو گئی اور اپنے ایمان سے محروم ہو گئی، تو میں صہیب کو کیا منہ دکھاؤں گی، خدا کے لئے اسے اپنے ساتھ لے جائیے، کسی بوڑھے سے، کسی اندھے سے، کسی فقیر سے، اسے بیاہ دیجئے، لیکن اسکا اسلام بچا لیجئے، ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کا قافلہ یہاں فاتح اور کشور کشا کی حیثیت سے آیا تھا انہوں نے اس ملک کو فتح کر لیا تھا، یہاں اسلام کا پرچم لہرایا تھا، یہ[1] ... لام پھیلایا تھا، یہاں علم کی نشر و اشاعت کی تھی، اس ویرانے کو گلزار بنا دیا تھا،

لیکن وہ زمانہ اب قصۂ ماضی بن چکا ہے، وہ قافلہ اب منزل عدم کو سدھار چکا ہے

---

[1] رحلۃ ابن جبیر بحوالہ تاریخ صقلیہ

یہ مریم یہ سارا، اسی قافلہ کی گرد راہ ہیں انہیں اپنے ساتھ لے جائیے، ان کا ایمان بچا لیجئے، ان کا اسلام بچا لیجئے، میں نہیں چاہتی کہ ان کے پیٹ سے جو بچے پیدا ہوں وہ اسلام کے بجائے عیسائیت کے علمبردار ہوں، میں چاہتی ہوں کہ وہ اسلام کے پرستار ہوں، اسلام کے مجاہد ہوں، کیا عجب زمانہ ایک مرتبہ پھر کروٹ لے، اور جو کام موجودہ نسل نہ کر سکی، وہ آنے والی نسل کر دکھائے، موجودہ نسل، بار نگ شکن پر مجبور ہو گئی، یا اخفائے ایمان یا ترک تبدیل مذہب پر، ہو سکتا ہے آنے والی نسل ایک مرتبہ پھر اس کفر زار کو اسلام کا مرکز بنا دے اس کے مجاہد اور غازی ایک مرتبہ پھر نعرہ لگائیں ؎

آگ توحید کی سینے میں دبی رکھتے ہیں زندگی مثل بلال حبشی رکھتے ہیں!

وہ توحید کی آگ جو اب سرد ہو چکی ہے، پھر فروزاں ہو سکتی ہے، ——

عبدالمسیح خیمہ کے پردہ سے لگا یہ باتیں سن رہا تھا آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی، بار بار رومال سے پونچھتا، لیکن وہ تھے کہ بہے چلے جا رہے تھے،

امیر قافلہ پر سکتہ سا طاری تھا، اس نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا، —— "میں اس پیش کش کو منظور کرتا ہوں، ان بچیوں کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو ایک باپ اپنی بیٹی کے ساتھ کرتا ہے"

جولیانا کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے، اس نے کہا،

"میں یہی چاہتی تھی! —— جاؤ بچیو خدا حافظ!" ——

امیر قافلہ نے پوچھا — "اور آپ؛ —— کیا آپ یہیں رہیں گی؛"

جولیانا نے کہا "بیشک میرا جی چاہتا ہے کہ چلوں، مگر میں مجبور ہوں نہیں جا سکتی!"

امیر قافلہ نے پوچھا "کیوں؟ —— وہ کیسی مجبوری ہے جو آپ کو بیٹی سے جدا ہونے پر مجبور کر رہی ہے؟"

جولیانا نے کہا "اگر میں بھی چلی گئی تو صبح ہوتے ہی ظالموں کو پتہ چل جائیگا تلاش شروع ہو جائیگی، یقیناً آپ پر شبہ ہوگا، ہو سکتا ہے جنگی جہاز تعاقب میں دوڑا دیئے جائیں، آپکا جہاز پکڑا جائے

مریم پھر یہاں سے لے آئی جائے، سارا پھر قصر شاہی میں پہنچ جائے، لیکن اگر میں یہاں موجود رہی تو بڑی آسانی سے سارا دن ٹال سکتی ہوں مجھے دیکھ کر کوئی بچیوں کے بارے میں پوچھنے ہی کیوں لگا، اور اگر کسی نے سوال بھی کیا تو کہہ دوں گی طبیعت خراب ہے لیٹی ہیں، اتنی مدت میں آپ دور نکل جائیں گے آپ کے جہاز تک کسی کی دسترس نہیں ہو سکے گی،"!

کچھ سوچتے ہوئے امیر قافلہ نے کہا،

"بات تو معقول ہے، لیکن ایک دن بعد سہی، بہرحال پتہ چلے گا، پھر کیا ہوگا؟"

جولیانا نے بیخوفی کے ساتھ کہا، "وہی جو منظور خدا ہوگا!"

"یہ لوگ ظلم سختی اور تشدد کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے!"

"میں اسکے لئے تیار ہوں ——— زیادہ سے زیادہ یہی تو ہوگا مار ڈالیں گے، مار ڈالیں، مریم سے جدا ہونے کے بعد زندگی میں میرے لئے کشش بھی کیا رہ جائے گی؟"

امیر قافلہ نے آسمان کی طرف دیکھا، اور دونوں ہاتھ اٹھا کر گڑگڑاتے ہوئے کہا،

اے ارض و سما کے مالک اپنی اس بندی پر رحم کر اسے آفات و مصائب سے محفوظ رکھ، اسکی یہ قربانی قبول کر" ——— یہ کہتے کہتے امیر قافلہ کی آواز گریہ آلود ہوگئی، انہوں نے جولیانا سے کہا،

"بہن تم جا سکتی ہو، تمہاری امانت کو میں جان سے زیادہ عزیز رکھوں گا!"

جولیانا نے رندھے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "خدا آپ کو اس کا اجر دے گا!"

پھر وہ جانے کے لئے مڑی، مریم روتی ہوئی اس سے لپٹ گئی — "اماں جی" ———

جولیانا نے اسے لپٹا لیا۔ "میری بچی تجھے خدا کے حفظ و امان میں دیتی ہوں مجھے تجھ پر، تیرے ایمان پر فخر ہے، یہ وقت کمزوری دکھانے کا نہیں، حوصلہ قائم رکھنے کا ہے"

مریم ماں سے پرے ہٹ کر کھڑی ہوگئی، اس نے ضبط گریہ کی کوشش کی لیکن سسکیاں اور ہچکیاں جنبل کھا رہی تھیں، یہی کیفیت سارا کی بھی تھی، جولیانا نے ایک مرتبہ مریم کی پیشانی کو بوسہ دیا، پھر سارا کا ماتھا چوما، اس کے بعد آہستہ آہستہ قدم رکھتی ہوئی باہر نکل گئی،"!